Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھ، تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

سرپرستِ اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

وقار یوسف عظیمی

فی شمارہ 30 روپے	جلد 24 شمارہ 5	فروری 2002ء	ذوالقعدۃ/ذوالحجۃ ۱۴۲۲ھ

سب ایڈیٹر
جمیل احمد خان

سرکولیشن منیجر
محمد ناصر

اعزازی معاونین
سیدہ راشدہ عفت
سعیدہ خاتون
سہیل احمد

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 385 روپے
بنگلہ دیش	سالانہ 20 امریکی ڈالر
ترکی۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ سری لنکا۔ نیپال۔ ایران۔ برما	سالانہ 30 امریکی ڈالر
مالدیپ۔ لنکادیپ۔ بھارت۔ مشرقِ وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 30 امریکی ڈالر
ہالینڈ۔ تھائی لینڈ۔ چین۔ نائیجیریا۔ ملائیشیا۔ جاپان	سالانہ 30 امریکی ڈالر
آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ امریکہ۔ کینیڈا	سالانہ 40 امریکی ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213 ۔فون نمبر: 6688931
فیکس: 6621037 ۔ ای میل: roohani@pk.netsolir.com

ایڈیٹر و پبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیرِ اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

اندرونی صفحات پر ملاحظہ کیجئے

حجِ بیت اللہ روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین تصورِ شیخ کو علومِ روحانی کے لئے اہم قرار دیتے ہیں۔

آپ چلتے پھرتے اور روزمرہ کاموں کے ساتھ بھی مراقبہ کر سکتے ہیں... نہایت آسان تکنیک

طلاق کے متعلق قرآنی احکامات، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تعلیمات اور ملکی قانون

فینگ شوئی کے ذریعے آپ کی قسمت کا ستارہ بھی چمک سکتا ہے۔

دولہا بننے والے نوجوانوں کے نام ایک مخلص اور ذی فہم بڑے بھائی کا خط

کیا پتھر کا زمانہ بھی سائنس اور ٹیکنالوجی سے آراستہ تھا؟!

اپنے گھر کو عبرت کدے میں بدل دینے والی عورتیں خود اپنا نقصان کر بیٹھتی ہیں۔

وقت صرف مصروف لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ تعجب خیز نکتے پر فکر افروز تحریر

چوتھے ماہ سے چھٹے ماہ کی طرف بڑھتے بچے کے لئے مفید مشورے اور آسان روحانی علاج

ہارٹ اٹیک کے لئے ملک کے نامور ماہر امراضِ قلب ڈاکٹر محمد اسحٰق کی رہنمائی

قربانی کے گوشت کو کس طرح استعمال کیا جائے کہ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہا جاسکے؟

اپنی جلد کو حسین، دلکش اور تروتازہ بنانے کے لئے خصوصی پروگرام

Scanned with CamScanner

کہکشاں

نورِ الٰہی نورِ نبوت — اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندے کو دنیا میں بھی خوب نواز تا ہے۔۔۔۔ خواجہ شمس الدین عظیمی 10

صدائے جرس ۔۔۔بائر اد مقصد عرفانِ نفس کا حصول ہے۔۔۔۔۔ خواجہ شمس الدین عظیمی 12

نورِ بصیرت ۔۔۔ علم حقیقی کے نور میں ڈوبی عارفانہ رباعی اور اس کی تشریح۔۔۔۔۔ قلندر بابا اولیاءؒ 18

حق الیقین ۔۔۔ایڈیٹر کے قلم سے خصوصی اداریہ۔۔۔۔۔ وقار یوسف عظیمی 20

دبستانِ خیال ۔۔ معزز قارئینِ کرام کے گرامی نامے۔۔۔۔۔ قارئینِ کرام 24

جہاں بانی کا خواب ۔۔۔ محدود طرزِ فکر سے آزادی کے بغیر ممکن نہیں۔۔۔۔ جمیل احمد خان 29

لبیک اللھم لبیک ۔۔۔ حج، تزکیۂ نفس اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔۔۔۔ محمد اقبال جیلانی ۔۔۔ 35

تصور شیخ کی اہمیت و ضرورت ۔۔۔ صوفیائے کرام اور علمائے دین کی تشریحات۔۔۔ منور شعور ۔۔۔ 39

گیارہ سلاسل کے خانوادہ ۔۔۔ روحانی بزرگوں اور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات ایک ہی ہیں ۔۔ ارشد رحمانی ۔۔۔ 43

چلتے پھرتے مراقبہ کیجئے ۔۔۔ مراقبہ کی کیفیات کو اپنی عام زندگی میں شامل کیجئے۔۔۔۔ ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی 47

بازیچۂ اطفال ۔۔۔ بعض مردوں نے طلاق کو بچوں کا کھیل سمجھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ خالد ریاض ایڈوکیٹ ۔۔ 49

آپ کی قسمت کا ستارہ ۔۔۔ فینگ شوئی کے ذریعے چمک سکتا ہے۔۔۔۔۔ ایم ایچ خان ۔۔۔ 55

لُٹ گئے بھرے بازار میں ۔۔۔ اکثر تاجر پیغمبرانہ تعلیمات سے انحراف کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ محمد اویس ۔۔۔۔ 59

دولہا بننے والے نوجوانوں کے لئے ۔۔۔۔اہم گائیڈ لائن۔۔۔۔۔ محبوب احمد ترمذی ۔۔۔۔ 63

پتھر کا زمانہ بھی ہے پتھر میں اسیر! ۔۔۔۔اسٹون ایج کے حیرت انگیز حقائق۔۔۔۔ سید اسد علی ۔۔۔۔ 67

عبرت کدے ۔۔ بعض عورتوں نے گھروں کو عبرت کدوں میں بدل دیا ہے۔ ریحانہ اکرام 71

وقت نہیں ہے ۔۔۔ معمولاتِ زندگی میں توازن ہی اصل کمال ہے۔ عامر غنی 75

اجنبی پودے ۔۔۔ غیر ملکی پودوں سے ہمارا ماحولیاتی نظام متاثر ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ محمد فرخ خان 79

مکتبِ شعور کا نیا طالبِ علم ۔۔۔ چوتھے سے چھٹے ماہ کے دوران بچے کی نشو و نما اور تربیت ❖❖❖ ۔۔۔ 81

عالمِ امروز ۔۔۔ معلوماتی، دلچسپ اور چونکا دینے والے حقائق پر مبنی سلسلہ۔۔۔۔۔ مرتبہ: حسن احمد شیخ 85

انتخاب ۔۔ مومن کی توجہ انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی خدا کی طرف لگی رہتی ہے۔۔۔۔ کوثر معین رضوان 88

سائبر گائیڈ ۔۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے بطور خاص۔۔۔۔۔ صائمہ صدیقی ۔۔۔ 89

کمپیوٹیک اسٹڈی ۔۔ کمپیوٹر آپریٹنگ سیکھئے۔۔۔۔۔ محمد طاہر قریشی ۔۔۔ 93

تخلیق کا دوسرا مہینہ ۔۔۔ماں بننے والی خواتین کے لئے بطور خاص۔۔۔۔۔ ادارہ ۔۔۔ 97

اسلام، سائنس اور تہذیب ۔۔ تاریخ اسلام سے سائنسی دریافتوں کا تذکرہ۔۔۔۔ سلیم آفاقی ۔۔۔ 101

قرآنی انسائیکلوپیڈیا ۔۔ ادنیٰ، ادنیٰ الارض، ادھی اور اذا کا تذکرہ۔۔۔۔ ادارہ 105

روحانی سوال و جواب ۔۔۔ فرشتوں اور جنات کی زبان کیا ہے؟۔۔۔۔ خواجہ شمس الدین عظیمی 109

کاروان طریقت ۔۔ تصوف کے چند شہسوار جن کا اس ماہ عرس منایا جا رہا ہے۔۔۔۔ مرتبہ: نعمان ظفر عالم 113

سلسلۂ چشتیہ کے روحانی بزرگ ۔۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا تذکرہ۔۔۔۔ منور شعور ۔۔۔ 117

Scanned with CamScanner

میرا پیغام ہے	مختلف لوگوں کے نام قارئین کے پیغامات ...	مرتبہ: زہرہ لطیف	122
مہمان نواز	خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ۔ جن کا دستر خوان کثیر مخلوق خدا کے لئے دراز تھا	دانیال	123
حاصل مطالعہ	قارئین کرام کے پسندیدہ وفکری اقتباسات	مرتبہ: دانش علی	127
مقدس پیشین گوئی	ایک ایسا فرد جو روحانی تہذیب کی طرف بڑھ رہا تھا	شیخ جابر	129
سحر ہونے کے بعد	مستقبل کے ترقی یافتہ پاکستان کی عکاس سلسلہ وار کہانی ...	منیر حسین کیف	135
قندیل	لوحِ محفوظ کی ایک ایسی کہانی جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جارہی ہے ...	سیدہ سعیدہ خاتون	143
کنڈلی	شر اور خیر کی کشمکش ازل سے جاری ہے ...	ابو وردہ	149
ایوان فکر	کیا ہم اپنے نصف ایمان کے حصول میں دلچسپی رکھتے ہیں؟	مرتبہ: احسن عظیم حامد	155
مفتی صاحب کی بلی	... ایک دلچسپ فکاہیہ تحریر ...	ابن عزیز	161
شوخیٔ تحریر	اردو ادب کے شوخ فن پاروں سے دلچسپ انتخاب ...	مرتبہ: ثمرین کنول	163
گوشۂ کتب	... قرآن اور ماحولیات/اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کیجئے پر تبصرہ ...	یوسفی	165
ایک ادیب ایک تعارف	نئی نسل کے معروف افسانہ نگار "آصف مالک" ...	احتشام الحق	167
قندِ سخن	قارئین کے پسندیدہ اشعار سے سجا ایک خوبصورت گلدستہ	مرتبہ: سعدیہ نور	169
قرینہ خیال	نو آموز شعراء کا خصوصی صفحہ	مرتبہ: اسد اقبال	170
یوگا پریکٹس	حسن وصحت میں اضافے کے لئے کار آمد اور مفید سلسلہ	محمد شارق	171
اُفق	روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد ...	ادارہ	175
روحانی ینگ رائٹرز کلب	نوجوان قلم کاروں کا ہمہ رنگ گلدستہ	مرتبہ: فرح انعم	183
معلومات عالم / اس ماہ کے بہترین مضامین	مقبولِ عام انعامی سلسلے ...	ادارہ	187
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ	دلچسپ تصویری کہانیاں اور معلوماتی سلسلے ...	مرتبہ: محمد ذیشان خان	189
انعامی مقابلوں کے نتائج	انعام یافتگان ظفر علی طور۔ نوشہرو فیروز، محمد رمضان، ضلع وہاڑی۔	ادارہ	197
ہارٹ اٹیک	جس کا سبب خون میں موجود ایل پی (اے) کی موجودگی ہے۔	ڈاکٹر محمد اسحٰق	199
نزلہ و زکام سے پریشان ہونا چھوڑیئے	قدرتی علاج سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے ...	نوید شکیل	203
مختلف امراض میں اکسیر۔ نارنگی	... اس کے اجزاء سرطان کے خلاف مزاحم ہیں ...	علی اسامہ	207
مولی کے بیش قیمت فائدے	مولی نظام انہضام کی کارکردگی میں اضافہ کرتی ہے ...	نصر عباسی	209
قربانی کا گوشت	قربانی کے گوشت کے مضر اثرات سے حفاظت کے زریں مشورے ...	ڈاکٹر جاوید سمیع	211
آپ بھی پوچھئے	روزمرہ زندگی میں کام آنے والی مفید تراکیب اور ٹوٹکے ...	مرتبہ: فرحت صدیقی	214
لذت کام و دہن	ذائقے اور غذائیت سے بھرپور نت نئی سوغات ...	شاہانہ عروج	215
حسین جلد کا راز	اپنی جلد کو تروتازہ اور دلکش بنانے کے لئے خصوصی پروگرام ...	صدف قمر	217
کچنال کا درخت	نظام انہضام، جگر، معدے اور بہت سے امراض میں مؤثر ...	شرجیل بٹ	219
محفلِ مراقبہ	ان خواتین وحضرات کے نام جن کے لئے محفل مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی ...	ادارہ	223
کیفیات مراقبہ	مراقبہ کے عام زندگی پر اثرات اور روحانی واردات وکیفیات ...	❖❖❖	229
روحانی ڈاک	لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی وروحانی مسائل کا حل ...	وقار یوسف عظیمی	235

"اور جو تم کو اللہ نے عطا کیا ہے اس سے آخرت طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھلاؤ اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے تم بھی بھلائی کرو"۔ (سورۂ القصص)

سورۂ یونس میں ارشاد ہے:

"ہم نیکوکاروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے بلکہ کچھ زیادہ ہی عطا کریں گے ان کے چہروں کو ذلت اور مسکنت کی سیاہی سے محفوظ رکھیں گے اور جنت میں انہیں دائمی سکون حاصل ہوگا۔

اور بدکاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی، ان کے چہرے ذلت اور رسوائی کے تاثرات سے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کا مستقل ٹھکانہ دوزخ ہے"۔

نیکوکاری یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کو پہچان لے اور محروم القسمت لوگ وہ ہیں جو اپنے خالق کا عرفان نہیں کرتے۔ خالق کا عرفان حاصل کرنے کے لئے پہلے خود اپنی ذات کا عرفان ضروری ہے اور اپنی ذات کا عرفان یہ ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اللہ کے نور کا مشاہدہ کریں۔

ایک ہم ہیں اور ایک ہمارا دوست۔ وہ دوست سراپا خلوص اور عجز و نیاز ہے۔ دوست کے دل میں محبت کی شمع روشن ہے۔ شمع کے شعلہ کی تپش ہم محسوس کرتے ہیں۔ جب ہم تنہائی محسوس کرتے ہیں تو دوست کا خیال ہمیں رنگ رنگ لذتوں سے آشنا کرتا ہے۔ ہم جب بیمار ہوتے ہیں تو دوست کی تیمارداری ہمیں زندہ رہنے پر آمادہ کرتی ہے۔ خدانہ کردہ ہم کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو دوست کا ایثار ہمیں اس پریشانی سے نجات دلا دیتا ہے۔ کوئی شخص جب ہمارے اس دوست کو برا کہتا ہے تو ہم اذیت کی ایسی تکلیف سے

دوچار ہو جاتے ہیں کہ ہمارا شعور بے حال ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر کوئی آدمی کسی کو اس کی اپنی ذات تک بُرا بھلا کہے یا تکلیف پہنچائے تو آدمی عفوودرگزر سے کام لے کر آگے بڑھ جاتا ہے لیکن مخلص اور ایثار پیشہ دوست کی برائی ہر اس بندہ کے لئے جو خلوص کو سمجھتا ہے، ناقابلِ برداشت ہے۔

اولیاءاللہ کے دل ہدایت، خلوص، ایثار، محبت اور عشق کے چراغ ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ایسے دوست ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ عزیز رکھتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ان کے دوستوں کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص کہ دشمنی رکھے خدا کے کسی دوست کے ساتھ، بے شک اس نے اللہ کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کیا۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ایسے برگزیدہ پوشیدہ حال بندوں کو جو نظروں سے اوجھل ہوں، ان کا تذکرہ نہ کیا جائے اور سامنے ہوں تو مخاطب نہ ہوا جائے نہ انہیں پاس بٹھایا جائے حالانکہ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں"۔

دوسری جگہ ارشاد عالی ہے: "مجھ کو اپنے فقیروں میں ڈھونڈو، بس ان ہی کی بدولت روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہیں"۔ (یعنی فقیر میرے دوست ہیں میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ اُن کے طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے)

ایک روز امرائے عرب میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن یہ شکستہ حال اصحاب صفہ آپ کے ہم نشین ہیں اگر ہمیں تنہائی فراہم کر دی جائے تو ہم آپ سے دینی مسائل حاصل کر لیا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ دانا و بینا، علیم و خبیر ہے۔ جیسے ہی یہ بات ان کے منہ سے نکلی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے محمدؐ! ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس کی دید کے متمنی رہتے ہیں آپ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ آپ کے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ آپ ان کو دور کرنے لگیں، پس ہو جائیں آپ بے انصافوں میں سے"۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ان فقراء کو تھوڑی دیر کے لئے ہٹا دیا جاتا تو عرب کے بڑے بڑے امراء مسلمان ہو جاتے لیکن اللہ کی غیرت نے اس کو پسند نہیں کیا کہ اس کے دوستوں کو کوئی حقارت سے دیکھے۔

Scanned with CamScanner

بڑے، بوڑھے، بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اگر زندگی بامقصد نہ ہو تو انسان آدمیت کے دائرے میں تو رہتا ہے لیکن انسانوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آدم کی تعریف انسان اور آدم کے نام سے کی ہے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات کا علم نہیں سکھایا تھا آدم کے نام سے پکارا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات اور کائناتی علوم کے اسرار و رموز سکھا دیئے تو فرمایا۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

یعنی اربوں کھربوں تخلیقات میں ایک واحد تخلیق انسان اللہ کی بہترین صناعی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کو اشرف اس لئے کہا ہے کہ اس کے لئے سماوات زمین اور ان دونوں کے اندر جو کچھ ہے، سب کے سب انسان کے محکوم ہیں، اور یہ حاکمیت اس علم کی بنیاد پر ہے جو علم اللہ تعالیٰ نے صرف آدم کو سکھایا ہے۔

مقاصد کی بہت ساری طرزیں ہیں..... مثلاً ایک طرز یہ ہے کہ بچہ اپنی زندگی کا مقصد نہ جانتے ہوئے بھی ماں کے گرد طواف کرتا ہے۔ بچہ میں ماں کے بغیر زندگی کا تصور نہیں اُبھرتا..... اسی طرح ماں کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ جب تک بچہ اس قابل نہیں ہو جاتا کہ وہ خود کو سنبھال سکے ماں اس کو چمٹائے رکھنے پر خود کو پابند محسوس کرتی ہے۔ بارہ سال کے بچہ کو مقصد پورا کرنے کے لئے راہنمائی اور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ حالانکہ اس اشد ضرورت کا اسے علم نہیں ہوتا۔ بلوغت اور شعوری بالیدگی کے بعد اس کے اندر کچھ کرنے کا، کچھ بننے کا، کسی مقام پر پہنچنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اسی جذبے کو وہ مقصد کا نام دیتا ہے۔

جوانی سے انحطاط کے دور تک وہی بچہ جسے مقصد کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا..... گھریلو زندگی بسر کرتا ہے اور اس گھریلو زندگی کا مقصد اس کے سامنے آسائش و آرام، بیوی بچے اور ان کی تعلیم و تربیت ہوتا

ہے۔ انحطاط کے بعد سارے مقاصد کی عمارت بوسیدہ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور دماغ بقا کے بجائے فنا کے خیال میں مصروف ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بقا فنا بن جاتی ہے اور فنا کے بعد کچھ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے۔

اس لئے کہ جو بھی آدمی یہاں سے گیا ہے اس نے واپس آکر نہیں بتایا کہ وہاں اس کے ساتھ کیا گزری اور وہاں کے ماہ و سال کیسے ہیں اور زندگی کی بنیادیں کن ضابطوں، کن طریقوں اور کن رویّوں پر قائم ہیں۔ ہمارے پاس دس ہزار سال سے زیادہ کی تاریخ نہیں ہے۔ اور ہم تذکرہ پانچ ہزار سال کا کرتے ہیں..... ہمیں تاریخ کے حوالہ میں دو ہزار سال قبل مسیح کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ دنیا کب سے بنی ہے..... اس دنیا میں کتنے لوگ پیدا ہوئے؟ کتنے لوگوں نے اپنا مقصد پورا کیا..... کتنے لوگ بامراد یا نامراد مر گئے؟ ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ جیسا منہ ویسی بات..... کوئی کہتا ہے یہ دنیا تین ارب سال پہلے بنی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہ دنیا کروڑوں سال پہلے کی ہے..... کوئی کہتا ہے لاکھوں سال پہلے سے ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دو ہزار سال بعد ہمارے اوپر الفاظ Vocabulary کی کمی کا اتنا دباؤ ہے کہ ہم قبلِ مسیح کا لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

قبلِ مسیح سے پہلے اور بعد بھی ہمیں تاریخ میں ایک تسلسل اور تواتر ملتا ہے۔ اور وہ تسلسل انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ہستیوں کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آخری نبی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی تاریخی سند ہمارے پاس موجود ہے اور یہی تاریخ کا واضح اور روشن ثبوت ہے۔

پیغمبروں کی تعلیمات پر غور و فکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے مشترکہ طور پر نوعِ انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے نا صرف آگاہ کیا ہے بلکہ خود اس پر عمل کر کے یہ تصدیق بہم پہنچائی ہے کہ انسان اچھائی اور برائی میں "تصور" کر کے ہی بامقصد زندگی گزارتا ہے اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام نے ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کا تعارف کروایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بھائی چارہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا بے سکون رہنا پسند نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں لیکن پیدائش کے بعد کھلے میدان میں نہیں چھوڑ دیتے.... زندگی کے جتنے وسائل ہیں، پہلے سے مہیا کرتے ہیں اور وسائل اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ان میں کمی واقع نہیں ہوتی.....

اللہ اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ بندوں کی تعلیم کا حکم دیتے ہیں۔ ان کے راستے پر چلنے کو اپنا راستہ قرار دیتے ہیں۔ پیغمبران علیہم السلام کی زندگی کو مشعلِ راہ بتاتے ہیں۔ پیغمبروں کی زندگی پر تفکر کیا جائے تو ان میں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور صراطِ مستقیم کی دعوت دینے کا بھرپور عزم ہوتا ہے..... پیغمبر عفو و درگزر سے

کام لیتے ہیں۔ پیغمبر حق تلفی نہ کرنے کا درس دینے کی تلقین فرماتے ہیں..... پیغمبروں کی زندگی کے ماہ و سال اور نشیب و فراز کو آسمانی کتابوں نے بیان کیا ہے۔ آخری کتاب قرآن پاک میں پیغمبروں کا کہیں مجمل اور کہیں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔لوگ انہیں قصص القرآن، قصص الانبیاء کا نام دے کر کہانیوں کی طرح پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہمیں کہانیاں سنائیں ؟؟!..... اللہ تعالیٰ حکیم و خبیر ہے۔اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔اس کے ہر کام میں قدرت ہے۔اس کے ہر کام میں دانش اور فہم ہے۔ ہدایت پانے کے لئے جدو جہد کے اصول ہیں۔انبیاء کرامؑ سے متعلق جتنے بھی قصائص ہیں۔ ہر قصہ میں جہاں توحید پرستی کا اعلان ہے۔ وہاں شرک اور بت پرستی کی نفی ہے۔ جہاں حقوق العباد کی تعلیم ہے۔ جہاں نوعِ انسانی کے لئے تسخیر کائنات کا مژدہ ہے۔وہاں تسخیر کائنات کے اسرار و رموز اور فارمولے بھی بتائے گئے ہیں۔ مثلاً

حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں مونث و مذکر کا "تخلیقی راز" پنہاں ہے۔

حضرت نوحؑ کے قصے میں پائیدار کشتی بنانے کا طریقہ موجود ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں مردہ زندہ کرنے کا قانون موجود ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کے قصے میں خواب کے مخفی رازوں کا انکشاف ہے۔

حضرت داؤدؑ کے قصے میں لوہے کی ایجادات اور لیزر شعاعوں کی EQUATION بیان ہوئی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے قصے میں زمان اور مکان TIME & SPACE کے فارمولے کی طرف اشارہ ہے..... ہوا، جنات، چرند پرند کی تسخیر کا تذکرہ ہے۔

حضرت ہودؑ کے قصے میں ان کی قوم پر آسمانی آفات مثلاً طوفان، گردوباد، زلزلے آنے کی سائنس بیان کی گئی ہے۔

حضرت ادریسؑ کے قصے میں ٹاؤن پلاننگ، ناپ و تول کا نظام اور حکومت سازی کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے قصے میں کششِ ثقل کو کم کرنے کا قانون اور اس قانون کے ذریعے غلہ ذخیرہ کرنے کا گودام (اہرام) بنانے کا طریقہ موجود ہے..... سیاروں اور نجوم کے علوم ہیں۔

حضرت عزیرؑ کے قصے سے ڈیپ فریزر DEEP FREEZER کا قانون، مائیکروویو فریکوئنسی اور آکسیجن کا زندگی سے تعلق کا طریقہ کار منکشف ہوتا ہے۔

حضرت یوشعؑ کے قصے میں آواز کی فریکوئنسی کے قانون کا ادراک ہے۔

حضرت صالحؑ کے قصے میں آواز کی رفتار کا قانون بیان ہوا ہے۔

حضرت زکریاؑ کے قصے میں تصرف اور دعا کی قبولیت کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔

اصحابِ کہف کے قصے میں حیات بعد از موت کا ذکر ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت موسیٰؑ کے قصے میں جادو و سحر اور ان سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے قصے میں صحت، حیات اور مسیحائی کا قانون بیان ہوا ہے۔

جبکہ حضرت مریمؑ کے قصہ میں غیب سے رزق فراہم ہونے کا تذکرہ ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں چاند، سورج کی تسخیر اور شجر و حجر سے باہم گفتگو کرنے کا علم بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ جس طرح آدمی باہم گفتگو کرتے ہیں اس طرح ساری مخلوق، شجر و حجر باتیں کرتے ہیں۔ انسان اگر پرندوں اور اشجار کی زبان کا علم سیکھ لے تو ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔

اس عاجز بندے کو بھی زندگی کا ایک مقصد نظر آیا..... ہوا یوں کہ ایک با مقصد بزرگ ہستی کی سرپرستی حاصل ہو گئی۔ اس بزرگ ہستی نے بتایا کہ انسان آدم کا بیٹا ہے اور قانون یہ ہے کہ باپ کی وراثت بیٹے کو منتقل ہوتی ہے..... آدم کی خلافت وہ علوم ہیں جو کائنات میں آدم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ان ہی علوم کی بنیاد پر نیابت و خلافت کا شرف آدم کو حاصل ہے۔

آسمانی کتابیں اور آخری کتاب قرآن میں ان علوم کو "علم الاسماء" کہا گیا ہے۔ علم الاسماء میں تخلیقی راز و نیاز، فنا و بقا کے مرحلے حیات بعد از ممات، حشر و نشر، جنت و دوزخ اور دونوں جہاں (دنیا و آخرت) میں پُر سکون رہنے کے آداب اور طریقے موجود ہیں۔ ان طریقوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا مقصد اپنے اور کائنات کے خالق کی پہچان۔ بندے کو قادر مطلق رحمٰن رحیم اللہ کا عرفان حاصل ہو۔ اگر اللہ کو کسی بندے نے نہیں جانا یا اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے اللہ کی پھیلائی ہوئی آسمانی و زمینی آرائش کا مطالعہ نہیں کیا تو اس بندے نے زندگی کے مقصد سے انحراف کیا اور زندگی کے مقصد سے انحراف کرنے والا آدم کا بیٹا کبھی آدم کا وارث نہیں ہوا اور نہ ہو گا..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور ہم نے آسمان کو بروج سے زینت بخشی دیکھنے والوں کے لئے.....

اور چھپا لیا ہم نے اس خوبصورت آرائش اور زینت کو شیطان مردود سے"۔

قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ وہ ہر بات کو کھول کر اور واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ نوعِ انسانی کا کوئی گروہ ان علوم سے محروم نہ رہے۔

قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے:

"پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں"۔

یعنی نماز تو وہ پڑھتے ہیں لیکن انہیں نماز میں حضوریٔ قلب نہیں ہوتا۔

اس رہنما بزرگ ہستی کے ان کلمات نے قلب پر اثر کیا اور زندگی کی نہج بدل گئی۔ تلاش و جستجو کے جذبات گہرے ہو گئے۔ اس تلاش میں یہ عقدہ کھلا کہ زندگی کا مقصد "عرفانِ الٰہی" اس وقت نصیب ہوتا ہے

Scanned with CamScanner

جب اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ اُس ہستی نے طریقہ یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت اللہ کے محبوب سے ملاقات کا شرف عطا کرتی ہے۔ ہمت جوان تھی، شوق وجذبہ بھرپور تھا، عقیدت کا سمندر موجزن تھا، پشت پر ہادی ورہنما کا ہاتھ تھا، دل میں گداز تھا، آنکھوں میں نمی تھی، اللہ تعالیٰ کی مہربانی شاملِ حال تھی، امتی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حاصل تھی کہ توفیق مل گئی۔ طریقہ کار یہ طے ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک درود شریف پڑھا جائے۔ مرشدِ کریم قلندر بابا اولیاءؒ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اللہ تعالیٰ کی عنایت اور میرے والدین کی دعا نے اثر دکھایا..... ایک روز دیکھا کہ یہ عاجز، گناہ گار بندہ درود شریف پڑھ رہا ہے۔ درود شریف جیسے ہی پورا ہوتا ہے منہ کے سامنے یاقوت وزمرد سے مرصع سونے چاندی سے بنی ہوئی ٹرے Tray آجاتی ہے اور درود شریف موتیا کے پھولوں کی شکل بن جاتے ہیں۔ یہ ٹرے ایک فرشتہ لائن میں کھڑے ہوئے دوسرے فرشتے کو پکڑا دیتا ہے اور اس طرح یہ سلسلہ 1-D, 1/7 ناظم آباد کراچی سے شروع ہو کر مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ پر جاکر ختم ہوتا ہے اور پھولوں کا یہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کب تک رہی، کتنے دن رہی۔ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ لیکن یہ سلسلہ قائم رہا۔ مرشد کریم نے اورادووظائف میں اضافہ فرمادیا۔ اب سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اولیاء اللہ کی زیارت ہوئی۔ پیغمبروں کی ارواح طیبہ نے شفقت فرمائی۔ قصہ مختصر! اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت محمدیؐ کے ساتھ اللہ نے مجھ عاجز مسکین بندے کو محض اپنے فضل وانعام سے صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

ایک رات خواب دیکھا:

میں سراپا تقصیر بندہ....

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا محتاج اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا طلبگار..... دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک فوجی کی طرح Attention، جاں نثار غلاموں کی طرح مستعد، پُرجوش اور باحمیت نوجوان کی طرح آنکھیں بند کئے دربار میں حاضر ہوں۔ آہستہ روی کے ساتھ عشق و سرمستی کے خمار میں ڈوب کر دو قدم آگے آیا۔ عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

بات بہت بڑی ہے..... منہ بہت چھوٹا ہے۔ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اور آپؐ رحمت اللعالمین کا امتی ہوں۔ یہ جرأت بے باکانہ نہیں ہمت فرزانہ ہے۔ میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

یہ عاجز، مسکین، ناتواں بندہ آپ کی سیرتِ مبارک لکھنا چاہتا ہے۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
سیرت کے کئی پہلو ابھی منظر عام پر نہیں آئے۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
مجھے صلاحیت عطا فرمائیے کہ میں معجزات کی تشریح کر دوں"۔

میں نے بند آنکھوں سے..... اس لئے کہ میری آنکھوں کو یہ جرأت نہیں تھی کہ میں رُخِ زیبا کو کھلی آنکھوں دیکھ سکوں۔ میرا "اندر" یہ محسوس کرتا تھا کہ رُخِ انور کو دیکھنے کی نظر میں تاب نہیں..... محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ عاجز مسکین بندے کو ملاحظہ فرمایا۔ اور میں نے چہرہ انور پر مسکراہٹ دیکھی۔ میں اس سرمستی میں سالوں مدہوش رہا۔ خیالوں میں مگن، گھنٹوں ہوائی تحریریں لکھتا رہا..... ہر وہ کتاب جو سیرت سے متعلق مجھے دستیاب ہوئی اللہ نے پڑھنے کی توفیق عطا کی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ قبولیت کی گھڑی آگئی اور مجھ جیسے عاجز مسکین بندے نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول لکھنی شروع کر دی.....
الحمد اللہ!

اب کتاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... جلد سوئم جلوہ گر ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں پیغمبرانِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں مجھ عاجز مسکین کی مدحت کو قبول فرمائے اور یہ کتاب میرے بچوں اور میرے لئے توشۂ آخرت بنے..... آمین..... یارب العالمین۔

(دیباچہ کتاب : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جلد سوئم)

☆☆☆

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث، رشد و ہدایت اور تکوین کے شہباز، اہلِ بیت میں ایک ممتاز فرد، اللہ کے ولی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس کی سالانہ تقریبات 70 سے زیادہ شہروں میں منعقد کی گئیں۔
ان تقریبات میں جن خواتین و حضرات نے دامے درمے، قدمے سخنے جس طرح سے بھی اعانت کی میں اُن کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُن تمام کارکنان اور شریک مجالس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی طرزِ فکر عطا کرے اور ہمیں بامراد مقصد (عرفانِ نفس) کے حصول میں جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو
خواجہ شمس الدین عظیمی

نورِ بصیرت

مٹی کی لکیروں میں ہزاروں در ہیں
گر جھانکیئے کتنے میکدے اندر ہیں
مینا ہے، شرابِ ناب ہے، ساقی ہے
ذرّوں پہ جو غور کیجئے ساغر ہیں

(ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ)

تشریح

زندگی کے بارے میں روحانیت کے نظریہ کو ہم عام لفظوں میں Unconven-tional کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اہلِ روحانیت کے مطابق زندگی اپنی ابتدائی شکل میں ہر چیز میں موجود ہے۔ اگرچہ ذروں کی زندگی کی منازل عام انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن جب ایک اہلِ روحانیت شہود کی نگاہ (باطنی نگاہ یا تیسری آنکھ) استعمال کرتا ہے تو اسے ایک ذرہ کی اتھاہ گہرائیوں میں زندگی کی چہل پہل اور رونق اسی طرح نظر آتی ہے جیسے دنیا کے کسی مصروف بازار میں دیکھی جاتی ہے۔ قلندر باباؒ نے اس رباعی میں کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ انہیں مٹی میں بنی ہوئی لکیروں میں ہزاروں دروازے نظر آتے ہیں ان دروازوں کے اندر کئی میکدے نظر آتے ہیں جہاں دیگر وسائل بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح دنیا میں ہیں۔

(خواجہ شمس الدین عظیمی)

سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے یوم وصال کی مناسبت سے

مرکزی مراقبہ ہال، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی میں

سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی کتاب

محمد رسول اللہ ﷺ جلد دوم

پر ایک روزہ خصوصی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد

پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرونِ ممالک سے 400 سے زائد مندوبین کی شرکت

مہمانانِ خصوصی

ڈاکٹر ظفر سعید سیفی	وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی
ایس ایچ ہاشمی	نائب صدر آرٹس کونسل کراچی
سعود احمد مرزا	ڈی آئی جی ٹریفک اینڈ ہائی ویز سندھ
ڈاکٹر عبدالرشید	ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی

Scanned with CamScanner

حق الیقین

ہماری زمین پر اس وقت انسانوں کی آبادی 6 ارب سے زائد ہے۔ عقیدہ کی بنیاد پر انسانی آبادی کا شمار کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عیسائی ایک ارب نوے کروڑ، مسلمان ایک ارب سے زائد، ہندو 75 کروڑ، لادین 85 کروڑ، بودھ 25 کروڑ، سکھ ایک کروڑ سے کم، یہودی 50 لاکھ سے بھی کم تعداد میں ہیں۔ جی ہاں دنیا کی چھ ارب سے زائد آبادی میں یہودیوں کی تعداد 50 لاکھ سے بھی کم بتائی جاتی ہے۔ دنیا میں بڑی آبادی والے مذاہب میں عیسائیت، اسلام اور ہندو مذہب شامل ہیں۔ جبکہ اسلام کے علاوہ معروف اہلِ کتاب مذاہب میں عیسائیت اور یہودیت شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں اسلام سب سے جدید مذہب ہے۔

قدیم اور الہامی مذاہب میں سب سے کم عمر ہونے کے باوجود اسلام دنیا میں جس تیزی سے پھیلا، مذاہبِ عالم کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں۔ فروغِ اسلام کی بنیاد قرآن کی حقانیت، اسلام کے اصول و ضوابط کی انسانی فطرت سے ہم آہنگی و مطابقت، پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نشین اندازِ دعوت اور پُر اثر طریقہ کار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں اللہ کی مخلوق کے لئے رحمت و فلاح کے جذبات، دنیاوی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت، تدبر، معاملہ فہمی، وقت کے تقاضوں سے بھرپور آگہی اور ان کے مطابق بروقت مبنی بر حق تدابیر، نوعِ انسانی کی فلاح، بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے فرد اور ریاست کے حقوق و فرائض کا تعین۔ عورتوں کو حقوق کی فراہمی اور معاشرتی امور میں ان کے ساتھ یکساں سلوک، ریاستی معاملات چلانے میں شورائی نظام کا آغاز، ریاست کے تمام شہریوں کے لئے بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے حکومت کو ذمہ دار قرار دینا جیسے امور پر ہے۔

اسلام محض ایک نظریہ، محض ایک عقیدہ نہیں ہے، یہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ ایسا نظامِ حیات جو انسان کی تمام مادّی اور روحانی ضروریات ملحوظ سمجھتا ہے۔ انسان کی مادّی اور روحانی ضرورت کی اعتدال و توازن کے ساتھ تکمیل کے لئے قابلِ عمل اصول رہنمائی عطا کرتا ہے۔

فرد اور معاشرہ، ریاست اور حکومت کے لئے قرآن و سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ اصول و ضوابط ماہ و سال و صدیاں گزر جانے پر فرسودہ اور ناقابلِ عمل نہیں ہوگئے۔ ان شاندار اصول و ضوابط کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ ہر دور میں قابلِ عمل اور انسانی معاشروں کی فلاح و کامیابی کی ضمانت ہیں۔ یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ایک مکمل نظامِ حیات کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانوں کے معاملات و مسائل کے لئے اصول و فارمولے عطا فرمادیئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب کسی مخصوص رسوم و رواج یا وضع قطع کی لازمی پابندی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دور میں مبعوث ہوئے اس دور کا ایک مخصوص

رہن سہن اور طرزِ معاشرت تھا جیسا کہ ہر دور کا اپنا ایک مخصوص رہن سہن ہوا کرتا ہے۔ اس دور میں لوگ مخصوص انداز کے کپڑے پہنتے تھے، کھانے پینے، پڑھنے لکھنے کے لئے میز کرسی کے بجائے فرشی نشست کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ مرد داڑھی رکھا کرتے تھے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے مسلمانوں نے متعارف کرایا ہو بلکہ مکہ کے مسلم غیر مسلم سب ہی ایک ہی طرز بود و باش رکھتے تھے۔ جو لوگ ایمان لائے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کپڑے پھینک دینے، پرانے گھروں میں رہائش ترک کر دینے یا اسلام سے پہلے کے طرزِ زندگی کو تبدیل کرنے کو کہا ہو ایسی کوئی بات تاریخ میں نہیں ملتی الاماشاء اللہ بعض ایسی صورتوں کے جبکہ معاشرہ کی کوئی رسم براہِ راست عقیدہ توحید سے متصادم ہو یا اسلام کی کمزوری یا مرعوبیت کے اظہار کا سبب بنے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور دیگر صحابہ کے قبل از اسلام اور بعد از اسلام لباس، وضع قطع، رہن سہن یکساں تھے۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک رئیسوں کے متکبرانہ لباس پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹخنے سے نیچے زمین پر گھسٹنے والے پائنچے نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ اطلاع حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پائنچے ٹخنے سے نیچے ہو جاتے ہیں، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔

اسلام کسی مخصوص علاقائی یا قومی ثقافت کو اختیار کرنے پر ہرگز زور نہیں دیتا۔ کوئی خاص لباس، اسلامی یا غیر اسلامی نہیں ہے جو لباس مردوں اور عورتوں کے لئے ستر پوشی کے اسلامی احکامات کے مطابق ہے وہ درست ہے جو اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے خواہ وہ پینٹ شرٹ ہو، کرتا شلوار، پاجامہ ہو، عورتوں کی میکسی ہو، ساڑھی ہو، لہنگا ہو یا کوئی اور لباس ہو۔ بہت سے لوگ پینٹ شرٹ میں نماز کی ادائیگی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ شلوار قمیض، شیروانی یا واسکٹ کے ساتھ نماز ادا کرنا درست خیال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر لباس کا تعلق مذہب سے جوڑا جائے تو شلوار، شیروانی، واسکٹ تاریخی طور پر ہندوؤں سے وابستہ لباس ہے۔ جب مسلمان ایسے لباس میں جس کا رواج ہندو معاشرہ میں ہوا ہو نماز ادا کر سکتے ہیں تو ایسے لباس میں جو مغرب سے آیا ہو نماز ادا کرنے میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

لباس، داڑھی کا سائز، فرشی نشست یہ سب روایات ہیں۔ ان کا تعلق دین کی بنیادی تعلیمات اور بنیادی اصولوں سے جوڑنا درست نہیں ہے۔ دینِ اسلام محض چند روایات یا رسوم و رواج کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک انتہائی مؤثر، طاقتور، ہر دور اور دنیا کے ہر خطے کے لئے قابلِ عمل اصول و ضوابط پر مشتمل نظامِ حیات ہے۔ اس نظام کے ابدی اصولوں اور احکامات کے تحت تمام انسانوں کو بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ حقوق کے لحاظ سے عورت مرد کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ دن میں پانچ وقت نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، حج غرض تمام ارکان کی ادائیگی مرد عورت پر یکساں طور پر فرض ہے۔ تعلیم حاصل کرنا مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے۔ اسلام عقیدۂ توحید و رسالت پر کاربند رہنے کے بعد معاملات کی درستگی اور حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زور دیتا ہے۔ نماز کی ادائیگی کے ساتھ کئی مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے کے اسباب پر مسلسل غور کرنے کی ضرورت ہے۔

آج اگر کسی پاکستانی کو انڈونیشیا، سری لنکا، قطر یا امریکہ میں یکساں پُرکشش شرائط پر ملازمت اور ساتھ میں

نیشنلٹی کی پیشکش بھی کی جائے تو غالب امکان کے تحت اس کا جواب کیا ہوگا۔ گذشتہ دنوں میں نے یہ سوال لوگوں کے سامنے رکھا۔ جواب ملا۔ امریکہ !.....

حالانکہ مندرجہ بالا میں سے دو مسلمان ملک ہیں۔ شرائط ملازمت بھی یکساں ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی چوائس امریکہ ہوگی؟ جواب ملا امریکہ معاشی وسیاسی لحاظ سے دنیا کا سب سے مضبوط ملک ہے۔ وہاں کا نظام بہت اچھا ہے۔ گڈ گورنینس کے تحت معاشی و معاشرتی تحفظ کی وجہ سے لوگ امریکہ میں جابسنے کو ترجیح دیں گے۔

ایسی ہی صورتحال بلکہ اس سے کئی زائد اعلیٰ خصوصیات کی حامل اسلامی ریاست تھی۔ آغازِ اسلام میں دنیا بھر کے لوگ جب اسلامی ریاست میں جان و مال کے تحفظ معاشی خوشحالی، حکمرانوں اور عوام کے درمیان پُر اعتماد تعلق، حکمرانوں تک عوام کی رسائی اور احتساب وجواب طلبی کے واقعات، معاشرہ کے کمزور طبقات کو مکمل تحفظ، تعلیم کے فروغ، علوم و فنون کی ترقی اور دوسری مثبت انقلابی تبدیلیوں کے بارے میں آگاہ ہوتے تھے تو ان کے ذہن و قلب اسلامی نظام اور اسلامی ریاست کے معترف و معتقد ہو جایا کرتے تھے۔ اس دور کی مضبوط رومی اور فارسی سلطنتوں کے عوام اسی طرح زندگی گزارنے پر مجبور تھے جیسے آج تیسری دنیا کے جاگیردارانہ تسلط کے معاشرے کے لوگ زندگی گزارتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے باسی ایسی شان سے رہا کرتے تھے جس شان اور احترام کا آج امریکن شہری حامل ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار تعلیمات نے انسان کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے سجدہ ریز کیا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے انسانوں کے مابین مبنی بر حق و انصاف تعلقات، معاملات کی درستگی، عدل و احسان، ایفائے عہد، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون، باہم اخوت و محبت کے جذبات کو فروغ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے حکمرانوں کو سکھایا کہ حکومت کے اصل فرائض کیا ہیں اور انہیں کیسے ادا کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے دنیا نے جانا کہ حکومت کا اصل کام ریاست کے عوام کو امن وامان اور جان و مال کا تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اس کے ساتھ اسلامی ریاست کا کام تمام شہریوں کو روزگار کے مساوی مواقع کی فراہمی ہے۔

آج جب اسلام کی تبلیغ کا ذکر ہوتا ہے تو سارا زور عبادت کے فرائض و نوافل کی ادائیگی پر، داڑھی رکھ لینے پر اور مغربی لباس ترک کرکے مخصوص وضع قطع کا لباس اختیار کر لینے پر ہوتا ہے۔ حقوق العباد، معاملات، تعلیم و تحقیق، متحرک سیاسی حکمت عملی، انصاف و مساوات پر مبنی معاشی پالیسیوں جیسے امور پر اسلام کے احکامات کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے انحراف کرکے روایات و فروعات کو اسلامی معاشرہ پر مسلط ہونے دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ارب سے زائد اسلامی اُمہ بنی اسرائیل کے چند لاکھ لوگوں کی شرارتوں اور سازشوں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئی۔

مسلمانوں نے بھی تبلیغ اسلام کی ذمہ داری مذہب کا ایک مخصوص و محدود فہم رکھنے والے طبقہ پر ڈال کر فرض کفایہ کی طرح خود کو بری الذمہ سمجھ لیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مخصوص مذہبی فہم رکھنے والے طبقہ سے خود تمام مسلمان بھی متفق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود تبلیغ کا مقدس کام محض ایک طبقہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

دینِ اسلام کی تبلیغ وہ مقدس و محترم عمل ہے، جو بعثت کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام

دیا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد اس مقدس کام میں آپ کے ساتھ خاتونِ جنت حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت جعفر طیار رضی اللہ علیہم اجمعین جیسی محترم و سعید ہستیاں شامل ہوئیں۔ یہ سب اس معاشرہ کے عام لوگ نہیں تھے۔ یہ اپنے دور کے ممتاز لوگ تھے۔ ان کا شمار معاشرہ کے معززین واکابرین میں ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ رسول اللہ کے شدید مخالفوں میں سے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ عمر سے اسلام کو تقویت حاصل ہو۔ حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے اور پھر آپ بھی تبلیغ کے کام میں شریک ہوگئے۔ آج بھی اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ کیا ہو؟۔ اس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر ممتاز و معتبر مسلمان تبلیغ سے خود کو جوڑ لے۔ محض ظاہری رسوم و رواج پر زور دینے کے بجائے اسلام کی حقیقی انقلابی تعلیمات سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ یہ کام چند مولویوں پر چھوڑ دینے کے بجائے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ سر انجام دیں۔ حکمران اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ دین کا درست فہم حاصل کرنے کے لئے جتنا زیادہ ہو سکے توجہ صرف کریں۔ حکمرانوں کا فرض ملکی معاملات نمٹانے، ملکی سالمیت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ دین و عقیدہ کا تحفظ بھی ہے۔ یہ امر اشد ضروری ہے کہ اسلامی ریاست دین کے صحیح فہم کو مناسب طور پر اُجاگر کرنے میں اپنا کردار پوری تندہی کے ساتھ سر انجام دے۔ اس بات کا خیال رکھنا مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام دونوں کی ذمہ داری ہے کہ دینِ اسلام کسی تنگ نظر متعصب روایت پرست طبقہ کے ہاتھوں یرغمال ہو کر نہ رہ جائے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلام نوعِ انسانی کے لئے دنیا اور آخرت میں فلاح و کامیابی کی ضمانت ہونے کی وجہ سے دنیا میں پھیلا۔ اسلام کا فروغ اس کے اعلیٰ وارفع اصولوں اور اہلِ ایمان کے مثبت طرزِ عمل کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اسلام کے فروغ میں جارحیت یا تشدد کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ تلوار کے زور پر علاقے تو فتح کئے جا سکتے ہیں لیکن کوئی نظریہ یا عقیدہ تلوار کے زور پر فروغ نہیں پا سکتا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اسلام کی حقیقی تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تبلیغ کا انداز ایسا ہونا چاہئے کہ غیر مسلم معاشرہ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، ممتاز سر کردہ افراد اس کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اگر آج ڈاکٹر عبد القدیر یا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن جیسے کسی مسلم عالم کی کوششوں سے کارل ساگان، اسٹیفن ہاکنگ یا نوم چومسکی جیسا کوئی شخص اسلام قبول کر لے تو کیا اس سے غیر مسلم معاشرہ پر اسلام کا بہت مثبت اثر نہیں ہوگا؟ اگر آج غیر مسلم قوم سے تعلق رکھنے والا کوئی بڑا سائنسدان، کوئی حکمران یا کوئی بڑا سیاست دان یا کوئی اور ممتاز شخص اسلام قبول کر لے تو یقیناً یہ عمل موجودہ دور میں اسلام کو تقویت اور اس کے پیغام کے فروغ میں سہولت کا سبب بنے گا۔

اسلام دشمن ذہن بڑی چالاکی سے دنیا کو اسلام سے خوفزدہ کرنے میں مصروف ہے۔ آج مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کو باور کرائیں کہ اسلام سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے۔ ایک بار یہ عمل چل پڑے تو انشاء اللہ قرآن کی حقانیت خود ہی دلوں میں گھر کر لے گی۔

وما علینا الا البلاغ

وقار یوسف عظیمی

دبستانِ خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح سپردِ ڈاک کریں کہ ہمیں مہینے کی پندرہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

چٹائی کا کونا اور تسبیح

"تصوف دنیا بیزاری کی تعلیم نہیں دیتا" بہت مفید عام مضمون ہے۔ اس مضمون میں تصوف کے مخالفین کے اختلافات اور تصوف کے بعض روایت پسند و پسماندہ ذہن کے حامیوں کے غلط طرزِ فہم کو یکساں طور پر دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں نے غور کیا کہ صوفیائے کرام کے کردار کو اکثر جگہ صحیح طرح سے پیش ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے تذکروں میں یہ تذکرہ مشکل ہی سے ملتا ہے کہ ان کا پیشہ کیا تھا، وہ اپنے گھر والوں سے کیسا سلوک روا رکھتے تھے، پیشہ ورانہ ذمہ داریاں کیسے ادا کرتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ چٹائی کے اوپر تسبیح لئے بیٹھے رہتے تھے جب بھوک لگتی تھی تو چٹائی کا کونا اٹھا کر اشرفیاں نکالتے ہوں گے اور انتظام ہو جاتا ہوگا۔ حقیقت پسندی اور دنیاوی فہم کا تاثر اکثر تحریر و تقریر میں دکھائی نہیں دیتا حالانکہ صوفیائے کرام نہایت متوازن روحانی اور دنیاوی کردار کے حامل تھے۔ نہ جانے کیوں اس حقیقت کو چھپایا گیا یا پھر بعض ایسے تذکرہ نگاران صوفیائے کرام کی طرزِ فکر کو سمجھ ہی نہ سکے اور اپنے محدود ذہن کے مطابق باتیں نوٹ کرکے باقی کو نظر انداز کردیا۔

(مسرت حسین۔ اسلام آباد)

اپنوں کی بے وفائی۔ غیروں کے ستم

ایک خبر کے مطابق امریکی حکومت نے 11 ستمبر کے حادثہ کے بعد ملک میں دہشت گردی کے لئے ایک قانون کی منظوری دی ہے جس کا اطلاق ایسے غیر ملکی تارکینِ وطن پر ہوگا جو ہوٹلز اور ریسٹورنٹس میں کم اجرت پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پچھلے دنوں یہ خبریں بھی اخبارات میں جلی حروف سے شائع ہوئیں کہ امریکہ کے مختلف ایئرپورٹس میں مسلمان خواتین کے ساتھ ہتک آمیز رویہ روا رکھا گیا۔ اس کے علاوہ بھی وہاں مسلمان تارکینِ وطن کو بے شمار مسائل کا سامنا ہے۔ بہت سے لوگ جیلوں میں کسی بھی جرم کے بغیر تحویل میں لئے جا چکے ہیں اور ان کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جارہا ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا دہشت گردی کی صحیح تعریف متعین کرے۔ امریکا دہشت گردی کے امکانات کو کم نہیں بلکہ مزید بڑھا رہا ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز اور افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک کا رویہ بھی خصوصاً پاکستانیوں کے ساتھ سخت ہوگیا ہے۔ اسی طرح واحد اسلامی ایٹمی ملک کو ایک بزدل پڑوسی ملک بعض طاقتوں کی ایماء پر مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے مگر اب تک کسی اسلامی ملک نے اُسے عملی طور پر تنبیہہ نہیں کی ہے۔ دہشت گردی اور مسلم اُمہ کی حالتِ زار پر مضمون بہت غور طلب تھا جس میں موجودہ صورتحال کی مناسبت سے قلندر بابا اولیاءؒ کے اقوال سے رہنمائی لی گئی تھی۔ مجموعی طور پر "قلندر بابا اولیاء نمبر" فکری مضامین سے پُر تھا۔

(سید مصطفیٰ علی۔ راولپنڈی)

بڑے پیر صاحبؒ کا ایک قول

"گیارہ سلاسل کے خانوادہ" میں بڑے پیر صاحبؒ کا یہ قول پڑھا "عبادت عادت ترک کردینے کا نام ہے عادت بنا لینے کا نام نہیں"۔ میں اس قول کے مفہوم پر بہت غور کرتا رہا بظاہر یہ بات ایک عجیب اور ناقابلِ فہم بات لگتی ہے مگر میرا ایمان ہے کہ تلاش و جستجو سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ مجھے اس کا جواب مضمون "بصارت اور بصیرت" میں مل گیا جس کے مضمون نگار نے مختلف مثالوں اور وضاحتوں کے بعد بتایا کہ مراقبہ کرنے سے آدمی کی ذہنی استعداد میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوتا ہے اور مستقل مزاجی سے پوری یکسوئی کے ساتھ مراقبہ کرنے کا رزلٹ وہ خود اور اُس کے ارد گرد کے لوگ بھی محسوس کرلیتے ہیں اس لئے آدمی کو یہ چیک کرتے رہنا چاہیے کہ کیا وہ مراقبہ کے نتائج حاصل کر رہا ہے یا نہیں؟ مذہبی

عبادات میں غور کریں تو نماز، روزہ اور حج وغیرہ میں بھی مقصدیت اور حکمت پوشیدہ ہے اگر کوئی آدمی اس مقصد تک نہیں پہنچ سکا ہے اور اس کے اندر کوئی مثبت تبدیلی نہیں آسکی ہے تو اسے بھی اپنے آپ کو چیک کرنے کی ضرورت ہے۔ جب کوئی فرد عبادت کو عادت بنالیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو چیک کرنے کا عمل ترک کردیتا ہے۔ جب خود احتسابی اور خود آگاہی کا عمل ہی رک جائے تو عبادت کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے اور وہ صرف ایک رسم بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی لئے بڑے پیر صاحبؒ نے فرمایا "عبادت عادت ترک کردینے کا نام ہے عادت بنالینے کا نام نہیں"۔

(قمر سلیم جیلانی۔ حیدر آباد)

قرآن فہمی اور ہم

جنوری 2002ء کے شمارے میں مضمون "قرآن فہمی اور موجودہ دور کے تقاضے" بہت پسند آیا۔ اس مضمون کے ذریعے معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے راستے میں کس قدر رکاوٹیں کھڑی کردی گئی ہیں۔ ورنہ پہلے ہم یہی سمجھتے تھے کہ قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنا لوگوں کا ذاتی فعل اور تساہل ہے مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ نفسیاتی طور پر ٹریپ کرکے عام آدمی کو قرآن سے اتنا خوفزدہ کردیا گیا ہے کہ وہ قرآن کے مفہوم کی طرف جانے سے خوفزدہ ہوجاتا ہے۔ ترجمہ پڑھنے کا ثواب نہیں ملتا، اپنے مسلک کے عالم کے بغیر ترجمہ پڑھنے سے گمراہ ہوسکتے ہو، قرآن میں اگر زیر زبر کی الٹ پھیر کردی تو کافر ہوجاؤ گے ایسی باتوں کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ عام آدمی یہ سوچتا ہے کہ صرف عربی ہی پڑھ لوں تو بچت میں رہوں گا ثواب تو ملے گا۔ اب مجھے یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنے میں عام لوگوں سے زیادہ وہ لوگ قصوروار ہیں جو اختلافات کی بنیاد پر ترجمے اور تفسیریں کرکے انتشار پھیلا رہے ہیں۔

(شبانہ ناز۔ باغبان پورہ، لاہور)

روحانی ڈائجسٹ FM ایڈیشن

میں نے FM 101 پر روحانی ڈائجسٹ ایف ایم ایڈیشن سنا تو فوراً ہی روحانی ڈائجسٹ منگوایا جب روحانی ڈائجسٹ کا مطالعہ کیا تو مجھے بہت پسند آیا اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ہر عمر کے افراد کی ضرورت ہے، دین دنیا کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جس سے ہم ابھی تک واقف نہیں تھے۔ یہ ایک قسم کا ہمارے لئے رہبر کا کام کررہا ہے اب میں انشاء اللہ اسے باقاعدہ خریدا کروں گی اور میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ (آمین) روحانی ڈائجسٹ کو پڑھ کر مجھے نئی روشنی مل گئی۔

(زینب رحمان۔ کراچی)

قرآن ایک بحر بیکراں

جنوری کے شمارے میں "قرآن فہمی اور موجودہ دور کے تقاضے" بڑی فکر انگیز تحریر ہے۔ قرآن حکیم اسرار و رموز کا ایک بحر ذخار ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس بحر بیکراں میں شناوری اور غواصی کی جو کوششیں علماء کی جانب سے کی گئی ہیں ان میں سے کسی کو حرف آخر کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ ایک مثال پیش کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔ دوسرے پارے کی مشہور آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم خوف، بھوک، مال، جان اور ثمرات کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے"۔ اول الذکر چار تو واضح ہیں لیکن مختلف مترجمین نے "ثمرات" کا ترجمہ پھل، پیداوار، اولاد یا آمدنیوں کا گھاٹا کیا ہے۔ لیکن راقم الحروف کی ناقص رائے میں یہ تمام چیزیں مال یا جان کے نقصان میں پہلے ہی شامل ہیں اور ان کا اسی آیت میں دوبارہ تذکرہ کرنا قرآن کی فصاحت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے کلام پاک کی منظوم تفہیم "تنویر حرا" میں اس کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے ۔

پریشانی میں کرکے مبتلا ہم امتحاں لیں گے!
تمہارا ضبط دیکھیں گے تمہارا صبر دیکھیں گے!!
کبھی کچھ خوف و فاقہ سے، زیاں سے مال اور جاں کے
کبھی اچھائی کا ثمرہ بھی فوراً تم نہ پاؤ گے!

(تنویر پھول۔ گلشن سرسید، کراچی)

طارق محمود کو مبارکباد

سائنس دانوں کے مطابق ہمارے حواس خمسہ کسی بھی احساس کی وجہ بنتے ہیں۔ ہر حس کا تعلق کسی نہ کسی جسمانی عضو سے ہے مثلاً چکھنے کی حس زبان پر، سونگھنے کی ناک پر اور سننے کی کان میں ہوتی ہے۔ طارق محمود صاحب نے اپنے مضمون میں پانچ ظاہری حواس کے علاوہ چند دوسرے حواس کا بھی سائنسی تجزیہ کیا ہے۔ اس کے لئے میں تہہ دل سے ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ان کے مضمون کی روانی اور آسان زبان قاری کی دلچسپی ختم نہیں ہونے دیتی۔ میرا خیال ہے طارق محمود صاحب نے حواسِ خمسہ کے علاوہ جو حواس بیان کئے ہیں اصل میں حواس کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ بات طارق محمود صاحب کے علم میں بھی ہے امید کرتا ہوں کہ وہ اس موضوع پر مزید کام کریں گے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ پر

Scanned with CamScanner

شائع ہونے والے سلسلہ مضامین کا بھی میں نے بہت توجہ اور دلچسپی سے مطالعہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ طارق محمود صاحب کے زورِ قلم میں مزید اضافہ فرمائے۔ (آمین)

(ڈاکٹر مقصود الحسن۔ صدر، پشاور)

دیئے سے دیا جلتا ہے

جنوری 2002ء کا قلندر بابا اولیاءؒ نمبر میرے ہاتھوں میں ہے میں اس جریدے کی ابتداء سے ہی اس کا قاری ہوں اور عظیمی صاحب کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرچکا ہوں۔ عظیمی صاحب بلاشبہ مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت انجام دے رہے ہیں اور ان کی کتابیں علم کا خزانہ ہوتی ہیں۔ ان کی تصانیف کا پورا سیٹ میرے پاس موجود ہے۔ ایک روز "قلندر شعور" میرے پاس تھی اور میں کراچی سے میرپور خاص کے سفر کے دوران اس کا مطالعہ کررہا تھا۔ میرے سامنے کی سیٹ پر ایک ماں اور ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ دونوں لڑکیاں پڑھی لکھی تھیں۔ میں نے ستانے کے لئے چند لمحہ اس کتاب کو رکھ لیا۔ ایک لڑکی نے یہ کتاب مجھ سے مانگ لی، میں نے فوراً اس کو یہ کتاب دے دی انہیں حیدر آباد اُترنا تھا، وہ لڑکی مسلسل ایک گھنٹہ تک اس کتاب کا مطالعہ کرتی رہی میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا یہ کتاب ان کو پسند آئی ہے؟... جواب میں فرمایا گیا کہ "انکل! پہلی مرتبہ اتنی بہترین کتاب دیکھی ہے میں نے وہ کتاب ان کو دے دی اس درخواست کے ساتھ کہ روحانی ڈائجسٹ کا بھی ہر ماہ مطالعہ کیا کریں کیونکہ اس میں بھی ایسے ہی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ میں نے اس خیال سے ان کو کتاب دی کہ اگر میرے اس عمل سے کوئی ایک بندہ کا تعلق بھی خدا سے قائم ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے ایک فرض ادا کردیا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کیا ہے میری نظر میں قرآنی علوم کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جنوری کے شمارے میں 290 صفحات میں تقریباً 65 مضامین میں سے ایک بہترین مضمون منتخب کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے مشکل ترین کام ہوگا۔ کیونکہ ہر مضمون ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ روحانی ڈائجسٹ نے سمندر کو کوزہ میں سمو کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی آپ نے خدمتِ خلق کے تحت جو بیڑا اٹھایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا نیک فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

(اکرم خان۔ عمر کوٹ روڈ، میرپور خاص)

ہمہ جہت مضامین

دسمبر کا شمارہ ملا اس رسالہ کو علم کا بحرِ دیکراں کہا جاسکتا ہے اس میں روحانیت، ادب، فنونِ لطیفہ، مذاہب اور طب وغیرہ سب ہی کچھ تو ہے۔ میرے گھر کے تمام افراد روحانی ڈائجسٹ کو انتہائی شوق سے پڑھتے ہیں اس میں ایوانِ فکر کے سلسلہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

(محمود خاور۔ سانگھڑ)

..... نفسیاتی مضامین کے شعبے میں رخسانہ کوثر روحانی ڈائجسٹ کے مضمون نگاروں میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ جنوری 2002ء میں کئی مہینوں کے بعد انہوں نے "ادراک" تحریر کرکے پچھلے مہینوں کی تشنگی پوری کردی۔ لفظ ادراک پڑھ کر اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ موضوع بہت خشک محسوس ہوگا لیکن رخسانہ کوثر نے اس موضوع کو نہایت دلچسپ انداز میں مثالوں کے ذریعے روحانیت سے اس طرح منسلک کیا ہے کہ ذہن کہیں الجھتا نہیں۔ سید اسد علی کے مضمون "خدمتِ خلق کی سائنس" کی تعریف کرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ انہوں نے تو مخلوقِ خدا کی خدمت کو ہمارے روحانی، ذہنی اور جسمانی فائدے کا ذریعہ ثابت کردیا ہے وہ بھی سائنسی تناظر میں۔ محمد طاہر قریشی بھی بہت مفید معلومات دے رہے ہیں۔ ان کے بتائے گئے طریقے کے مطابق میں نے اپنے کمپیوٹر میں کامیابی سے ونڈوز انسٹال کرلی ہے۔

(محمد سلین۔ لاہور)

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

خاندان ..... بہت سے رشتوں کا نام ہے۔ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بہو، داماد، بہن اور بھائی۔ یہ یا ان میں سے کئی رشتوں سے خاندان بنتا ہے۔ ان مضبوط رشتوں میں بعض اوقات دراڑیں بھی پیدا ہونے لگتی ہیں۔ تلخی اور ترش روی پیدا کرنے والے رویے ..... ہر ماہ روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر کسی ایک رشتے کا جائزہ اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے رہنمائی.....

Scanned with CamScanner

روحانی فورم

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ گذشتہ 23 سال سے اپنے معزز قارئین کی روحانی و علمی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ الحمدللہ روحانی ڈائجسٹ کو اپنے قارئین کا بھرپور اعتماد، محبت اور تعاون حاصل ہے۔ اپنے قارئین کی مزید علمی خدمات سرانجام دینے کے لئے ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے "روحانی فورم" تشکیل دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اس فورم کے تحت مختلف اہم موضوعات پر مجالس مذاکرہ منعقد کی جائیں گی جن میں ملک کے ممتاز دانشوروں کو اظہارِ خیال کی دعوت دی جائے گی۔ روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لئے قرآن فہمی، احادیث النبی ﷺ کی تفہیم اور دیگر روحانی موضوعات کے پروگرام منعقد کیے جائیں گے۔ معلومات عامہ کے مقابلے ہوں گے۔ وقتاً فوقتاً روحانی ڈائجسٹ کے مضمون نگاروں کے لئے ایوارڈ کے پروگرامز ہوں گے۔ ان پروگراموں میں ہماری نوجوان نسل کو صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ ان مواقع پر روحانی ڈائجسٹ کے ایسے قارئین کو شرکت کی دعوت دی جائے گی جو "روحانی فورم" کے ممبر ہوں گے۔ یہ فورم ایک خالصتاً غیر سیاسی فورم ہے اور اس کی رکنیت کی بھی کوئی فیس نہیں ہے۔

جو قارئین اس فورم کی رکنیت حاصل کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل فارم پُر کرکے ہمیں ارسال کردیں۔

❀.... فارم برائے رکنیت روحانی فورم ....❀

نام.................. ولدیت.................. صنف.................. عمر..................

ازدواجی حیثیت.................. تعلیم.................. مشاغل (علیحدہ صفحہ پر تحریر کرکے منسلک کریں)

اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر کوئی ایوارڈ / سند / سرٹیفکٹ حاصل کیا..................

پیشہ.................. ای میل ایڈریس..................

خط وکتابت کا پتہ..................

.... فون نمبر / موبائل نمبر..................

روحانی ڈائجسٹ کے حصول کا ذریعہ (نشان لگائیں)

☐ بک اسٹال ☐ ڈاک ☐ لائبریری ☐ دوست یا احباب ☐ دیگر..................

روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے آپ کے پسندیدہ مضامین یا مستقل سلسلے

1.................. 2.................. 3.................. 4..................

5.................. 6.................. 7.................. 8..................

علمی، سماجی، پروفیشنل یا ادبی تنظیم سے وابستہ ہیں تو اس کی تفصیل..................

....

آپ کے پسندیدہ موضوعات (نشان لگائیں)

☐ علوم قرآنی ☐ سیرتِ طیبہ ﷺ ☐ اسلامی علوم ☐ روحانی علوم ☐ مذاہب ☐ تصوف

☐ تاریخ ☐ سائنس ☐ انفارمیشن ٹیکنالوجی ☐ معاشیات ☐ سیاسیات ☐ قانون

☐ تعلیم ☐ نفسیات ☐ طب ☐ ادب ☐ عمرانیات ☐ حسن وصحت

☐ امورِ خانہ داری ☐ باورچی خانہ / پکوان ☐ سیر وسیاحت ☐ اسپورٹس ☐ حالاتِ حاضرہ ☐ دیگر

بہ روحِ قلندر باباؒ

بابِ عرفاں بہ جہاں وا کردی
تشنہ گاں راہماں ہمراہ کردی
فیض لاہوت تُرا دست آمد
بندہ گاں را راہِ خدا کردی
رمزِ توحید کہ خود آموختی
یک جہاں رلبہ آشنا کردی
فیض آں نور تُرا دل افتاد
یک زماں رلبہ روشنا کردی
اے "عظیماں" بیایدید امروز
خواجہ ماجگو! صدا کردی
فیض آں نور تاجہاں آباد
حمد اور صبح ہم مسا کردی

حق نواز خلیل

لبیک اللھم لبیک

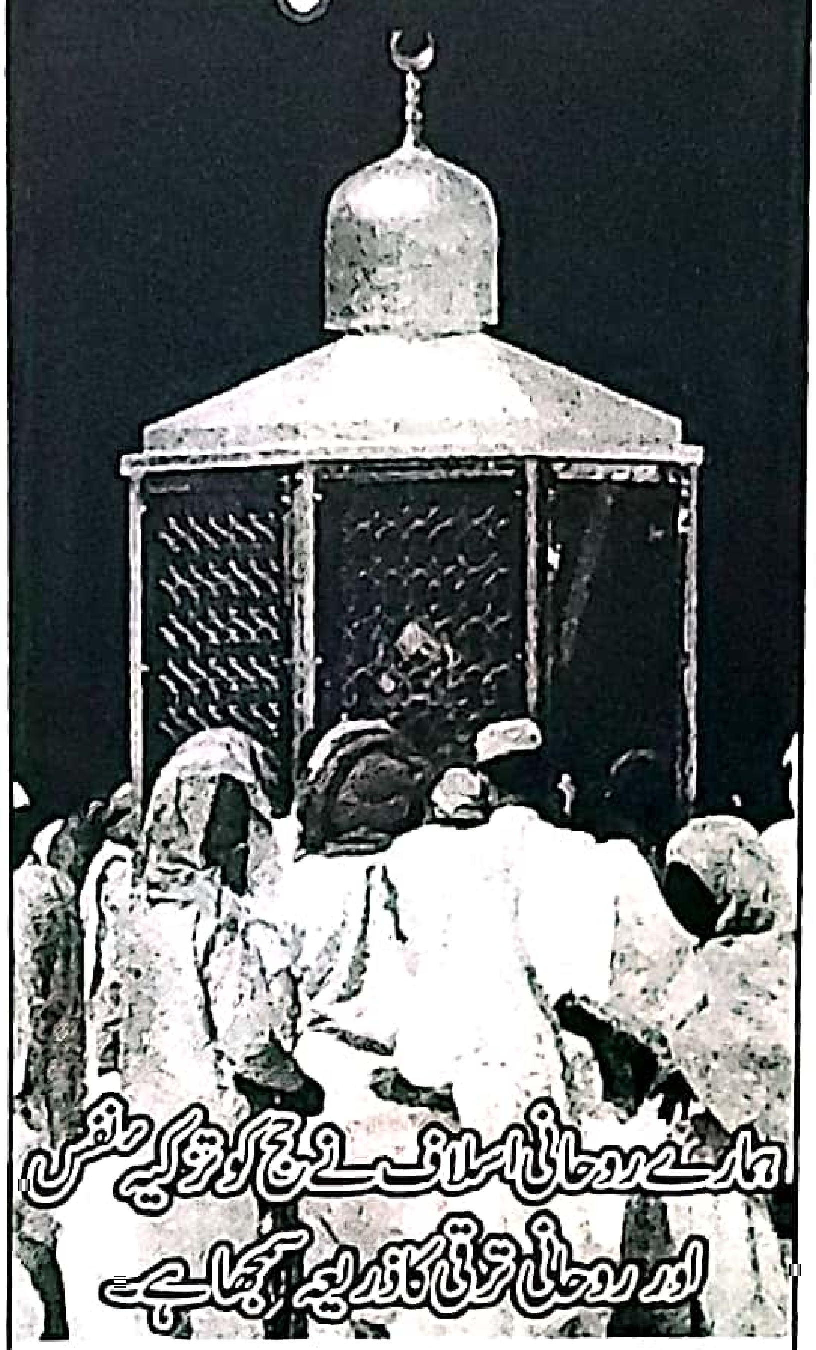

محمد اقبال جیلانی

اللہ تعالیٰ کی توفیق و مہربانی سے لاکھوں مسلمان ہر سال بیت اللہ شریف میں حج کی سعادت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اس موقع پر لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ایک ساتھ مل کر رب العالمین کی بارگاہ میں اپنی جبینیں جھکاتے ہیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور قربانی پیش کرتے ہیں۔ یہ قربانی وقت اور مال کی بھی ہوتی ہے اور دنیاوی تعلقات کی بھی..... اور آرام و آسائش کو بھی وہ عارضی طور پر تج دیتے ہیں۔

حج بیت اللہ ایک عظیم سعادت ہے اور کتنے ہی دل اس سعادت کے حصول کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعاگو رہتے ہیں۔ بے شمار مسلمان جن میں بزرگ، جوان اور مرد و خواتین سب ہی شامل ہیں اپنے سینے میں اللہ کے گھر کی دید کی حسرت رکھتے ہیں۔ طوافِ کعبہ کا انتظار، صفا و مروہ تک پہنچنے کی خواہش اور چاہِ زم زم سے سیراب ہونے کی تڑپ ان کو مضطرب رکھتی ہے۔ خوش نصیب اور سعید ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سال بھی دوسرے ممالک کی طرح ہمارے ملک سے بھی کثیر تعداد میں عازمینِ حج فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ خوش نصیب لوگ اس پاکیزہ فریضے کی ادائیگی کی خصوصی تیاری کر رہے ہیں۔ حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ''جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا اور میرا یہ گھر ان لوگوں کے لئے پاک رکھو جو طواف کرنے والے، قیام کرنے والے، رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ لوگ تمہاری طرف دنیا کی دور دراز راہوں سے پاپیادہ اور ہر طرح کی سواریوں پر آیا کریں جو (مشقتِ سفر سے) تھکی ہوئی ہوں۔ وہ اس لئے آئیں کہ اپنے فائدہ پانے کی جگہ میں حاضر ہوجائیں اور ہم نے ان کو جو پالتو جانور مہیا کردیئے ہیں ان کی قربانی کرتے ہوئے مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں۔ پس قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ پھر قربانی کے بعد وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور اس خانۂ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں''۔ (سورۂ حج۔ آیت 26 تا 29)

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی جسمانی اور روحانی طور پر شریک ہوتا ہے۔ یہ آدمی کے تزکیۂ نفس اور اخلاقی تربیت کا بھی ذریعہ ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے صرف اللہ کے لئے حج کیا اور بدکلامی، بدگوئی اور گناہوں سے اپنے

آپ کو محفوظ رکھا وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسا اُس دن تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا"۔

اس فرمان سے دو باتیں سامنے آئیں ایک یہ کہ حج خالصتاً اللہ کے لئے کیا جائے اور دوسری کوئی منفعت اس میں شامل نہ ہو۔ حج کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کی معرفت ہو۔ معرفتِ الٰہی کا حصول حج کا لطیف روحانی پہلو ہے جبکہ سرورِ کونین ﷺ کے فرمان کے مطابق حج کا دوسرا مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ یعنی آدمی اعلیٰ اخلاقی صفات کا حامل ہو جائے۔ تزکیۂ نفس اور عرفانِ الٰہی ہی حج بیت اللہ کے سب سے اہم اور ضروری مقاصد ہیں جو ایک سچا مسلمان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حج کے ظاہری وظائف پورے کرنے، اذکار و ادعیاء اور ارکانِ حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی ہونی چاہئے کہ حج کے روحانی وظائف بھی پورے کئے جائیں۔

ہمارے روحانی اسلاف نے حج کو تزکیۂ نفس اور روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھا ہے۔ ایسے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں کہ روحانی بزرگوں نے حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے روحانی فیضان کا مشاہدہ کیا اور روحانی واردات و کیفیات سے گزرے۔

حج کے موقع پر روحانی بزرگوں کی روحانی کیفیات اور مشاہدات سے پہلے حج کی روحانی غرض و غایت بیان کرتے ہیں۔ جو حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک مکالمے سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپؒ نے اس سے پوچھا "کافی دنوں سے نظر نہیں آئے۔ کہاں رہے؟"

اس نے جواب دیا "حج پر گیا ہوا تھا"۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے اس سے پوچھا "جب حج کے لئے روانہ ہوتے وقت تم نے اپنے گھر کو خیر باد کہا تو کیا تم نے تمام گناہوں کو بھی خیر باد کہا تھا یا نہیں؟"

اس نے نفی میں جواب دیا "نہیں ایسا تو نہیں ہوا"۔

"پھر تم نے کیسا حج کیا؟! اچھا یہ بتاؤ کہ اس سفر کے دوران تم نے جس منزل پر بھی پڑاؤ کیا، کیا اس موقع پر تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کوئی منزل طے کی؟"

"نہیں"۔ اس شخص نے جواب دیا

"پھر تم نے منزلیں طے ہی نہیں کیں۔ یہ بتاؤ جب تم نے میقات پر احرام باندھا تو کیا تم اپنی بشری صفات سے بھی اسی طرح جدا ہو گئے جیسے تمہارے کپڑے تمہارے جسم سے جدا ہوئے؟"

"ایسا تو نہیں ہوا"۔

"پھر تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم عرفات کے میدان میں کھڑے ہوئے تو کیا تم کو لمحہ بھر کے لئے ہی سہی مشاہدۂ حق میں کھڑا ہونا نصیب ہوا؟" اس شخص کا جواب پھر نفی میں تھا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا "پھر تم نے عرفات کا قیام ہی نہیں کیا۔ جب تم مزدلفہ گئے تو کیا دلی مراد پالی اور تمام نفسانی مرادوں کو ترک کر دیا؟" اس نے انکار میں جواب دیا

"پھر تم نے در حقیقت مزدلفہ بھی نہیں کیا۔ یہ بتاؤ جب تم نے بیت اللہ کا طواف کیا تو کیا باطن کی آنکھ سے تنزیہہ کے مقام میں حق تعالیٰ کے جمال کو بھی دیکھا"۔

اس نے کہا "نہیں"۔

"پھر تو تم نے طواف ہی نہیں کیا۔ اچھا جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا تم نے صفا (پاکیزگی) اور مروہ (نیکی) کا مقام بھی حاصل کیا؟"

"جی نہیں"۔

"تو تم نے سعی نہیں کی۔ اچھا جب تم مقام منیٰ میں آئے تو کیا تمہاری تمام منیٰ (خواہشیں) ختم ہو گئیں؟"

"نہیں" اس نے شرمندگی سے کہا

"تم ابھی منیٰ ہی نہیں گئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم قربان گاہ پر گئے تو کیا تم نے ذبیحہ کے ساتھ اپنی تمام خواہشاتِ نفسانی کو بھی قربان کر دیا؟"

"جی نہیں"۔

"پھر تم نے قربانی نہیں کی۔ جب تم نے رمی (کنکریاں پھینکنے کا عمل) کیا تو کیا تم نے دنیاوی خیالات کو بھی اپنے سے دور پھینک کر کامل یکسوئی حاصل کی؟"

اس شخص نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ اس موقع حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا "پھر تم نے کنکریاں نہیں پھینکیں اور درحقیقت حج کے شعائر ہی ادا نہیں کیے۔ واپس جاؤ اور اسی طریقے پر حج کرو جس طریقے پر میں نے تمہیں بتایا ہے تاکہ تم مقامِ ابراہیم تک پہنچ سکو"۔

حضرت بایزید بسطامیؒ صاحب جذب و سلوک روحانی بزرگ تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا ایک قول بیان کیا ہے۔ "حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں میں نے جب پہلی مرتبہ حج کیا تو سوائے خانہ کعبہ کے کچھ نہ دیکھا۔ دوسری مرتبہ حج کو گیا تو اللہ کے گھر کو بھی دیکھا اور گھر والے کو بھی۔ تیسری مرتبہ حج کے لئے گیا تو مجھے چار سو گھر والا یعنی اللہ تعالیٰ ہی نظر آیا اور گھر نظر نہ آیا"۔

حضرت عبداللہ یافعیؒ اپنی کتاب "نزہتہ البساطین" میں ایک روحانی بندے کی معرفت کا احوال یوں بیان کرتے ہیں "شیخ ابو العباسؒ خضر وقت تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ابدال سے پوچھا آپ نے کسی اللہ کے دوست کو دیکھا جو آپ سے درجے میں بڑا ہو؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ میں حج کے زمانے میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں گیا۔ وہاں ایک طرف عبدالرزاق کو دیکھا جو اپنے شاگردوں کو حدیثیں سنا رہا تھا۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان اپنا سر زانو میں دیئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے جوان! کیا تم نہیں جانتے کہ لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیث سن رہے ہیں تم ان کے ساتھ کیوں نہیں سنتے؟ اس جوان نے کہا وہاں وہ لوگ بیٹھے ہیں جو عبدالرزاق سے سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو براہِ راست رزاق دینے والے سے سنتے ہیں"۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں:

"حاجی لوگ جسم کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اس لئے انہیں مشاہدہ حق حاصل نہیں ہوتا۔ مگر عشاق دل سے حجابِ عظمت کا طواف کرتے ہیں یہ لوگ اگر اس (اللہ) کے سوا کسی غیر کو دیکھ لیتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں اور بقا (مشاہدہ) چاہتے ہیں"۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصومؒ حج کے لئے روانہ ہوئے تو مکہ معظمہ پہنچنے تک آپ کو بہت سی مشکلات سے سابقہ پڑا مگر شوق و لگن ہر مشکل پر غالب رہی۔ کعبہ شریف پہنچ کر آپ کے ساتھ بہت سے روح پرور واقعات پیش آئے جن میں سب سے اہم تو اللہ تعالیٰ کا عرفان اور تکلم ہے۔ آپؒ نے دیکھا کہ چار سو نور کے ہالے موجود ہیں۔ آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اے اللہ میں عاجز و ناتواں انسان ہوں۔ بات بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ مجھے اپنے نزدیک کرلے اور اپنا قرب و تجلی عطا فرمادے"۔ آپؒ نے اس طریقے سے دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پایہ انعامات اور فیوض سے نوازا۔ آپؒ نے طوافِ کعبہ کے دوران انتہائی حسین و جمیل مرد و زن کو طواف کرتے ہوئے دیکھا جن کے انداز و اطوار، شکل و صورت اور قد و قامت عام مرد و عورت سے مختلف تھے۔ آپؒ اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے القاء کیا کہ یہ میرے فرشتے اور حوریں ہیں جو دوسرے مومنین کی طرح کعبہ کا طواف کررہے ہیں۔ آپؒ روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے پہنچے تو اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ کچھ دیر بعد خود بخود مسکرانے لگے۔ ساتھیوں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا "حضور ﷺ نے مجھ پر اتنا التفات فرمایا کہ مجھے بغل گیر کرلیا۔ میں اس قدر مسرور ہوں کہ بیان نہیں کرسکتا"۔ قبرستان میں خواجہ معصومؒ کو حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کی بالمشافہ زیارت ہوئی۔ واپس مکہ معظمہ آرہے تھے کہ وجع المفاصل کے عارضے کا شدید حملہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

تکلیف کی شدت سے آپ کراہ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو درد کا نام و نشان تک نہ تھا جبکہ دوا بھی نہیں لی تھی۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا "عالمِ رویا میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ تشریف لائی تھیں۔ میں نے اپنی تکلیف بتائی تو فرمایا اللہ تمہیں اس تکلیف سے فوراً نجات دے گا"۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ حج بیت اللہ پر گئے تو بے شمار روحانی ثمرات حاصل کئے۔ ان روحانی مکاشفات، الہامات اور القاء کو اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں جمع کیا۔ اس کتاب کی ابتداء میں آپؒ لکھتے ہیں "اللہ کا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے 1143ھ میں حج بیت اللہ اور زیارتِ رسول ﷺ کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سے بھی اعلیٰ نعمت یہ حاصل ہوئی کہ میراج اور مشاہدہ معرفتِ الٰہی کے ساتھ ہوا۔ کوئی حجاب اور کسی قسم کی رکاوٹ مانع نہیں آئی یعنی مجھے زیارتِ مبصرہ ہوئی اندھوں والی زیارت نہ ہوئی۔ لہٰذا یہ زیارت میرے نزدیک تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام مشاہدات کے اسرار جو اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمائے ہیں اور مجھے روحانیتِ رسول ﷺ سے جو فوائد حاصل ہوئے اسے لکھ لوں تاکہ یہ چیز میرے لئے باعثِ تذکیر اور میرے بھائیوں کے لئے باعثِ بصیرت بنے"۔

اسی کتاب میں شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے "اے رسول اگر تمہیں پیدا نہ کرتا تو ان افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا"۔ لہٰذا مجھے اللہ کی اس صورتِ نظر کو دیکھنے کا شوق ہوا۔ جب میں حالتِ تعجب میں ہوا تو میں آنحضرت ﷺ سے متصل ہو گیا اور آپ ﷺ کا طفیلی بن گیا"۔

شاہ صاحبؒ اپنے مزید روحانی مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میں نے دیکھا کہ حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے ہر ایک شعائر کا نور بلند ہو رہا ہے۔ میں نے اس کی حقیقت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ یہ اس شعائر کی روحانیت سے مناسبت رکھتی ہے۔ لوگ (دوران حج) جب اللہ کے شعائر کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو وہ کئی حصوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اپنی نیت کی بناء پر نفع حاصل کرتے ہیں یعنی جب وہ کوئی کام اللہ کے لئے کریں تو اس اعتقاد سے کریں کہ یہ کام شعائر اللہ ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کی روح کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ نور کے ذریعے اس کی حقیقت معلوم کر لیتا ہے۔ ایک تیسری جماعت وہ ہے جو اس نور میں غور و فکر کرتی ہے اور اس تدلّی کا ادراک کرتی ہے جو شعائر اللہ کی اصل ہے اسی کی بناء پر وہ متحیر ہو جاتی ہے"۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی زیارت عطا فرمائی اور وہاں حضرت مہاجر مکیؒ جن روحانی تجربات سے گزرے ان پر آپؒ پکار اٹھے

رفتم چو بمکہ ہوسِ کوئے تو کر دم
دیدم رخ کعبہ ہوسِ روئے تو کر دم
محرابِ حرم گرچہ بہ پیشِ نظر شد
من سجدہ دلے درخمِ ابروئے تو کر دم

ترجمہ: جب میں مکہ گیا تو میرے دل میں تمہارے کوچے کی آرزو تھی لیکن جب کعبہ کا رخ دیکھا تو تمہارا رخ دیکھنے کی آرزو ہوئی۔ اگرچہ حرم کعبہ کی محراب میری نظر کے سامنے تھی لیکن میں نے سجدہ صرف تمہارے خمِ ابرو پر ہی کیا۔

دسمبر 2001ء کے شمارے کے صفحات پر "احرام کے کرشمے" میں قارئینِ کرام کو احرام بنانے کا طریقہ بتایا تھا اور اپنے تجربات تحریر کر کے بھیجنے کی دعوت دی گئی تھی۔ قارئینِ کرام کے تجربات و مشاہدات موصول ہو رہے ہیں۔ ان کو آئندہ ماہ کے شمارے میں شاملِ اشاعت کیا جائے گا۔ (ادارہ)

تصورِ شیخ کی اہمیت و ضرورت

صوفیائے کرام اور علمائے کرام کی تشریحات

حضرت عبد الحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں شیخ عبد الرزاق جھنجھانہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ بزرگ 1438ء / 842ھ میں پیدا ہوئے اور 1543ء / 949ھ میں وصال فرمایا۔ سلسلہ قادریہ کے مشائخ میں سے تھے۔ حضرت شیخ عبد الحق دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں "شیخ عبد الرزاق نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کی قریب ترین راہ ذکرِ حق ہے جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ تصورِ شیخ کرے۔ جس کو اللہ تعالیٰ تصورِ شیخ نصیب کرے، اس سے زیادہ بہتر اور کوئی کام نہیں ہے۔ مرید اگر کوئی اور ریاضت نہ بھی کرتا ہو لیکن گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر صرف تصورِ شیخ کرے تو یہی اس کو اللہ تک پہنچا دیتا ہے۔ مبتدی کے لئے تصورِ شیخ ضروری ہے اس لئے کہ عالمِ الٰہی وہ عالمِ معنی ہے جس کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ صاحبِ کمال کی صورت زیرِ نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ انسانِ کامل کی ذات دراصل اللہ کی ذات ہے اور اس (اللہ) کے کمالات کا مظہر ہے۔

مجھ (عبد الرزاقؒ) کو میرے پیرومرشد نے اپنا تصور ہمیشہ پیشِ نظر رکھنے کا حکم دیا چنانچہ میں تصورِ شیخ میں ایسا مشغول ہوا کہ ذکر بالکل ہی چھوڑ دیا۔

غرض یہ کہ جو کوئی اپنے شیخ کے تصور میں مشغول ہو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اگرچہ کوئی ریاضت نہ کرے کیونکہ جو صاحبِ حق اپنے شیخ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے رخِ روشن کی نورانیت کو اپنے آئینہ قلب میں درخشاں کرے گا وہ شیخ کے صفائے باطن کی وجہ سے ان کو خود اپنے اندر پائے گا اور جو فیض و برکات شیخ کو حاصل ہیں وہ اس مرید کو بھی حاصل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں فرمایا۔ "اللہ نے جو کچھ میرے دل میں ڈالا وہ میں نے ابنِ ابی قحافہ (یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ) کے دل میں ڈال دیا"۔

پیرومرشد کا تصور مجھ پر اتنا غالب آیا کہ لوگ تو چاند کو دیکھتے تھے اور میں اپنے پیرومرشد کو دیکھتا تھا اور آخر میں تصورِ شیخ کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس فقیر کو ہر چیز میں شیخ کا جلوہ نظر آتا، دیوار، در، شجر و حجر جس چیز کو دیکھتا تو صرف پیرومرشد کا جمال ہی دکھائی دیتا"۔

منور شعور

حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب نمبر 187 دفتر اول میں فرماتے ہیں "شیخ سے رابطے کا حصول پیر و مرید کے درمیان کامل نسبت کی نشانی ہے۔ کوئی راستہ بھی طریقِ رابطہ (تصورِ شیخ) سے زیادہ قریب نہیں۔ حضرت خواجہ احرارؒ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ؎

سایہ رہبر بہ است ذکر حق

ترجمہ: "رہبر کا سایہ ذکر حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے"۔

مکتوب نمبر 169 پر تحریر فرماتے ہیں "اللہ تبارک

اندر بھی مرشد۔ باہر بھی مرشد

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ خواجہ شمس الدین عظیمی اپنے پیر و مرشد سے ذہنی و قلبی ربط اور ہم آہنگی کو یوں بیان فرماتے ہیں :"ایک روز دوپہر کا وقت تھا۔ میں اپنے مرشد کریم قلندر باباؒ کے پاس موجود تھا۔ حضور قلندر باباؒ نے فرمایا"خواجہ صاحب کیسی اندھیری رات ہے ؟"یک بیک میری نگاہوں کے سامنے سے جیسے کوئی پردہ ہٹا اور میں نے دیکھا کہ ہر سو کالی اندھیری رات پھیلی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا :"اوہ یہ تو دن ہے"۔ میرا ذہن اپنے پیر و مرشد کے ذہن میں جذب ہو چکا تھا لہٰذا اگلے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ دن کی روشنی ہر طرف پھیل چکی ہے۔ میں نے جب اس بات پر غور کیا تو دو باتیں میری سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ باباصاحبؒ کا ذہن تکوینی ذمہ داریوں کی وجہ سے بیک وقت کئی عالمین میں مصروف رہتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ بات کہی کہ کیسی اندھیری رات ہے، وہ کسی ایسے عالم میں موجود ہوں جہاں رات کا وقت ہو اور ذہنی تعلق کی وجہ سے میں نے بھی رات کا وقت دیکھا۔ دوسری وجہ جو میرے ذہن میں آئی وہ یہ تھی کہ ہو سکتا ہے۔ حضور قلندر باباؒ نے یہ Check کرنا چاہا ہو کہ میرا یہ مرید میرا تصرف کس حد تک قبول کرتا ہے اور انہوں نے ارادتاً یہ بات کہی ہو جس کا میں نے کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا"۔ اس تعلق کے حصول کے حوالے سے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں "ایک وقت وہ بھی تھا جب میں نے یقین کے راستے پر قدم بڑھایا تو وسوسوں اور بے یقینی کا طوفان میرے اوپر حملہ آور ہوا۔ میں سوچا کرتا مرشد کے اوپر میرا یہ حق ہے، وہ حق ہے۔ مجھے کیا دیا۔ ایک دن مرشد کریم قلندر باباؒ نے فرمایا"خواجہ صاحب میرا آپ کا رشتہ کیا ہے ؟"میں نے عرض کیا آپ کا غلام ہوں"۔ فرمایا"میں تمہارا کیا لگتا ہوں ؟" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا"حضور آپ میرے محبوب ہیں"۔ مسکرا کر فرمایا"لیجئے یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ جب محبوب پاس ہو تو کیا کوئی اور خیال آتا ہے ؟اور اگر آتا ہے تو یہ محبوب کی توہین ہے۔ اس لئے کہ محبوب کے پاس ہوتے کے باوجود اگر کوئی خیال آتا ہے تو دراصل محبوب وہ ہے جس کا خیال آرہا ہے۔ آپ جنت دیکھنا چاہتے ہیں، آسمانوں میں پرواز کرنا چاہتے ہیں تو آپ کا محبوب میں کس طرح ہوا۔ آپ کا محبوب تو جنت ہے۔ پرواز ہے۔ کشف و کرامات ہے"۔ یہ سن کر میں لرز گیا اور میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ مرشد کے پیروں پر سر رکھ کر ایسے رویا کہ مرشد کریم نے بھی ایک آہ بھری اور مجھے سینے سے لگایا۔ محبوب کے وصل کی لذت آج بھی میرے اندر زندہ ہے اور یہی وہ لذت اور وصل ہے جو مجھے دن رات بے قرار کئے ہوئے ہے۔ میں اس لذت کی تلاش میں کہاں کہاں نہیں پہنچا۔ ہر لمحہ مرنے کے بعد اس لئے جیتا ہوں کہ مرشد سے قربت ملے گی۔ اندر جھانکتا ہوں مرشد نظر آتے ہیں۔ باہر دیکھتا ہوں مرشد کی جھلک پڑتی ہے"۔

اس کو القاء کرے گی۔ شیخ کے قلب سے ربط کے سبب ہی مرید کے قلب میں قوتِ گویائی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کا راستہ کھل جاتا ہے"۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ "امداد المشتاق" میں لکھتے ہیں "(حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحبؒ اپنے احوال کو مخفی رکھنے کے باوجود ایسا قوی تصرف کرتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے بعد عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ "جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تو تصورِ شیخ کون کرتا ہے۔ غلبۂ محبت سے تو تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے"۔ حضرت کے یہ فرمانے سے حافظ صاحب پر تصورِ شیخ ایسا غالب ہوا کہ ہر جگہ شیخ کی صورت نظر آتی تھی۔ چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ شیخ کی صورت سامنے کھڑی ہے۔ جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی شیخ کی صورت موجود ہے۔ نماز میں سجدہ کی جگہ شیخ کی صورت دیکھ کر نماز کی

نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہوگئی ہے کس کی نماز پڑھیں۔ حضرت نے ان کی درخواستوں پر اپنی ادنیٰ سی توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی ختم کردی"۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب "شریعت اور طریقت" میں تصورِ شیخ کے متعلق لکھتے ہیں "شیخ کی صورت اور اس کے کمالات کے زیادہ تصور کرنے سے اس سے محبت پیدا ہوجاتی ہے اور نسبت قوی ہوتی ہے۔ قوتِ نسبت سے طرح طرح کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ بعض محققین نے تصورِ شیخ کے بارے میں صرف یہ فائدہ بیان فرمایا ہے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اس لئے تصورِ شیخ سے یکسوئی میسر ہوجاتی ہے۔ خطرات دفع ہوجاتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ نے کشکول میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔

اصل مقصود تصورِ حق تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ مرئی نہیں ہیں اس لئے جن لوگوں کی قوتِ فکریہ کمزور ہوتی ہے ان کو یہ تصور جمتا نہیں۔ اس لئے ان کے ذہن میں خیالات بہت آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یکسوئی حاصل کرنے کے لئے تصورِ شیخ تجویز کیا گیا"۔

صوفیائے کرام اور علمائے کرام کی تصورِ شیخ کے بارے میں رائے آپ نے پڑھی۔ سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات بھی انہی روحانی بزرگوں کی تعلیمات کا تسلسل ہیں۔ فرق صرف اندازِ بیان کا ہے۔ سلسلہ عظیمیہ کے بزرگوں نے اسی بات کو دورِ جدید کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے تصورِ شیخ کی اہمیت و ضرورت کو نہایت آسان اور سائنسی پیرائے میں بیان فرمایا ہے جس سے تصورِ شیخ کی تشریح نہایت آسان انداز میں ہوجاتی ہے۔ حضرت عظیمی صاحب فرماتے ہیں "انسان کو علم و فن یا کسی صلاحیت کی منتقلی دو طرح سے عمل میں آتی ہے۔ ایک طرز میں اسے کسی استاد کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے اور استاد الفاظ، تحریر اور عملی مظاہرے کی مدد سے سبقاً سبقاً کوئی علم سکھاتا ہے۔ علم کی منتقلی کی دوسری طرز میں الفاظ، تحریر یا کسی منظم مظاہرے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ علم یا صلاحیت صرف توجہ اور ذہنی تعلق کی وجہ سے منتقل ہوجاتی ہے۔ اس کی واضح مثال مادری زبان ہے۔

روحانی علوم کی منتقلی میں بنیادی طور پر دوسری طرز کام کرتی ہے۔ شاگرد اور استاد کے درمیان روحانی اور قلبی رشتہ کی بدولت استاد کے علوم، استاد کی طرزِ فکر اور انوار شاگرد کو منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ روحانی استاد ثانوی طور پر روحانی علوم کو درجہ بندی کے ذریعے، اسباق کی صورت اور مظاہرات کی شکل میں شاگرد سے متعارف کراتا ہے تاکہ شعور ترتیب وار اسے یاد رکھنے کے قابل ہوسکے۔ جب کوئی شاگرد اپنے روحانی استاد کی طرف متوجہ رہتا ہے تو استاد کی صفات اور انوار شاگرد کے ذہن کی سطح پر عکس ریز ہوتے رہتے ہیں۔ تصور کی مسلسل مشق سے شاگرد کے اندر ایک ایسی کیفیت واضح ہوجاتی ہے جس سے اس کا روحانی ربط ہر وقت استاد کی ذات سے قائم رہتا ہے۔ استاد کے انوار سے معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت مسلسل منتقل ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ شاگرد اپنے استاد کا عکس بن جاتا ہے۔ اس مقام کو تصوف میں "فنا فی الشیخ" اور اس تصور کو "تصورِ شیخ" کہتے ہیں۔

1- شاگرد مراقبہ میں یہ تصور کرتا ہے کہ اس کا استاد سامنے موجود ہے۔

2- یہ تصور کرتا ہے کہ استاد اس پر توجہ کررہا ہے اور انوار و برکات لہروں کی صورت میں اس کے اندر جذب ہورہے ہیں۔

3- استاد کی ذات اس کے وجود پر محیط ہے۔

4- وہ ہر وقت اور ہر آن خود کو استاد تصور کرتا ہے، گویا اس کی ذات استاد کی ذات ہے۔ یہ طریقہ تمام طریقوں میں اعلیٰ ترین ہے کیونکہ اس میں شاگرد اپنی ذات کی نفی کردیتا ہے"۔

Scanned with CamScanner

گیارہ سلاسل کے خانوادہ

قرآنِ مجید، رسولِ اکرم ﷺ کی طرزِ فکر، روحانی بزرگوں اور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات ایک ہی کڑی میں پیوستہ ہیں۔ وہ کڑی جو بندے کو قدم بہ قدم چلا کر معرفتِ الٰہی تک لے جاتی ہے۔ قلندر باباؒ گیارہ سلاسلِ طریقت کے خانوادہ ہیں۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے پانچ سلاسلِ طریقت کے اماموں کا تذکرہ پیش کیا تھا۔ اب بقیہ 6 سلاسلِ طریقت کے اماموں کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ارشد رحمانی

امام سلسلہ چشتیہ حضرت ممشاد دینوریؒ:-

حضرت ممشاد دینوریؒ موضع دینور واقع کرمان شاہ میں پیدا ہوئے اور (299ھ/ 911ء) میں وصال ہوا۔ آپؒ کی پرورش بغداد میں ہوئی تھی۔ خواجہ سری سقطیؒ اور کئی دوسرے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔

حضرتِ ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں "بت کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کا بت ان کا نفس ہے۔ بعض کا اولاد، بعض کا مال، بعض کا بیوی، بعض کا تجارت و حرفت اور بعض کے لئے نماز، روزہ اور زکوٰۃ۔ ہر ایک کسی نہ کسی بت کی عبادت میں مصروف اور محو ہے۔ تیس سال سے مجھے بہشت پیش کی جا رہی ہے لیکن میں نے اس طرف توجہ نہ کی"۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس موضوع پر یوں روشنی ڈالتے ہیں "صرف یہ کافی نہیں ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں قدم اٹھائے اور کام پورا ہو جائے۔ وہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قدم صرف اللہ کے لئے اٹھایا گیا ہے یا اور بھی مصلحتیں شامل ہیں۔ اس میں جنت بھی ایک مصلحت ہے اور بہت سی نیکیاں بھی مصلحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک نہیں پہچانتا جب تک کہ مقصد صرف اللہ کی ذات نہ ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ روحانیت میں اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا مقصد، کوئی دوسری غایت شریک کرنا کفر ہے"۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہشِ نفس کو معبود بنا رکھا ہے"۔ (سورۂ فرقان۔ آیت 43)

"انہوں نے اپنے مذہبی علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنا خدا بنا لیا ہے"۔ (سورۂ توبہ۔ آیت 31)

امام سلسلہ جنیدیہ حضرت جنید بغدادیؒ:-

آپؒ اصلاً نہاوند کے رہنے والے تھے تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ کی ولادت بغداد میں ہوئی اور بغداد میں ہی 298ھ/ 910ء میں وصال فرمایا۔ آپؒ کے مزاج میں اعتدال اور احتیاط کا عنصر بہت زیادہ تھا۔ اس لئے بعض گزشتہ صوفیوں کی طرح لوگوں کی سمجھ سے بالاتر معارف بیان کرنے سے گریز کیا۔ آپؒ کرامات کے صدور میں بھی بہت محتاط تھے۔ اُس دور کے اہلِ تصوف کا لباس بھی نہیں پہنتے تھے بلکہ نہایت عمدہ کپڑا زیب تن کرتے۔ جب

لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا "اگر میں سمجھتا کہ لباس سے کچھ کام بن سکتا ہے تو میں پگھلے ہوئے لوہے کے کپڑے بھی پہن لیتا مگر حقیقت کی پکار یہ ہے کہ لباس سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ سوزِ دل کی ضرورت ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ سے سوال کیا گیا "مراقبہ کیا ہے؟" آپؒ نے فرمایا "مراقبہ غائب کا انتظار ہے"۔ مراقبہ کو سلسلہ عظیمیہ کے اسباق میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ مراقبہ غیب سے روشناسی کا پیغمبرانہ طریقہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نبوت سے پہلے غارِ حرا میں جاکر مراقبہ کیا کرتے تھے۔ صوفیائے کرام نے بھی معرفتِ حق اور مشاہدۂ باطن کے لئے مراقبے پر زور دیا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بھی سلسلہ عظیمیہ میں اسے بنیادی اہمیت دی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں "مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان دنیاوی حالات و واقعات اور دنیاوی دلچسپیوں اور زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کے ذریعے انسان عالم ظاہر کی طرح عالم باطن سے روشناس ہوتا ہے۔ غیب کی دنیا میں نظام شمسی اور بے شمار افلاک کو دیکھتا ہے فرشتوں سے متعارف ہوتا ہے"۔

رسول اکرم ﷺ کے دور میں مراقبہ کی اصطلاح موجود نہیں تھی۔ یہ بعد میں صوفیائے کرام نے وضع کی لیکن رسول اکرم ﷺ کے دور میں مراقبہ کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ نماز کا باطنی اور روحانی رُخ بھی مراقبہ ہی ہے۔ مراقبہ یکسوئی اور ذہنی مرکزیت کا دوسرا نام ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا "اے اللہ کے رسول! اللہ کے ہاں کون سا دین مقبول ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ایسی یکسوئی جس میں فراخی اور توسع ہو"۔

سورۂ مزمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور سب سے قطع کر کے اس (اللہ) ہی کی طرف متوجہ رہو"۔ (آیت 8)

امام سلسلہ سہروردیہ حضرت ابو نجیب سہروردی المعروف ابو القاہرؒ:-

حضرت ابو القاہرؒ ماہِ صفر 490ھ / 1097ء میں ایران کے شہر سہرورد میں پیدا ہوئے اور 563ھ / 1167ء کو بغداد میں وصال ہوا۔ عہد شباب میں آپؒ بغداد چلے گئے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور امام غزالیؒ سے بھی ملاقاتیں رہیں۔ حضرت امام غزالیؒ کے ساتھ رہ کر راہِ سلوک کی منازل طے کیں۔ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے مشن کو ان کے شاگردِ رشید شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے آگے بڑھایا لیکن ظاہر پرست فقیہوں اور علماء نے شہاب الدین سہروردیؒ کو جیل میں ڈلوا کر مقدمہ چلایا اور بالآخر بادشاہ نے شہید کروادیا۔

آپؒ نے فرمایا "ذات کو کسی اور معروض کا علم حاصل کرنے سے پہلے خود کو جاننا ہوگا۔ ذات اپنے آپ کو ایک براہِ راست اور بلاواسطہ تعلق داری کے ذریعے جانتی ہے۔ اس بلاواسطہ تعلق کو "علم حضوری" کہتے ہیں"۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ بھی یہ بتاتے ہیں کہ اپنی ذات کا عرفان جب تک حاصل نہ ہو آدمی اللہ کو نہیں پہچان سکتا۔ آپؒ فرماتے ہیں "جب تک تم اپنی انا میں ابلیسیت کو مار نہیں دو گے تمہیں قید و بند کی زندگی سے آزادی نہیں ملے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث "مرجاؤ مرنے سے پہلے" کا بھی یہی مفہوم ہے کہ جب تک تمہیں اپنے نفس کا عرفان نصیب نہیں ہوگا لاشعوری دنیا کا دروازہ نہیں کھلے گا"۔

امام سلسلہ سہروردیہ اور امام سلسلہ عظیمیہ کی طرزِ فکر رسول کریم ﷺ کے اس فرمان پر مبنی ہے۔

"جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔ قرآن مجید میں اپنے نفس میں تفکر کرنے کی پُرزور تعلیم اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی ہے۔

"اور وہ (اللہ) تمہارے نفسوں میں ہے تو تم دیکھتے کیوں نہیں"۔ (سورۃ الذاریات۔ آیت 21)

امام سلسلہ فردوسیہ حضرت نجم الدین کبریٰؒ:-

حضرت نجم الدین کبریٰؒ 504ھ / 1110ء میں ایران میں پیدا ہوئے اور 618ھ / 1221ء میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بچپن سے ہی

نہایت ذہین، حاضر دماغ اور حاضر جواب تھے۔ اتنی مضبوط دلیل دیتے کہ دوسرے دیکھتے رہ جاتے۔ مادّی علوم کی تکمیل ہو چکی تو علم و فضل کے چرچے ہونے لگے۔ پھر تصوف کی جانب آئے تو دل کی حالت ہی تبدیل ہو کر رہ گئی۔ حضرت ابو نجیب ابو القاہرؒ، اسماعیل قصریؒ، عمار یاسرؒ اور شیخ بہانؒ نے روحانیت تربیت کی۔ شیخ نجم الدینؒ بڑے بڑے عالموں کے لئے بلائے جان تھے اس علم و فضل نے آپؒ کو ایک طرح سے مغرور بنادیا تھا لیکن صوفیاء کرام نے آپؒ کو جلوت سے خلوت نشین کر دیا۔ آپؒ پر جوش تھے لیکن اہل اللہ نے زندگی کا دھارا تبدیل کر کے آپؒ کو نظر نواز بنادیا۔ پیرانہ سالی میں منگولوں نے شہر پر حملہ کیا تو آپؒ نے اپنے چند مریدوں کے ہمراہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش فرمایا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو سلسلہ فردوسیہ کی خانوادیت بذریعہ نسبت اویسیہ منتقل ہوئی۔

امام سلسلہ نقشبندیہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند خواجہ باقی باللہ:-

آپ 5 ذی الحجہ 971ھ / 16 دسمبر 1563ء میں پیدا ہوئے اور 25 جمادی الآخر 1012ھ / 3 جولائی 1603ء کو وصال فرمایا۔ آپؒ ایک بلند پایہ صوفی تھے۔ کئی ممالک کی سیر کی اور بہت سے صوفیائے کرام سے ملاقات کی۔ بخارا میں خواجہ ملنگی (حضرت خلیلؒ) سے ملاقات ہوئی۔ یہ بزرگ ماورئ النہر کے بادشاہ بھی تھے۔ حضرت سلطان خلیلؒ کے ساتھ حضرت باقی باللہ چھ سال رہے حضرت خلیلؒ ہی کے حکم پر حضرت باقی باللہ ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی میں آپؒ کا قیام تین چار سال ہی رہا لیکن انہی تین چار سال میں نقشبندیہ سلسلے کی بنیاد مستحکم کی۔ خواجہ باقی باللہؒ کے کئی مقتدر شخصیات سے بھی تعلقات تھے۔ اسی دوران اس دور کے مشہور عالم شیخ احمد سرہندی حضرت باقی باللہؒ کی شاگردی میں آئے جو آگے چل کر مجدد الف ثانیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں "لا الٰہ میں الٰہ نفس کی نفی اور الا اللہ میں حق تعالیٰ کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ کا مطلب اپنے آپ کو اتباعِ نبوی ﷺ کے مقام پر لانا ہے۔ کلمہ توحید کا مقصد ماسویٰ کی بالکل نفی ہے"۔

کلمۂ طیبہ محض ایک کلمہ ہی نہیں ہے بلکہ اس میں وسیع معانی اور حکمت چھپی ہوئی ہے۔ حضور قلندر باباؒ نے ان حکمتوں کو نہایت آسان پیرائے میں آشکار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اثبات کی نفی نفی، نفی کا اثبات نفی، نفی کی نفی اثبات۔ اندھیرے کی نفی روشنی، روشنی کی نفی اندھیرا، صحت کی نفی بیماری، بیماری کی نفی صحت۔ آیئے ذرا ہم اپنے دینی فرائض پر غور کریں۔

1- اللہ، اللہ کی کتابوں، فرشتوں، یوم حساب پر ایمان (شک، وسوسہ، بے یقینی کی نفی)

2- اعزہ، اقربا، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کی خدمت (ارتکازِ دولت کی نفی)

3- اقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ (دنیاوی معاملات میں ارتکاز کی نفی)

4- صوم (پُرخوری کی نفی)

5- حج (دنیاوی جاہ حشم کی نفی)

ان تمام اقسام کی "نفی" کا مقصد "ارتکاز الی اللہ" ہے"۔

لا الٰہ الا اللہ کی یہ تشریحات رسول کریم ﷺ کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ "ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت عمرؓ حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" رسمی طور پر کلمہ پڑھنے والے نہیں جانتے کہ کلمہ کیا اور اس کا مقصود کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا "یارسول اللہ ﷺ پھر کلمہ کیا ہے؟؟" حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ خطرہ ماسوا اللہ کی نفی کرے اور ذات احدیت کو ہر چیز اور ہر جگہ میں ثابت قرار دے۔ اے عمرؓ جب بندہ ان صفات کی نفی اور خدا کا اثبات کرے تو وہ درجہ نہایت پر پہنچے گا۔ اور من عرف ربہ کل لسانہ کی منزل میں آئے گا۔

یعنی جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور یادِ الٰہی کی وادی میں بڑھ جاتا ہے۔ اے عمر! یقین رکھو اور خوب سمجھ لو کہ جب تک سالک اپنی نفی نہ کرے اور یاد اللہ سے نہ گزرے وہ وحدت کی منزل میں نہیں آتا اور دوئی کے جھمیلے میں پڑا رہتا ہے اور دوئی ہی عین شرک اور کفر ہے۔ حقیقی کلمے کا یہی مطلب ہے"۔ (کتاب جمالِ رسول علیہ ﷺ)

امام سلسلہ تاجیہ حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ

:- آپ کی ولادت 5 رجب 1277ھ / 27 جنوری 1861ء میں اور وصال 1344ھ / 17 اگست 1925ء میں ہوا۔ آپؒ کی ولادت بھارت کے شہر ناگپور میں ہوئی۔ آپؒ چراغ دین بھی کہلاتے تھے اور لقب شہنشاہِ ہفت اقلیم ہے۔ بابا تاج الدین کا سلسلہ نسب امام حسن عسکری سے ملتا ہے۔ لڑکپن میں زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ آپؒ نے اُردو، انگریزی، عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انگریزی اس روانی سے بولتے تھے کہ مادری زبان کا گمان ہوتا تھا۔ جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے استغراق غالب رہنے لگا۔ بابا تاج الدینؒ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں نو سال قیام کیا اور روحانی منازل طے کیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بابا تاج الدین اولیاءؒ کی تعلیمات کے کئی روحانی گوشے عوام الناس کے سامنے پیش کیے ہیں۔ بابا تاج الدین شکر درامیں راجہ رگھوجی راؤ کے محل میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ راجہ کے محل کے دروازے پر دائیں اور بائیں دو کمرے بنے ہوئے تھے جن میں اس نے دو شیر پالے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی بابا تاج الدینؒ ان کمروں کے جالی دار دروازوں کے پاس جا کھڑے ہوتے۔ دونوں شیر کبھی آپؒ کے قدموں پر لوٹتے اور پیر چاٹنے لگتے کبھی اپنا منہ پالتو بلی کی طرح بابا صاحب کے قدموں پر رگڑتے۔

اس طرز کے واقعات کی روحانی توجیہہ بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے اس طرح کی ہے "عام زبان میں تفکر کو انا کا نام دیا جاتا ہے اور انا یا تفکر ایسی کیفیات کا مجموعہ ہوتا ہے جن کو مجموعی طور پر فرد کہتے ہیں۔ اس طرح کی تخلیق ستارے بھی ہیں اور ذرے بھی۔ ہمارے شعور میں یہ بات تو بالکل نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے کہ تفکر کے ذریعے ستاروں، ذروں اور تمام مخلوق سے ہمارا تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔ تمام کائنات اس وضع کے تبادلۂ خیال کا ایک خاندان ہے"۔

بابا صاحبؒ کے اس فرمان کی مزید تشریح حضور قلندر باباؒ اس طرح فرماتے ہیں "انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ آواز کی لہریں جن کے معنی متعین کرلئے جاتے ہیں سننے والوں کو مطلع کرتی ہیں۔ یہ طریقہ اس ہی تبادلہ کی نقل ہے جو انا کی لہروں کے درمیان ہوتا ہے"۔

رسول کریم علیہ ﷺ کے کئی معجزات میں غور کریں تو نظر آتا ہے کہ رسول کریم علیہ ﷺ نے بظاہر بے جان سمجھی جانے والی اشیاء سے کلام فرمایا جن میں سنگریزوں اور پتھروں سے تبادلۂ خیال، حیوانات کے دل کا حال جان لینا اور نباتات سے گفتگو شامل ہے۔ رسول کریم علیہ ﷺ نے اپنے ان روحانی علوم کا محرم اپنی امت کے مخصوص اولیاء اللہ کو بنایا ہے جن میں بابا تاج الدین ولیؒ اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ بھی شامل ہیں۔

علم کی یہ روشنی قرآن مجید سے حاصل کی گئی ہے جس میں حضرت سلیمانؑ کے قصے میں ہدہد اور چیونٹی کی گفتگو اور تبادلۂ خیال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام مخلوقات کا تسبیح کرنا بھی اسی جانب اشارہ ہے۔

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ (مخلوقات) ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بردبار اور غفار ہے"۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت 44)

✻

چلتے پھرتے مراقبہ کیجئے

مراقبہ کی روح پرور اور صحت افروز کیفیات کو اپنی زندگی کے معمولات کے ساتھ برقرار رکھنے کے لئے چند آسان تکنیکس۔ مغربی سائنسدانوں کی تحقیقات اور روحانی بزرگوں کی تعلیمات کا ایک امتزاج

ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی

سائنسداں غور و فکر کر کے شعور کے ارتقائی مراحل طے کر رہے ہیں اور اب اس مقام تک آپہنچے ہیں جہاں مادی سائنس، روحانی سائنس کی حدود میں داخل ہونے کو ہے۔ سائنسی پیش رفت اور ایجادات کے ضمن میں جس طریقہ کار کا عمل دخل رہا ہے اُسے ہم غور و فکر کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔ غور و فکر کے لئے ذہنی یکسوئی لازم ہے۔ جب ہم روحانی بزرگوں کی تکنیک یا طریقہ کار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ روحانی بزرگ اپنے شاگردوں کو جتنی بھی مشقیں یا اعمال تلقین کرتے ہیں۔ اس سے ان کا منشاء صرف اور صرف ذہن کو کسی ایک نکتہ پر مرکوز کرنا ہوتا ہے یعنی ذہنی یکسوئی..... ہمارے خیال میں یہی وہ مرحلہ ہے جہاں مادی سائنس اور روحانی سائنس میں اشتراک پیدا کیا جاسکتا ہے اور یہ اشتراک مراقبہ کی تھیوری کے ذریعے ممکن ہے۔ اس لئے کہ مراقبہ انسان کو باطنی زندگی اور ظاہری زندگی کے مابین ایک ربط پیدا کرنا سکھاتا ہے۔ انسان کی ساری زندگی ایک مخفی انرجی پر منحصر ہے اور یہ مخفی انرجی انسان کو اُس کے Inner سے ملتی ہے۔ مثلاً انسان ظاہری طور پر جو بھی عمل کرتا ہے۔ اس کے لئے ذہن میں کوئی تصور، خیال یا پروگرام ہوتا ہے، جو ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکنیک سے اس مخفی پروگرام کے Source اور مخفی پروگرام کے بہتر طور پر عملدرآمد میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم اپنے دن بھر کے پروگرام سے پوری طرح واقف ہوں تو وقت کو بہتر طور پر استعمال کر سکتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ بے ترتیب طور پر کام کو انجام دیں اور وہ کام پہلے کرلیں جو ہمیں بعد میں کرنا چاہئے تھا۔

مراقبہ کی کئی اقسام ہیں اور ضرورت کے مطابق انسٹرکٹر یا اُستاد کی نگرانی میں جو بھی مراقبہ کیا جاتا ہے اس میں اکثر یہ ضرور بتایا جاتا ہے کہ وقت کی پابندی کے ساتھ رات کو یا صبح یا دونوں وقت 20 منٹ کسی خاص تصور کا مراقبہ کریں۔ بے شک یہ بہت زیادہ فائدہ مند ہے کہ صبح 20 منٹ اور رات کے وقت 20 منٹ پابندی سے مراقبہ کیا جائے۔ لیکن باقی وقت جو دن میں 23 گھنٹے 20 منٹ کا ہے اس کا کیا کیا جائے...؟ مراقبہ کے دوران ذخیرہ ہونے والی انرجی کو مزید بڑھانے اور اسے کسی طور پر بھی ختم نہ ہونے دینے کے لئے مراقبہ اور ذہنی صلاحیتوں پر مغربی سائنسدانوں کی تحقیقات اور روحانی بزرگوں کی تعلیمات کے مطالعے کے بعد ایک امتزاج پیدا کر کے غور و فکر کے اصول پر ہم کچھ تکنیکس Techniques پیش کر رہے ہیں جن پر آپ اپنی زندگی کے تمام امور انجام دیتے ہوئے بھی عمل کر سکتے ہیں اور مراقبہ کی اُس کیفیت کو مسلسل برقرار رکھ سکتے ہیں جو آپ کو صرف چند منٹ

Scanned with CamScanner

کے لئے حاصل ہوتی ہے۔

پہلی تکنیک :- یہ حقیقت ہے کہ ہر عمل کے پس پردہ کچھ الفاظ ہوتے ہیں اور ہر لفظ کے پس پردہ ایک خیال اور تصور کار فرما ہوتا ہے۔ خیال میں ایک انرجی پوشیدہ ہے۔ اس انرجی سے ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اسی طرح اپنی انرجی سے ہم خود کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی نقصان دے سکتے ہیں۔ اپنی ایک عادت بنالیجئے کہ آپ ہر عمل سے پہلے اپنے عمل کا اپنے ذہن میں مشاہدہ کریں گے اور اگر آپ یہ جانچ لیں کہ آپ جو عمل کرنے جارہے ہیں وہ پُر امن نہیں ہے تو اس عمل سے رُک جائیں بالکل اسی طرح اگر آپ یہ محسوس کریں کہ آپ جو الفاظ بولنے جارہے ہیں وہ ماحول میں تناؤ پیدا کردیں گے تو ان الفاظ کو ادا نہ ہونے دیں۔ اسی طرح اپنے خیالات کا تجزیہ کریں۔ اگر آپ یہ مشاہدہ کریں کہ یہ خیالات پریشان کن ہیں اور پریشانی پیدا کرنے والے ہیں تو ان خیالات کو اپنی قوت ارادی سے اپنے ذہن میں ہی تبدیل کرلیں یا مکمل طور پر ختم کردیں۔ مثلاً دعایا ورزش وغیرہ کے ذریعے۔

جب ذہن معکوس خیالات میں گھرا ہوا ہو اور آپ نے ذہنی طور پر اس کا مشاہدہ بھی کرلیا ہو تو بہت پُر اطمینان طریقے سے یہ محسوس کرنے کی کوشش کریں کہ آپ کے چاروں طرف روشنی کا ایک ہالہ ہے اور یہ ہالہ ایک انرجی فراہم کرتا ہے اس ہالے کی طرف متوجہ رہتے ہوئے یہ تصور کریں کہ ذہن تمام پراگندہ خیالات سے آزاد ہوگیا ہے اور ذہن کے اندر لطیف روشنیاں داخل ہوگئی ہیں۔ چند منٹ کے اس تصور کے بعد دوبارہ زندگی کے معمولات میں مشغول ہوجائیں۔

ذہن کو معکوس اور پراگندہ خیالات سے ہٹانے کا ایک اور آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ خود کو کسی بھی ایسے کام میں مصروف کرلیا جائے جس سے تعمیری طرز فکر کا اظہار ہوتا ہو مثلاً اپنے ذہن کو پُر اطمینان طریقے سے پودوں کی دیکھ بھال میں لگادیں۔ کسی اچھی کتاب کا مطالعہ کرنے لگیں یا یہ تصور کریں کہ آپ جو بھی کام کررہے ہیں اس سے نوعِ انسانی کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس طرح آپ سے اعلیٰ ذات بھی خوش ہے۔ اس طرح جب آپ کا اپنا ضمیر مطمئن ہوجائے گا تو ذہن کو معکوس خیالات سے آزاد ہونے کے لئے خود بخود اندرونی انرجی فراہم ہوجائے گی۔

دوسری تکنیک :- اپنے جسم کو طبی تناؤ کے لئے چیک کریں اور یہ عادت بنالیں کہ ذہنی طور پر اپنے جسم کو Scan کرکے چیک کریں گے اس طرح کہ جس جگہ آپ کو تناؤ محسوس ہورہا ہے جسم کے ان حصوں کو ذہنی طور پر پُر سکون ہونے کے لئے حکم دیں۔ آپ جلد ہی یہ جان جائیں گے کہ کہاں تناؤ محسوس ہورہا تھا اور اس طرح آپ حکم دینے کے بعد اس جگہ کو ہلکا پھلکا ہوتے ہوئے محسوس کریں گے۔ اس عمل کو آسان بنانے کے لئے سانس کو آہستہ آہستہ گہرائی میں لے جائیں اور پھر آہستہ آہستہ باہر نکالنے کی مشق کریں۔ اس سے اعصابی تناؤ میں کمی ہوتی ہے اور اس عمل سے ہمیشہ پُر سکون اثرات پیدا ہوتے ہیں۔

تیسری تکنیک :- کوئی بھی دعائیہ کلمات دن میں کئی مرتبہ اپنے ذہن میں دہرائیں۔ مثلاً سادہ ترین الفاظ میں جیسے ”اے عظیم طاقت والی ذات میری رہنمائی فرما، میری حفاظت فرما اور مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما“ یا ”میں ہر سانس کے ساتھ فہم و فراست اور محبت کی لہریں جذب کررہا ہوں“۔

یہ تکنیک ذہنی و جسمانی صلاحیتوں اور جذبات و احساسات کو جِلا بخشتی ہے۔ اس جیسے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ دہرانے میں یہ بات مشترک ہے کہ ہم ارادی اور غیر ارادی طور پر ذاتِ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ روحانی بزرگ اس حوالے سے مختلف اوراد تلقین کرتے ہیں جیسے اسمائے الٰہیہ ”یا حی یا قیوم“ کا تو ہر حالت میں ورد کیا جاسکتا ہے اور اس کی عام اجازت بھی ہے۔

Scanned with CamScanner

بازیچۂ اطفال

پیغمبرانہ طرزِ فکر سے دوری اور مناسب قانونی چارہ جوئی نہ ہونے کی وجہ سے بعض مردوں نے طلاق کو بھی بچوں کا کھیل بنالیا ہے۔ جس سے بہت سی عورتیں اور بچے اذیت میں مبتلا ہیں۔

خالد ریاض ایڈوکیٹ

روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل نے کہا ہے کہ ''شادی بیاہ کے جھگڑوں میں جو فریق قصوروار پایا جائے اسے بھی مناسب تعزیری سزادی جائے مثلاً اگر شوہر کا قصور ہو تو جرمانہ کا حصہ بیوی کو دلایا جائے اور بیوی کی غلطی ہو تو اس پر بھی کوئی مناسب تاوان عائد کیا جائے'' ۔ اپنی اصلاحاتی رپورٹ میں کونسل نے یہ بھی کہا کہ ''طلاقِ رجعی کی صورت میں دورانِ عدت میاں بیوی کا ایک ہی جگہ رہنا قانوناً لازمی قرار دیا جائے اور اس کی خلاف ورزی پر جرمانہ عائد کیا جائے۔ کونسل نے کہا کہ ''طلاقِ رجعی کی صورت میں میاں بیوی کے ایک ساتھ رہنے کی پابندی کا مقصد یہ ہے کہ کئی ماہ تک ایک ساتھ رہنے سے فریقین کو رجوع کے مواقع میسر رہیں جو شریعت کا اصل منشاء ہے''۔(اشاعت مورخہ 22 اکتوبر 2001)

شادی صرف دو افراد کا ملن نہیں بلکہ یہ دو خاندانوں کے اشتراک کا دوسرا نام ہے لہٰذا شادی کے بعد میاں بیوی کے درمیان ہونے والی محبت یا چپقلش کا اثر بھی دو خاندانوں پر پڑنا لازمی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ گھر کو قائم رکھنے کے لئے لڑکا یا لڑکی کے درمیان جن ممکنہ اقدامات کو اہمیت دی جاتی ہے ہمارے معاشرے میں ان کی حیثیت اخلاقی ہے نہ کہ قانونی۔ ہم زیبرا کراسنگ یا فٹ پاتھ سے ہٹ کر چلیں، مکان کی بیرونی دیوار کو مقررہ معیار سے بڑھالیں یا گیلری میں چند انچ کی ہی توسیع کرلیں تو اس خلاف ورزی پر قانون کی حد میں آجاتے ہیں۔ اس معاملے کو ہمارے اچھے اخلاق پر کیوں نہیں چھوڑ دیا جاتا.... ؟

جی ہاں آپ کا خیال درست ہے کیونکہ اگر ان چھوٹے معاملات کو اچھے اخلاق پر چھوڑ دیا جائے تو امکان ہے کہ ان قوانین پر خاطر خواہ عمل درآمد نہیں کیا جائے گا پھر شادی کے بعد کی زندگی جو ان تمام معاملات سے زیادہ اہم ہے تو اسے ہم محض اچھے اخلاق کی حد تک ہی کیونکر چھوڑ سکتے ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ اس آسانی سے ظالم فریق ہی فائدہ اٹھائے گا لہٰذا اسلامی نظریاتی کونسل کی اس سفارش کی تعریف کی جانی چاہئے کہ اس نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور میاں بیوی کے درمیان تصفیہ طلب معاملات کو قانونی حیثیت دینے کی سفارش کی۔

جب ہم اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیں تو دکھائی دیتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان قصور کسی کا بھی ہو اس کا تمام تر نقصان عورت کو اٹھانا پڑتا ہے۔ طلاق کا یہ زخم وقت ڈھلنے کے ساتھ مندمل ہونے کے بجائے عورت کی زندگی کا ناسور بنتا چلا جاتا ہے۔ بالفرض مطلقہ (طلاق شدہ) عورت کی دوسری شادی ہو جائے تو بھی اسے سخت دباؤ میں زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ یہاں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ طلاق سے عورت ہی کی زندگی کیوں متاثر ہوتی ہے؟ مرد پر اثر کیوں نہیں پڑتا؟

Scanned with CamScanner

رسول اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔ اللہ کے اس قدر ناپسندیدہ فعل کا صدور یقیناً اتنا آسان اور ظالمانہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے اور اس کو روکنے کے قانونی اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کا نہایت تفصیلی تذکرہ کر کے پوری وضاحت کردی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ہونے والی **98** فیصد طلاقیں قرآنی احکامات کے برخلاف ہی ہوتی ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات بہت خوش آئند ہیں لیکن ان کو سمجھنے کے لئے چند باتیں جاننا ضروری ہیں کیونکہ بعض لوگ تو شاید یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ طلاقِ رجعی ہوتی کیا ہے اور کیا اس طلاق کے بعد میاں بیوی ایک ساتھ رہ بھی سکتے ہیں۔ آئیے اس سلسلے میں قرآن سے رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ ایامِ مخصوصہ کے تین دور گزرنے کا انتظار کریں۔ اور اگر وہ اللہ اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے حلال نہیں کہ جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اور ان کے خاوند پھر موافقت کرنا چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور شوہروں پر معروف طریقے کے مطابق بیویوں کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسے حقوق شوہروں کے بیویوں پر ہیں البتہ شوہروں کو بیویوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ طلاق دوبار ہے پھر یا تو بطریقِ شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کے دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو بجز اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑا لے۔ یہ حدیں ہیں اللہ کی سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی ظالم لوگ ہیں۔ پھر بھی اگر وہ (شوہر) اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ اس پر حلال نہ ہوگی یہاں تک عورت کسی اور خاوند سے نکاح کر لے۔ پھر اگر وہ (دوسرا شوہر) طلاق دے اسے، تو کوئی حرج نہیں کہ دونوں رجوع کر لیں بشرطیکہ انہیں خیال ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو وہ علم رکھنے والوں کے لئے بیان کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں بطریق شائستہ (نکاح میں) روک لو یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور ان کو تکلیف دینے یا زیادتی کرنے کی غرض سے مت روکے رکھو اور جو کوئی اس طرح کرے گا تو وہ اپنی جان پر بہت ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات کو مذاق مت بناؤ اور یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اور جو اس نے تم پر قرآن اور حکمت نازل فرمایا۔ وہ نصیحت کرتا ہے اور اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرو اور خوب جان لو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پوری کر چکیں اپنی عدت تو انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو جبکہ وہ آپس میں معروف طریقے کے مطابق رضامند ہو جائیں"۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت **228** تا **232**)

ان آیات سے ہمارے سامنے یہ باتیں آئیں:

1- جن عورتوں کو ایک مرتبہ طلاق دے دی گئی ہے وہ ایامِ مخصوصہ کے تین دور یعنی تین ماہ گزرنے کا انتظار کریں۔ اسے عدت بھی کہتے ہیں۔ اس عرصے میں وہ کسی بھی وجہ سے اپنے حمل کو ہرگز نہ چھپائیں۔

2- خاوند اگر اس عدت میں (یعنی تین ماہ کے دوران) رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ طلاق صرف دو مرتبہ ہے یعنی ایک عدت کے بعد نباہ نہ ہو تو دوسری طلاق دے کر بھی رجوع کر لینے کا حق ہے۔ اسے طلاقِ رجعی کہا جاتا ہے۔ دو مرتبہ کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جو مہر تم ان کو

دے چکے ہو ان میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اگر اللہ کی حدود قائم نہ رکھنے کا اندیشہ ہو یعنی نزاع پیدا ہو رہا ہے تو عورت کچھ مال دے کر جان چھڑالے۔

4- دو طلاق کے بعد بیوی شوہر پر حلال نہ ہو گی۔ وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر کے گھر بسائے۔ اگر دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دیدے تو اس شرط کے ساتھ پہلے شوہر سے شادی کی جا سکتی ہے کہ دونوں اللہ کی حدود کا احترام کریں گے۔

قرآن کے انہی احکامات کا تسلسل سورۂ طلاق میں ملتا ہے اس کے علاوہ یہ حکم بھی ملتا ہے کہ عدت کے دوران شوہر اور بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔ شوہر اسے نہ نکالے اور عورت بھی گھر سے نہ نکلے۔ اس کے علاوہ نکاح کی طرح طلاق بھی دو منصف گواہوں کی موجودگی میں دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے نبیؐ (مسلمانوں سے کہہ دیجئے) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرو۔ ان (عورتوں) کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ صریح بے حیائی کریں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو ان حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ تمہیں کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجوع کی) سبیل پیدا کر دے۔ پھر جب وہ اپنی میعاد (اختتام عدت) کے قریب پہنچ جائیں تو یا ان کو بطریق شائستہ (زوجیت میں) رہنے دو یا اچھی طرح سے علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور اللہ کے لئے درست گواہی دینا"۔ (سورۂ طلاق۔ آیت 1 تا 2)

ان آیات سے یہ نکات سامنے آئے:

1- طلاق عدت کی ابتداء میں دی جائے اس طرح دونوں کو اس مسئلے پر سوچنے کے پورے تین ماہ ملتے ہیں۔

2- ان تینوں ماہ میں مرد اور عورت دونوں کو پابند کیا گیا ہے کہ ایک ہی چھت کے نیچے ایک ساتھ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بھی واضح کر دی کہ اس طرح ممکن ہے کہ دونوں میں موافقت کا راستہ کھل جائے اور وہ پھر سے شیر و شکر ہو جائیں۔

3- چونکہ یہاں تیسری طلاق کا تذکرہ ہی نہیں ہو رہا جس کے بعد میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے لہٰذا ثابت ہے کہ دو منصف گواہوں کی شرط پر طلاق ہو گی۔

یہ ہیں قرآن مجید کے صاف، واضح اور کھلے احکامات..... جن میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کا پورا طریقہ کار واضح فرما دیا ہے لیکن ذرا غور فرمائیے کہ ہمارے معاشرے میں اس کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے؟ طلاق دینے والے کتنے مرد قرآن کے احکامات کو پورا کرتے ہیں اور کتنے لوگوں کو اس قرآنی طریقہ کار کا علم ہے۔ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے الطلاق مرتٰن..... دو مرتبہ سے مراد ایک ہی نشست میں دو مرتبہ نہیں بلکہ اس سے مراد دو مواقع یا دو Chances ہیں۔ ان دو مواقع کی تشریح قرآن نے بھی کر دی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس کی تشریح یوں کرتے ہیں "اس آیت میں تشان کا لفظ نہیں بلکہ مرتان کا لفظ ہے۔ اس سے تفریق تو لفظ سے معلوم ہوئی اور عدد اشارہ سے اور الطلاق پر الف لام جنس کے لئے ہے تو اس سے خارج کوئی چیز نہیں۔ پس اس سے صاف عیاں ہے کہ دو طلاقیں جو ایک ساتھ (ایک ہی وقت میں) جمع کر دی جائیں تو وہ غیر معتبر ہیں۔ جب دو کا شرعاً اعتبار نہیں تو تین جو ایک ساتھ دی جائیں ظاہر ہے کہ وہ بھی شرعاً نامعتبر ہیں کیونکہ تین میں دو بھی شامل ہیں بلکہ اس کے سوا بھی ہے"۔

قرآن میں مرتٰن کا لفظ چند اور مقامات پر بھی مواقع یا Chances کے معنوں میں آیا ہے

"اور کیا ان (یہودیوں) کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنسے رہتے ہیں"۔ (سورۂ توبہ۔ آیت 46)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں بتا دیا تھا کہ

تم زمین میں دوبار خرابی کروگے"۔(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت 4)

ان آیات میں بھی دو مرتبہ سے مراد ایک ہی دفعہ میں دو مرتبہ نہیں بلکہ دو الگ الگ مواقع پر خرابی پیدا کرنے کا تذکرہ ہے۔ قرآن میں طلاق کے ضمن میں بھی دو مواقع زیرِ بحث آئے ہیں اور ان دو مواقع کا استعمال طلاقِ رجعی اور عدت کے تفصیلی تذکرے میں کردیا گیا ہے ورنہ معاملہ صرف ایک نشست کا ہوتا تو اتنے طویل تذکرے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

اب ہم طلاق کے ان طریقوں کا تذکرہ کریں گے جو عموماً بتائے جاتے ہیں۔ طلاق کی تین قسمیں بتائی جاتی ہیں۔احسن، حسن اور بدعی۔"احسن طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک پاکی کے زمانہ میں جبکہ اُس (شوہر) نے اُس (بیوی) سے قربت نہ کی ہو طلاق دے اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے"۔ (ہدایہ کتاب الطلاق، جلد دوئم صفحہ 354)

طلاق کی یہ قسم قرآن سے ثابت ہے۔ یعنی طلاق کے بعد تین ماہ تک (دورانِ عدت) دونوں ایک ہی گھر میں علیحٰدہ ہو جائیں۔

"حسن طلاق سنت ہے وہ یہ کہ شوہر بیوی کو جس سے اس نے قربت کی ہو، تین پاکی کے زمانوں میں (ایک ایک مہینہ کے وقفے سے) تین طلاق دے"۔(ایضاً)

طلاق کی تیسری قسم کو طلاقِ بدعت کا نام دیا گیا ہے۔ہدایہ جلد دوئم صفحہ 255 میں اس کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے "اور طلاقِ بدعت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے یا ایک ہی طہر میں (یعنی ایک ماہ کے دوران) تین طلاق دے۔یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی لیکن طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا"۔

طلاق بدعت ہی وہ طلاق ہے جسے ایک نشست کی تین طلاق کہا جاتا ہے۔ سنن ابی داؤد اور صحیح مسلم کے مطابق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "حضور ﷺ کے دور میں، حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت اور حضرت عمرؓ کے دور میں ابتدائی تین سالوں تک ایک نشست میں دی جانے والی کئی طلاقوں کو ایک ہی تصور کیا جاتا تھا"۔

حضرت عباسؓ سے دریافت کیا گیا "آپ کو علم ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک ہی وقت کی تین طلاقیں ایک کی طرف لوٹا دی جاتی تھیں؟" تو آپؓ نے فرمایا "ہاں مجھے معلوم ہے"۔(بحوالہ الحاکم فی المستدرک)

ایک نشست کی تین طلاقوں کو طلاقِ بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت تک بالاتفاق واجماع موجود ہی نہیں تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ایک ہی وقت میں تین طلاق دیتے پایا۔

یہ دراصل حضرت عمرؓ پر ایک بہتان ہے کہ انہوں نے ایک نشست کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا۔ یہ رواج حضرت عمرؓ نے نہیں بلکہ بعد کے بادشاہوں نے ڈالا جنہیں اپنی عیاشوں کا جواز پیدا کرنا تھا۔ پاکستان کے محمڈن لاء کے صفحہ 362 پر ہے "طلاقِ بدعت کو شاہانِ بنی امیہ نے مسلم دور کی دوسری صدی میں رائج کیا"۔

چند روایات سے بھی یہ تاثر مضبوط ہو جاتا ہے کہ بعض بادشاہوں نے شریعتِ اسلامی میں داخل اندازی کی "ابن شہاب سے روایت ہے کہ مروان طلاق بتہ میں تین طلاق کا حکم کرتا تھا"۔ اس کی توضیح یہ کی گئی کہ "مروان کا یہ حکم چونکہ مدینہ منورہ میں علماء کے سامنے تھا اس واسطے حجت ہوا"۔ مروان ہی کے متعلق ایک واقعہ اور ملتا ہے "قاسم بن محمود سے روایت ہے کہ ایک ثقفی نے اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دیا۔ اس نے اپنے تئیں ایک طلاق دی یہ شخص چپ رہا پھر اس نے دوسری طلاق دی۔ اس مرد نے عورت سے کہا تیرے منہ میں پتھر پڑیں۔ پھر اس عورت نے تیسری طلاق دی۔ اس پر دونوں میں خوب جھگڑا ہوا۔ یہ دونوں جھگڑتے ہوئے مروان کے پاس آئے۔ مروان نے مرد سے اس بات کی قسم لی کہ میں نے عورت کو ایک طلاق کا اختیار دیا تھا۔ اس کے بعد عورت اس کے حوالے کردی۔(موطا امام مالک)

Scanned with CamScanner

ان واقعات سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اموی بادشاہوں کے دور میں ایک نشست کی تین طلاقوں کا رواج ہوا اور اگلے بادشاہوں نے اسے تحفظ دیا۔ وہیں وہ بادشاہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر مختلف حیلوں سے اپنے ہی ان رائج کردہ احکامات کو الٹ پلٹ کرتے رہتے تھے۔ یہ وہ شاہانِ وقت ہیں جنہوں نے تعلیماتِ اسلام کی کتربیونت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ عورت کو محض ایک کھلونا بنا کر رکھ دیا کہ جب چاہا خرید لیا اور جب دل بھر گیا تو اٹھا کر پھینک دیا۔ اپنے حرم میں سات سات ہزار کنیزیں رکھ لینے کے لئے بھی اگلے بادشاہوں نے مذہبی حیلے بنا لئے تھے۔ اگر طلاق قرآن کے بتائے گئے طریقے کے مطابق دیتے تو کم از کم چھ ماہ (دو عدت) تک ایک ہی عورت کو برداشت کرنا پڑتا چنانچہ طلاقِ بدعت کا حیلہ اس مسئلے کا حل ثابت ہوا اور اس کا بہتان رکھ دیا حضرت عمرؓ پر..... طلاقِ بدعت کو فقہائے کرام نے حرام قرار دیا ہے۔ قرآنی حکم کو کسی حرام یا بدعت سے رد کرنا یا تاویل نکالنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق مرحلہ وار دینے کا حکم دیا ہے۔ دو رجعی طلاقوں کی حکمت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس عرصے میں دونوں میں مفاہمت اور الفت و محبت کی فضا قائم ہو سکتی ہے اور گھر برباد ہونے سے بچ سکتا ہے۔ ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ اپنے آس پاس نظر دوڑا کر بتائیے کہ طلاق دینے والے کتنے مردوں نے اس حکمت کا خیال کیا؟ قرآن سے دوری کی وجہ سے طلاق بازیچۂ اطفال بن کر رہ گئی ہے۔ اس طرح عورت کو معاشرے میں کلنک کا ٹیکہ بنا دینے والے مرد کیا بے قصور ہیں اور کیا مطلقہ عورت کو گری ہوئی نظر سے دیکھنے والے لوگ بھی اس غلط رواج کو پروان چڑھانے میں ہم رکاب نہیں؟

ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ یہ بلاشبہ ایک خوش آئند قدم ہے۔ سنن ابی داؤد اور مسند احمد کی مشہور حدیث ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ "دورِ نبوی میں حضرت ابو رکانہؓ نے اپنی بیوی ام رکانہؓ کو طلاق دے کر قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ پس آپ ﷺ نے ابو رکانہؓ سے فرمایا تم ام رکانہؓ سے رجوع کر لو۔ اس پر انہوں نے کہا "یارسول اللہ ﷺ میں تو اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا قد علمت راجعھا "مجھے معلوم ہے تم رجوع کر لو"۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت میں دو"۔

ملکی قانون کی طرف نظر ڈالئے تو وہ بھی شرعی قوانین سے مطابقت رکھتے ہیں۔ فیملی لاء آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 7 ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی فرد جو اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہو خواہ کسی بھی شکل میں ہو، اسے چاہئے کہ پہلی فرصت میں ایک عدد تحریری رجسٹری شدہ نوٹس چیئرمین یونین کونسل کو بابت طلاق بھیجے اور طلاق کی کاپی ہمراہ منسلک کرے اور اس نوٹس کی کاپی اپنی بیوی کو بھی ارسال کرے۔ اگر شوہر ایسا نہیں کرتا تو اسے ایک سال قید 5 ہزار روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جا سکتی ہیں۔ طلاق اسی وقت موثر ہوگی جب شوہر نے نوٹس زیر دفعہ 7 چیئرمین کو روانہ کر دیا ہو اور جس تاریخ کو نوٹس چیئرمین کو موصول ہوا ہوگا اس تاریخ سے 90 دن نہ گزر جائیں۔ اب چیئرمین نوٹس ملنے کی تاریخ سے اندرون 30 یوم اس بات کا پابند ہے کہ وہ مصالحتی کمیٹی کی تشکیل کرے اور وہ تمام اقدامات اٹھائے جو میاں بیوی میں مصالحت کروانے کے لئے ضروری ہوں۔ مزید اس دفعہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ بیوی کو کوئی اس بات سے نہیں روک سکتا کہ وہ طلاق کے بعد دوبارہ اپنے پہلے والے شوہر سے نکاح کر لے بشرطیکہ تین طلاقیں مندرجہ بالا طریقے پر نہ دی گئی ہوں۔ قارئین کرام سے میری گزارش ہے کہ اس قانون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور طلاق کو کھیل تماشہ نہ بنائیں کہ یہ نا صرف شریعت بلکہ ملکی قانون کے ساتھ بھی ایک مذاق ہوگا۔

Scanned with CamScanner

لُٹ گئے بھرے بازار میں.....

روز افزوں بڑھتی ہوئی منافع خوری کے رجحان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہمارے بعض دکاندار اور تاجر پیغمبرانہ تعلیمات سے انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

محمد اویس

"دکاندار کی باتوں میں کبھی مت آیا کرو۔ وہ سو روپے بتائے تو تم پچاس روپے کہو، وہ ہزار روپے کہے تو تم تین چار سو روپے لگاؤ"۔ یہ نصیحت ہمارا دوست اپنے بیٹے عمران کو کر رہا تھا جو تین سو روپے والی شرٹ ساڑھے پانچ سو میں لے آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ دکاندار نے اس کی قیمت سات سو روپے بتائی تھی۔ میں نے بہ اصرار ساڑھے پانچ سو میں لی ہے۔ وہ نوجوان شرمندگی اور ندامت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ دوست نے اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال لی اور نوجوان نے خاموشی سے سن بھی لی۔ چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بھی اپنے لٹ آنے پر افسردہ ہے۔ دوست کے گھر سے واپس آتے ہوئے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آج کل کے دکانداروں پر سے لوگوں کا اعتبار ہی ختم ہو گیا ہے اور اس بے اعتباری کے ذمہ دار بھی وہ خود ہیں۔ آپ جب خریداری کرنے نکلتے ہیں تو عقل کا تقاضا یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ دکاندار کی بتائی گئی قیمت پر ہرگز اعتبار نہ کریں کیونکہ تجربہ ہے کہ اکثر وہ اصل قیمت سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا کر پیسے بتاتے ہیں۔

روزمرہ ضرورت کی چیزوں کا تعین بالعموم رسد اور طلب کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی منڈیوں میں اتار چڑھاؤ، ڈالر کی قیمت میں کمی یا ناگہانی آفات سے بھی قیمتوں پر فرق پڑتا ہے۔ ہمارا موضوعِ بحث قیمتوں کی کمی بیشی یا مہنگائی نہیں بلکہ کسی بھی شئے کی فروخت پر حد سے زیادہ منافع وصول کرنا ہے۔ یعنی سو روپے والی چیز کے پانچ سو روپے بتانا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ دھوکہ دہی نہیں ہے؟ بعض چیزوں کی قیمت ٹرانسپورٹیشن یا دیگر مراحل کی بناء پر گاہک تک پہنچتے پہنچتے بعض اوقات کئی گنا بڑھ بھی جاتی ہے۔ اسی طرح پوش علاقوں میں دکان کھولنا اور اس کی تزئین و آرائش کرنے کے بعد وہ لوگ اشیاء پر کچھ اضافی رقم چارج کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں تو کاروباری ضرورت ہیں لیکن ہمارا موضوع ایسے دکاندار ہیں جو کسی چیز کی قیمت کئی سو گنا بتاتے ہیں اور بھاؤ تاؤ کر کے گاہک کو نفسیاتی طور پر اتنا زچ کر دیتے ہیں کہ وہ مقررہ قیمت سے زائد قیمت میں وہ چیز خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بھانجے کی شادی کے لئے ہمارے گھر کی خواتین دلہن کے جوڑے خریدنے گئیں۔ ایک دکاندار سے ولیمے کے دن کے جوڑے کی قیمت معلوم کی اس نے دس ہزار روپے بتائی۔ بھاؤ تاؤ کر کے چھ ہزار میں معاملہ طے ہوا۔ جوڑا خرید کر آگے گئیں تو ایک فکس پرائز کی دکان میں اسی ڈیزائن اور کوالٹی کا جوڑا موجود تھا۔ اس کی قیمت معلوم کی

گئی تو اس نے ساڑھے پانچ ہزار روپے بتائی اور رازدارانہ انداز میں کہا کہ اس میں کمی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے سر پکڑ لیا۔

ایک مرتبہ گلی سے گزرنے والے ایک آدمی کے پاس ہم نے دستی گھڑیاں دیکھ کر اس کی قیمت دریافت کی۔ اس نے گھڑی کی قیمت چھ سو روپے بتائی۔ جب ہم نے لینے سے انکار کیا تو وہ ضد کرنے لگا کہ قیمت تو لگاؤ۔ ہم نے جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا کہ دو سو روپے میں گھڑی دو گے۔ ہمیں حیرت اس وقت ہوئی جب وہ گھڑی دینے پر راضی ہو گیا۔ دل میں شک پیدا ہو گیا تھا اس لئے گھڑی لینے سے انکار کر دیا۔ اُس سے کس طرح جان چھڑائی یہ ہم ہی جانتے ہیں۔ بعد میں ایک دوست نے بتایا کہ یہ غیر معیاری گھڑیاں بازار میں ڈیڑھ سو روپے میں بآسانی مل جاتی ہیں۔

افسوسناک بات تو یہ ہے کہ دکاندار کسی چیز کی قیمت کا فیصلہ خریدار کی مالی حالت دیکھ کر کرتا ہے۔ مرد اور خاتون گاہک کے لئے بھی الگ الگ معیار ہوتا ہے۔ یہ لوگ بلا کے نفسیات دان بھی ہوتے ہیں اس لئے سادہ لوح اور چالاک خریدار میں بھی بآسانی فرق کر لیتے ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ ان کی دست برد سے چالاک سے چالاک آدمی بھی نہیں بچ سکتا۔ اگر دکاندار زچ ہو جائے تو طنز اور طعنے پر اتر آتا ہے کہ تمہیں چیز خریدنا ہی نہیں ہے یا تمہیں کسی پوش علاقے میں خریداری کرنا پڑے تو پتہ چلے۔

پوش علاقوں کے دکانداروں کا اپنا الگ اور منفرد انداز ہوتا ہے۔ وہ خریدار پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لئے گاہک کو نہایت عزت و احترام دیتے ہیں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مزید مرعوب کرنے کے لئے کولڈ ڈرنک یا چائے کافی وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ بچوں کے لئے چاکلیٹ وغیرہ دیتے ہیں۔ اس اخلاقیات سے گاہک چیز خریدے بغیر لوٹ جانے یا پھر قیمت کم کرانے پر زیادہ اصرار نہیں کرپاتا۔ دکاندار اس اعلیٰ اخلاق کی پوری پوری قیمت وصول کرتا ہے۔

ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے ایک فٹ پاتھ پر قالین بیچنے والے ایک افغان باشندے سے بڑے قالین کے دام پوچھے تو اس نے تیس ہزار روپے بتائے۔ وہ دام سن کر چلنے لگے تو قالین والا ان کے پیچھے پڑ گیا کہ صاحب آپ بولو کتنے کا لو گے۔ ان صاحب نے اس خیال سے کہ ایسے دام بول دوں کہ یہ منع کر دے اور میری جان چھوٹ جائے قالین کے دام پانچ ہزار روپے بتا دیئے۔ وہ فوراً ہی راضی ہو گیا۔ اب وہ صاحب پریشان ہو گئے کیونکہ ان کی جیب میں پورے پانچ ہزار روپے بھی نہیں تھے۔

ڈپٹی ڈائریکٹر بیورو آف سپلائی اینڈ پرائسز محمد نصرت اللہ صدیقی سے اس بارے میں گفتگو کی گئی تو انہوں نے بھی اسے بددیانتی قرار دیتے ہوئے کہا "زائد منافع لینے والے دکانداروں کے عمل کو بددیانتی ہی کہا جاسکتا ہے"۔ انہوں نے مزید کہا "کھانے پینے اور روزمرہ ضرورت کی اکثر اشیاء کی قیمتوں پر حکومت نظر رکھتی ہے جبکہ صنعتی پیداوار کی اشیاء کی قیمتیں بھی حکومت مقرر کرتی ہے جبکہ مینوفیکچررز کو پیکنگ شدہ اشیاء کی پیکنگ پر وزن اور قیمت درج کرنے کا پابند بھی کیا ہوا ہے۔ ایسا نہ کرنا پرائس کنٹرول ایکٹ کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے اور قابلِ دست اندازی جرم ہے۔ جبکہ کسی بھی چیز پر ضرورت سے زائد منافع لینے والے دکاندار کی شکایت علاقہ ایس ڈی ایم یا بیورو آف سپلائی اینڈ پرائسز کو کی جاتی ہے"۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آج کل کے اکثر دکاندار حکومتی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس غلط رجحان کو مہنگائی کا نام دیں، منافع خوری کا یا دھاندلی اور دیدہ دلیری کا۔ بلاشبہ اسے دھوکہ دہی کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ مزید افسوس تو یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس دھوکہ اور فریب کو اکثر دکانداروں نے جواز کے پیرہن میں لپیٹ دیا ہے۔ لہٰذا اسے فعلِ بد سمجھنے کے بجائے ضروری کاروباری ہتھکنڈہ قرار دیتے ہیں۔ ایک دکاندار نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کئی گنا زیادہ

Scanned with CamScanner

دام بتانے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا "ہم دام زیادہ بتا کر اپنی قسمت آزماتے ہیں"۔ بعض دکاندار کاروبار کی مندی کا رونا روتے ہوئے کہتے ہیں "دراصل آج کل کاروبار ہی نہیں چل رہا۔ خریداروں کی آمد بہت کم ہوگئی ہے چنانچہ ہم گاہکوں سے زیادہ منافع لیتے ہیں۔ ظاہر ہے ہم نے دکان میں لاکھوں روپے اس لئے تو نہیں لگائے کہ نقصان اٹھاتے رہیں"۔

ایک دکاندار نے اپنی اس خرابی کا ذمہ دار بھی بے چارے گاہک کو بناتے ہوئے کہا "دراصل خریداروں کی نفسیات ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ اچھی چیز کا معیار اس کی قیمت کو سمجھتے ہیں۔ اگر ہم کسی چیز کی قیمت کم بتاتے ہیں تو وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے"۔ ایک قدرے منہ پھٹ دکاندار نے تو نیا فلسفہ پیش کیا اور کہنے لگا "آج کل ایمانداری سے کام کرنے کا زمانہ ہی نہیں۔ کوئی دکاندار ایمانداری سے کاروبار کر ہی نہیں سکتا"۔ گویا کہ اس بات سے دکانداروں کی لوٹ گھسوٹ بھی جائز قرار پاتی ہے۔

ایک دکاندار نے اس رجحان کو رشوت خور اور بدعنوان طبقے کا تراشیدہ قرار دیا۔ اس نے کہا "ہمارے ہاں ایک طبقہ ایسا ہے جس کی جیبیں کالے دھن سے بھری ہوئی ہیں۔ وہ دکاندار سے صرف رقم پوچھتے ہیں اور کرارے نوٹ نکال کر اسے تھما دیتے ہیں۔ یہ خرابی ایسے لوگوں نے ہی پیدا کی ہے"۔ لیکن اس میں بے چارے سادہ لوح متوسط اور غریب طبقے کا کیا قصور ہے؟ اور اگر بدعنوان طبقہ غلط طریقے سے دولت سمیٹ رہا ہے تو اسے بُرا جاننا چاہئے نا کہ کرپشن کو مزید پھیلا دیا جائے۔ ایک خرابی تو بدعنوان اور رشوت خور طبقہ کر رہا ہے اور دوسری خرابی یہ مفاد پرست دکاندار کر رہے ہیں پھر دونوں میں کیا فرق ہوا؟ دکاندار کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ لوگوں میں طبقاتی فرق کرے اور اس فرق سے مالی فائدے حاصل کرے؟

اکثر دکاندار بددیانتی اور منافع خوری کے علاوہ غلط بیانی اور جھوٹ کے مرتکب بھی نظر آتے ہیں۔ گاہک سے گفتگو کرتے ہوئے کتنی ہی مرتبہ یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم آپ کو یہ چیز منافع لئے بغیر دے رہے یا ہم نقصان میں چیز دے رہے ہیں۔ بعض تو جھوٹی قسم کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ایک اور غلط بیانی وہ چیز کی کوالٹی کے بارے میں بھی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ چیز آپ کو پوری مارکیٹ میں نہیں ملے گی مگر وہ دوسری دکان میں ہی مل جاتی ہے۔ وہ اپنی ہر کوالٹی کو اعلیٰ کوالٹی کہتے ہیں مگر یہ بات طے ہے کہ ان میں سے اکثر کے پاس ردی یا گھٹیا مال بھی ہوتا ہے۔

دکانداروں کی طوطا چشمی بھی ایک مثال بنتی جا رہی ہے۔ مال فروخت کرنے سے پہلے اور فروخت کے بعد دکاندار کا گاہک سے رویہ مختلف ہوتا ہے بلکہ بعض دکاندار تو ایسے گاہک کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں جو ان سے چیز لے کر گیا ہے اور واپس یا تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اگر گاہک مال واپس یا تبدیل کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ تعاون کرنا رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ طریقہ ہے لیکن مال کی واپسی تو درکنار دکاندار اسے تبدیل کرنے میں بھی پس و پیش سے کام لیتے ہیں۔ اگر تبدیل بھی کرلیں تو خراب کوالٹی دیتے ہیں۔ بہت سے دکاندار وعدہ خلاف بھی واقع ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے کوئی آرڈر بک کرایا ہے تو مقررہ وقت پر آرڈر وصول ہو جانا دُرِّ نایاب ہی ثابت ہوتا ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ نے جو آرڈر دیا تھا اس سے کم یا ہلکی کوالٹی کا مال دیا گیا۔

دکانداروں کی یہ دھوکہ دہی اور منافع خوری لوگوں کے لئے تو نقصان دہ ہے ہی لیکن خود دکانداروں کے لئے بھی یہ نقصان دہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ ان کی کوئی بات نہیں سنے گا، نہ ان کی طرف رحمت کی نظر فرمائے گا اور نہ ہی ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ ان میں سے ایک ایسا تاجر ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچتا ہے"۔ ہمارے خیال میں دھوکہ باز دکاندار کے

لئے یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ یہ عادت کاروبار میں فائدے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ کراچی کریانہ گروپ آف مرچنٹس ایسوسی ایشن کے ایک اعلیٰ عہدے دار رئیس اشرف سے جب اس بارے میں گفتگو کی گئی تو انہوں نے کہا کہ "جو دکاندار کئی سو گنا قیمتیں بتاتے ہیں وہ غالباً بزنس کے اصولوں سے ہی ناواقف ہیں۔ میرے خیال میں یہ رجحان منظم مارکیٹ سے ہٹ کر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ کاروبار کرنے والا ایسی بے وقوفی ہرگز نہیں کرسکتا"۔ انہوں نے مزید کہا "آج کل کے دور میں ایک دکاندار کے لئے کسی چیز میں من مانا منافع حاصل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ مقابلے کا دور ہے۔ ٹرانسپورٹیشن، کمیونی کیشن تیز رفتار ہے۔ آپ ذرا سی دیر میں جنگل سے بھی کسی چیز کے دام معلوم کرسکتے ہیں"۔

فرض کیجئے ایک دکاندار سو گاہکوں کو چیز دگنے داموں فروخت کرتا ہے۔ ان میں سے پچاس گاہک تو اپنے گھر یا جان پہچان والوں سے فوراً جان جائیں گے کہ ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور وہ دوبارہ اس دکان کا رُخ نہیں کریں گے۔ اگلے پچاس کو بھی وقتاً فوقتاً دکاندار کی جعلسازی معلوم ہوتی جائے گی اور وہ اس سے مال خریدنا بند کردیں گے۔ اس طرح بددیانت دکاندار کے پاس گاہک دوبارہ نہیں آئے گا۔ کاروبار کا پہلا اصول یہ ہے کہ ایسے طریقے اپنائے جائیں کہ گاہک ہماری پروڈکٹ یا دکان کی طرف آئے اور ہماری پروڈکٹ اسے پسند آئے۔ اگر اسے پروڈکٹ پسند آئے گی تو وہ اپنے چند جاننے والوں کو بھی وہ چیز لینے کی ترغیب دلائے گا۔ اگر وہ لوگ پروڈکٹ نہ بھی خریدیں تو وہ گاہک خود بھی ہربار اسی دکان سے رجوع کرے گا یعنی چیز کی فروخت کا مستقل انتظام ہوجائے گا۔ لیکن بددیانت دکاندار مال کی فروخت کے مستقل کاروباری اصول سے ناواقف ہوتا ہے وہ ایک ہی گاہک کو نچوڑ لینا چاہتا ہے اس طرح وہ اپنی چیز کی فروخت کا بڑا نیٹ ورک خود ہی بند کردیتا ہے۔ نہ تو وہ گاہک خود دوبارہ آتا ہے نہ اپنے ساتھیوں کو اس دکان پر جانے کی ترغیب دیتا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے ایک بازار کا دورہ فرمارہے تھے۔ وہاں ایک آدمی جو کا ڈھیر لئے بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے اس ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو اسے گیلا پایا یعنی اس آدمی نے گیلا کرکے جو کا وزن بڑھادیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس بددیانتی پر اسے سرزنش کی۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ چیزوں کے معیار اور ان کی قیمتوں کا بھی تعین ہونا چاہئے اور ان چیزوں کو باقاعدہ چیک کیا جانا چاہئے۔ ہم اپنے اطراف نظر دوڑائیں تو اس کا خاطر خواہ انتظام نظر نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ دکاندار ہر قسم کی بددیانتی کو جائز سمجھنے لگے ہیں۔ اب یہی صورت رہ جاتی ہے کہ ہر شخص اپنے طور پر ہی ان بددیانت دکانداروں کے شر سے بچنے کی کوشش کرے۔ اس کے لئے ہم چند ٹپس بتاتے ہیں۔

ایک چینی کہاوت ہے کہ "عقلمند وہ ہے جو چیز خریدنے سے پہلے تین جگہ اس کی قیمت معلوم کرلے"۔ کبھی بھی ایک ہی دکان سے خریداری مت کیجئے۔ اگر آپ چیز کے معیار اور قیمت سے مطمئن بھی ہیں تب بھی کم از کم تین چار دکانوں میں جاکر اس کی قیمت ضرور معلوم کرلیں اس طرح آپ کسی بڑے نقصان سے بچ سکتے ہیں۔

ایک بہتر طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ جس چیز کی خریداری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی قیمت کے بارے میں دو چار جاننے والوں سے مشورہ ضرور کرلیں خصوصاً مہنگی اشیاء کی خریداری کے موقع پر..... اس طرح آپ اچھی کوالٹی اور مناسب قیمت تک باآسانی پہنچ سکتے ہیں۔

فکس پرائس شاپس سے خریداری بھی آدمی کو ذہنی مشقت سے بچالیتی ہے۔ دوسری بات یہ ذہن میں رکھئے کہ جس طرح دکاندار چیزوں کی قیمت کئی سو گنا بتانے سے نہیں چوکتے آپ بھی کم سے کم قیمت پر اصرار کریں۔ چند لمحوں کی مروت بہت مہنگی پڑ سکتی ہے اور اکثر مفاد پرست دکاندار اسی نازک لمحے کے منتظر رہتے ہیں۔

دولہا بننے والے نوجوانوں کے نام

ان دنوں بہت سے نوجوانوں کے سر پر سہرے کے پھول سجے ہیں اور کچھ کے آئندہ چند دنوں میں سجنے والے ہیں۔ اس انتہائی اہم اور پُر مسرت موقع پر ایک بڑے بھائی کا یہ خط ان تمام نوجوانوں کو آئندہ زندگی کے متعلق نہایت اہم گائیڈ لائن دیتا ہے۔ یہ خط پہلے سے شادی شدہ افراد کے لئے بھی برابر اہمیت کا حامل ہے۔

محبوب احمد ترمذی

میرے بھائی!

تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ بحیثیت بڑے بھائی کے میں تمہیں چند مشورے دے رہا ہوں جس پر عمل کر کے امید ہے تمہاری آئندہ زندگی خوشگوار گزرے گی۔

تمہاری دلہن ایک بسا بسایا گھر اور پیار کرنے والے والدین اور بھائی بہن چھوڑ کر آئے گی۔ تمہارا گھر شروع شروع میں اسکے لئے بالکل نیا ہوگا۔ حالانکہ یہی اس کا اصل گھر ہے۔ باہمی تعلقات میں وہ کچھ جھجک محسوس کرے گی۔ اب یہ خاوند کا فرض ہے کہ پیار محبت سے اسے یہ یقین دلائے کہ اس گھر میں بھی اسے پیار کرنے والے افراد موجود ہیں۔ وہ انہیں غیر نہ سمجھے بلکہ اپنے کنبہ کے افراد جانتے ہوئے ان کے دکھ درد اور خوشیوں کو اپنی پریشانی یا اپنی خوشی سمجھے۔ اس لئے تم اس کو اپنی اور اپنے اہل خانہ کی جانب سے اعتماد دو تاکہ وہ بھی تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کے اعتماد پر پوری اُترے۔

آہستہ آہستہ چند دنوں میں اپنی ملازمت یا کاروبار اور اپنی آمدنی اور اخراجات کے بارے میں اسے سمجھانا۔ کیونکہ کل کو خرچ اس کے ہاتھ ہوگا۔ اسے معلوم ہو کہ کتنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے ہیں۔

جن گھروں میں دلہن کی ساس، نند، بھاوج پہلے سے موجود ہوں میاں کا فرض ہے کہ بیوی کو اس کا اپنا مقام ملے اور والدین اور بہن بھائیوں کو اپنا۔ میاں مہینہ میں ایک آدھ بار گھر کے سب افراد کو اکٹھا کر کے چائے یا کھانے کی میز پر ایسے مواقع فراہم کرے کہ آپس میں خلوص و محبت کی فضا قائم رہے۔ اگر کوئی فرد متوقع سلوک روا نہ رکھے تو اسے الگ پیار اور احترام سے بات سمجھانے کی کوشش کرے۔ اس سے حالات بہتری کی طرف گامزن رہیں گے اور جیسا تمہارے گھر میں دلہن کے ساتھ ہوگا انشاء اللہ مستقبل میں تمہاری بہن، بیٹی کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جب وہ دلہن بن کر اپنے اپنے سسرال جائیں گی۔

اپنی کسی بات یا فعل سے بیوی کو یہ تاثر نہ ہونے دینا کہ تمہیں اس پر اعتبار نہیں۔ اگر اس سے کبھی دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو بجائے غصہ سے سرزنش کرنے کے آرام سے اسے سمجھا بھی سکتے ہو کہ تمہاری توقعات اپنی بیوی سے کیا ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ اگر باہر کے معاملات تمہارے ذمہ ہیں تو گھر کا بندوبست بیوی کے ذمہ ہے۔ کبھی تم سے بھی اپنے معاملات میں غلطی ہو سکتی ہے اس طرح بیوی سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ گھریلو نظام حیات میں تم دونوں کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہ پڑی تو انشاء اللہ زندگی خوشگوار ہوگی۔

میاں بیوی کا باہمی تعلق کچھ لو اور کچھ دو والا ہوتا ہے۔ اگر میاں کا موڈ خراب ہے تو بیوی کی عقلمندی یہی ہے کہ خاموش رہے۔ میاں جو بات کہے وہ مان لے۔ اور اگر بیوی کسی وجہ سے ناراض ہو رہی ہے تو خاوند کو بھی برداشت کرنا چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ بحث مباحثہ شروع ہو جائے۔ اس سے حالات بگڑ سکتے ہیں۔ میرے ایک دوست کی کامیاب ازدواجی زندگی کا راز یہ ہے کہ وہ سخت سے سخت بات میں بھی کوئی خوشگوار پہلو نکال لیتے ہیں۔ ایک دن ان کی اہلیہ ان پر کسی بات پر سخت ناراض ہو رہی تھی میاں ہنس کر کہنے لگے کہ دیکھو میرا کچھ لحاظ کیا کرو میں تمہارا اکلوتا خاوند ہوں۔ بات ہنسی مذاق میں ختم ہوگئی۔ ایک دوسرے کو برداشت کر کے ہی خوشی اور خوشحالی مل سکتی ہے۔

میرے ایک دوست ماہر نفسیات ہیں وہ کہتے ہیں کہ سب سے بہترین اور مثالی جوڑا وہ ہے جو دوستانہ انداز محبت اپناتا ہے ایسے میاں بیوی معاملات کو اپنے موجودہ حالات کے پیش نظر حل کرتے ہیں یعنی کسی لگے بندھے اصولوں کو سامنے نہیں رکھتے۔ ایسے میاں بیوی خود کو ایک دوسرے کے بہت قریب محسوس کرتے ہیں اور ان میں ذہنی ہم آہنگی میں بہت زیادہ ہوتی ہے اور ایسے جوڑے عموماً اپنی اولاد کے لئے بھی آئیڈیل ثابت ہوتے ہیں۔

بیوی کو کسی بھی بات پر طعنہ دینے سے پرہیز کرنا ضروری ہے ورنہ یہ باہمی تعلقات میں زہر گھول سکتا ہے۔ بعض نادان جہیز کم لانے کی وجہ سے اسے مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ ماں باپ نے جب اپنی لخت جگر آپ کے سپرد کر دی تو ان سے مال و دولت کی کیوں توقع رکھی جائے؟ میاں بیوی جب مل کر پیسہ جوڑتے ہیں تو بہت برکت ہوتی ہے۔ جہیز کی چیزیں تو سال دو سال میں پرانی ہو جاتی ہیں لیکن جب دونوں شریک حیات کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کرم مانگتے ہیں تو بہت خیر و برکت اور خوشحالی آتی ہے۔

ایسے بھی خاوند ہیں جو بیوی کی جائیداد پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ہر وقت بیوی کو تنگ کرتے ہیں کہ وہ اپنے والدین سے یا اپنے بھائیوں سے اپنا حصہ جائیداد مانگے۔ وہ شریعت کا بہانہ کر کے کہتے ہیں کہ شریعت نے لڑکی کا حصہ رکھا ہوا ہے، بالکل ٹھیک مگر ان کی شریعت صرف جائیداد کے بٹوارے تک کیوں محدود رہتی ہے؟ بہت سے کام تو وہ خود شریعت کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ ویسے بھی باپ بیٹی اور بھائی بہن کے معاملات میں دخل اندازی کچھ عجیب سی بات معلوم ہو رہی ہے۔

میرے ایک دوست کی بیوی نے ایک دفعہ گلہ کیا کہ اس کے والدین نے اسے جائیداد میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ میاں نے پیار سے اسے سمجھایا کہ تم اس بات کا شکر نہیں کرتیں کہ اللہ نے تمہیں اتنا پیار کرنے والا بھائی دیا ہوا ہے اس کی سلامتی اور خیر کی دعا مانگا کرو۔ رہا والدین کا معاملہ، انہیں تم معاف کر دو تاکہ اُخروی زندگی میں ان پر کوئی گرفت نہ رہے۔

اسلام صرف ظاہری لباس اور شکل صورت کو ایک خاص رنگ میں ڈھالنے اور صرف نماز روزہ اور دیگر حقوق اللہ ادا کرنے کا نام ہی نہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی فرض ہے ضرور ادا کرنا چاہئے مگر پیغمبرانہ تعلیمات کے مطابق سب سے اہم بات حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اللہ کے احکام کے تحت اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اللہ کی مخلوق سے معاملات استوار رہیں۔ ان حقوق اور فرائض میں گھر کے معاملات بہت اہم ہیں۔ انسان اپنے والدین، بیوی بچوں اور رشتہ داروں سے کس طرح برتاؤ کر رہا ہے یہ بھی دیکھا جائے گا۔ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت کل اسلام کے اس پہلو کو نہ بھولنا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے بہترین وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے"۔ گھریلو ماحول کو دوستانہ اور خوشگوار رکھنے کے لئے تم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بہت تعاون کرنا ہے اور اس کا انعام بھی تم دونوں کو ہی ملنا ہے۔

میرے ایک دوست ہیں۔ ان کے ایک عزیز ہیں جو ہیں تو سمجھدار مگر غصہ پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی سی بات پر اپنی بیوی سے ان کا اکثر جھگڑا رہتا ہے۔ بعض اوقات مار کٹائی کی نوبت آجاتی ہے۔ میرے دوست نے ایک دفعہ انہیں سمجھایا کہ آپ نے بیوی پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ اسلام ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔ آپ کو اب چاہئے کہ بھابھی سے معذرت طلب کریں۔ سمجھانے بجھانے سے وہ کچھ مان گئے۔ اندر جا کر بیوی کو کہا کہ بھئی معاف کرو۔ وہ غریب رو رہی تھی۔ فوراً کیسے معاف کر دیتی؟ میاں نے دو تین بار معافی طلب کرنے کے باوجود اسے خاموش روتے دیکھا تو پھر غصہ میں آگئے۔ غصہ سے بولے کہ میں معاف کرنے کو کہہ رہا ہوں، معاف کیوں نہیں کرتی؟ نتیجہ بیوی کی چیخوں کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ سو میاں ایسی معافی کبھی نہ مانگنا، نہ کبھی بیوی پر ہاتھ اٹھانا۔ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھنا بہت ضروری ہے اور ایک دوسرے کے مزاج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ بدگمانی، ناراضگی اور ناگواری کے مواقع تمہاری زندگی میں کم سے کم آئیں۔

بعض لوگ اپنی بیوی کے رشتہ داروں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کا گھر میں آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ظاہر ہے بیوی کو یہ بات اچھی نہیں لگے گی۔ اس سے گھریلو ماحول میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر انہیں اپنے والدین بھائی بہن اور رشتہ دار عزیز ہیں تو اسی طرح ان کی بیوی کو بھی اپنے والدین اور عزیز و اقربا۔ شادی دو افراد کے درمیان نہیں بلکہ دو خاندانوں کے درمیان رشتہ داری کا نام ہے۔ جتنا نبھاؤ گے اتنا پاؤ گے۔ جتنے زیادہ لوگ ہم خیال ہوں اتنی ہی زیادہ خوشگواری بڑھتی ہے۔

ایسے بھی خاوند ہیں جو چھوٹی سے چھوٹی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ بیوی کو کہتے کچھ نہیں مگر اپنی ناراضگی کا اظہار کئی کئی روز تک اپنا منہ پھلا کر کرتے رہتے ہیں۔ کیا فائدہ؟ یہ ٹھیک ہے کہ کبھی آپس میں کچھ شکر رنجی بھی ہو سکتی ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ دنوں تک گھر کا ماحول خراب رکھا جائے۔ بیوی ہو یا خاوند انہیں چاہئے کہ جلد بات بھلانے کی کوشش کریں۔ یہ نہ آس لگائے بیٹھا یا بیٹھی رہے کہ پہل فریق ثانی کرے۔ تم دونوں ایک دوسرے سے روٹھ جاؤ گے تو تمہارے گھر پر خیر و برکت کس کے نام سے آئے گی؟ ناراض ہونے کا کوئی انعام نہیں ہوتا راضی رہنے کی برکتیں بہت ہوتی ہیں۔

زندگی ایک نعمت ہے اور تم نے یہ زندگی اپنی شریک حیات کے ساتھ گزارنی ہے۔ اگر تم دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم نہیں رہے تو زندگی بوجھل ہو جائے گی۔ ہمسفر کے ساتھ ناگوار سلوک کر کے کوئی بھی مسافر خوشگوار سفر ہرگز طے نہیں کر سکتا۔ تم اور تمہاری بیوی اگر خوشگواری کے ساتھ زندگی طے کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ایک دوسرے کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ اعتماد اور قربت پیدا کر سکتے ہو۔

یاد رکھنا کہ تمہاری بیوی جسمانی طور پر تم سے کمزور ہے۔ تمہیں اس کے لئے ہمیشہ ایک نرم گوشہ رکھنا ہوگا۔ اس کی جسمانی ساخت کی کمزوریوں کو ہمیشہ مد نظر رکھنا تاکہ پہلے شکایت پھر ناراضگی اور پھر مان لینے کے مرحلوں میں ناگوار وقت گزارنے کی کوفت سے بچ سکو۔ جب تم اس کی مدد کرو گے تو وہ بہت خوش ہوگی۔ تمہاری بیوی تمہاری شخصیت کی سفیر ہے۔ تم اپنے والدین، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو یہ بات اپنی بیوی کو بتا دینا تاکہ ان کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت وہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے اور جسے تم بعد میں ناگوار واقعہ قرار دے کر بیوی سے ناراض ہو جاؤ!! تمہاری بیوی کی صحت تمہاری ذاتی اور گھریلو صحت اور معاشرت کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ تم اس کو خوش اور صحت مند رکھو تاکہ وہ بھی تم کو راضی رکھے اور ہر طرح تمہاری خدمت کرتی رہے۔

تمہاری بیوی تمہارے بچوں کی ماں بھی بنے گی۔
نوزائیدہ بچوں کو ماں کی توجہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کے ساتھ اس کی بڑھتی ہوئی توجہ کو تم کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ وہ تم کو نظر انداز کرنے لگی ہے۔ وہ ہر حال میں تمہاری نمائندہ ہے اور بچے کو وہ تمہاری جانب سے بھی ایسی توجہ دیتی ہے جو تم خود نہیں دے سکتے۔

اپنے بچوں کی پرورش میں اپنی بیوی کے ساتھ ضرور تعاون کرنا کیونکہ یہ تمہارے ہی بیوی بچے ہوں گے۔

بیوی ہو یا خاوند سکون قلب اور خوشگوار حالات زندگی دونوں کو مطلوب ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ دولت سوائے ذکر الٰہی کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اللہ اور اس کے احکام کی تعمیل ہی تمہیں راہ مستقیم پر رکھے گی اور اس کا خوشگوار اثر تم اپنی ازدواجی زندگی میں بھی پاؤ گے۔ درود شریف کی کثرت رکھنا اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی تمہیں حاصل رہے گی۔ اگر سوچو تو یہ عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت عظمیٰ سے صرف وہی مستفید ہو سکتے ہیں۔ جو اس کی اہمیت کو جانتے ہیں۔

بیٹے باتیں تو اور بھی ہو سکتی ہیں۔ میں نے صرف چند اشارے کئے ہیں۔ تم ماشاء اللہ خود سمجھدار ہو۔ امید ہے تم نہ ہمیں اور نہ اپنی ہونے والی شریک حیات کو مایوس کرو گے۔

خیر اندیش۔ تمہارا بھائی

...لمحاتِ مسرت...

.....کراچی میں امام سلسلۂ ملنگیہ بابا عبدالشکور ملنگ کے خلیفہ شہزاد احمد ملنگی کے صاحبزادے اور قلندر شعور اکیڈمی (مرکزی مراقبہ ہال) کے طالب علم محمود احمد شیخ کی شادی گزشتہ دنوں صائمہ ناز بنت شہاب الدین سے ہوئی۔

.....روحانی ڈائجسٹ کے آفس اسسٹنٹ عظیم احمد 30 دسمبر کو فرزانہ ناز کے ہمراہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ تقریب ولیمہ میں عزیز و اقرباء کے علاوہ روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وقار یوسف عظیمی اور ادارہ کے دیگر ارکان نے بھی شرکت کی۔

.....دستگیر کراچی کی شمع ایاز، محمد ضیاء کے ہمراہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئیں۔

.....راولپنڈی کے محمد اعجاز گزشتہ دنوں زریں گل سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

.....چنیوٹ کے محمد ارشاد گزشتہ دنوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

.....کوٹ اَدو کے محمد شاہد بخاری اور محمد انور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

.....حجرہ شاہ مقیم کے حفیظ اسد رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

.....جدہ سعودی عرب میں مقیم روبینہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

.....گوجرخان کے محمد ظہیر احمد، عبدالستار اور بشیر احمد کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

.....فیصل آباد کے محمد کلیم اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

.....بھریا روڈ کے سردار احمد آرائیں کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

.....سیالکوٹ کے فیصل محمود کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ عطا فرمائی ہے۔

.....چنیوٹ کے مہر مظہر عباس کملانہ کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

.....پشاور میں واپڈا کے ایس ڈی او جمشید علی کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے اور حبیب کو اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

Scanned with CamScanner

پتھر کا زمانہ بھی ہے

پتھر میں اسیر

کیا پتھر کے دور میں بھی سائنس اور ٹیکنالوجی موجود تھی؟

قلندر بابا اولیاءؒ کی ایک رباعی ہے ۔

پتھر کا زمانہ بھی ہے پتھر میں اسیر
پتھر میں ہے اُس دور کی زندہ تصویر
پتھر کے زمانے میں جو انساں تھا عظیم
وہ بھی تھا ہماری ہی طرح کا دلگیر

عام طور پر جب انسانی ترقی وارتقاء کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ انسان ابتداء میں غاروں میں رہتا تھا پھر اُس نے اپنے ماحول سے بہت کچھ سیکھا پتھروں کو رگڑ کر آگ جلائی، پتھروں کی اشیاء بنائیں اور پتھر کے دور سے خراماں خراماں چلتا ہوا اس جدید دور میں داخل ہوا ہے جب پتھر کے دور کی بات ہوتی ہے تو ہمارے ذہن میں اس دور کے انسان کا ایک عجیب سا قدامت پسندانہ تصور اُبھرتا ہے مگر سائنس جیسے جیسے ترقی کر رہی ہے انسان کی بہت ساری خوش فہمیوں کو غلط فہمی اور غلط فہمیوں کو خوش فہمی ثابت کرتی جارہی ہے جس کی شاید اس کی تبدیل پذیر تھیوریاں اور مشاہدات ہیں ہم یہاں پتھر کے دور کے حوالے سے چند چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

سید اسد علی

پتھر کا دور اور برین سرجری:- ریڈرز ڈائجسٹ کی رپورٹ کے مطابق برین سرجری کو اس موجودہ دور کی عنایت کہنا یقیناً بے جا ہوگا کیونکہ ایسے شواہد ملے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج سے بارہ ہزار سال پہلے کے پتھر دور کا انسان نہ صرف برین سرجری سے واقف تھا بلکہ اُس کے عملی استعمال سے بہت سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچاتا تھا۔ ایسی کھوپڑیاں جن میں برین سرجری کے نشانات ملے ہیں یورپ (فرانس)، افریقہ، ساؤتھ امریکہ اور پیرو سے دریافت ہوئی ہیں۔ بہت سی پرانی کھوپڑیوں میں آپریشن کے بعد ہڈیوں کے آپس میں جڑنے اور نشوونما کے مراحل کے بارے میں پتہ چلا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض آپریشن کے بعد کچھ عرصے زندہ بھی رہا تھا۔ پیرو سے ایک ایسی انسانی کھوپڑی دریافت ہوئی ہے کہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مریض آپریشن کے بعد طویل عرصے تک زندہ رہا تھا۔ جے،

اے کریمب اور سموئیل ایلانے تو باقاعدہ یہ ثابت کیا ہے کہ اس دور میں ایک انچ تک کا آپریشن کیا گیا اور زخم کو کیلے کے پتوں کے ریشوں سے بند کیا گیا ہے اور دس سے آٹھ مریض ایسے آپریشن سے جانبر ہوئے ہیں یہ رپورٹ ''میڈیکل ٹائم'' میں شائع ہو چکی ہیں۔ پُرانی کھوپڑیوں کا عمیق تجزیہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ پتھر کے دور کے انسانوں نے پتھر کے ایسے آلات بنا لئے تھے جس کی مدد سے وہ باسہولت یہ آپریشن کر لیتے تھے یہ آپریشن جنگوں میں زخمی ہو جانے والے جنگجوؤں کے لئے ہی نہیں تھے بلکہ ایسے افراد جو کسی خطرناک حادثے کا شکار ہو جاتے تھے وہ بھی ان آپریشن سے گزرتے تھے۔ 1930ء میں انگلش ڈاکٹر ولسن پیری نے پتھر کے آلاجات بنا کر برین سرجری کے کامیاب آپریشن بھی کئے ہیں۔

دور قدیم اور کاسمیٹکس:- پانچ ہزار سال قبل قدیم مصریوں میں پلکوں پر مختلف شیڈز لگائے جاتے تھے جو نا صرف انہیں سورج کی تیز کرنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوتے تھے بلکہ سج دھج اور میک اپ کے طور پر بھی اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ پہلی صدی قبل مسیح میں ملکہ قلوپطرہ اپنے بناؤ سنگھار کے لئے مختلف رنگ مثلاً بھیڑ کی چربی میں ملا لیڈ سلفائیڈ اور دوسرے کیمیکلز استعمال کرتی تھی۔ قدیم مصری خواتین اپنے ناخنوں اور مرد اپنے بالوں اور داڑھیوں کو بھی رنگا کرتے تھے۔ قدیم یونانی دور میں پیلا چہرہ بہت پُرکشش سمجھا جاتا تھا اس لئے اُس دور کی خواتین چربی یا تیل میں سفید لیڈ ملا کر فیس کریم کے طور پر استعمال کرتی تھیں مگر اس کے زیادہ استعمال سے اُن کو مختلف قسم کے عوارض لاحق ہو جاتے تھے۔ رومن کا بادشاہ نیرو اور اس کی دوسری بیوی پوپایا بھی لیڈ Lead بطور فیس پینٹ کے استعمال کرتے تھے مگر وہ رات کو گدھی کے دودھ کو بھی اپنے چہرے پر ملتے تھے تاکہ لیڈ کے مضر اثرات سامنے نہ آئیں۔ قدیم مصریوں کی دیواروں پہ کندہ ایسی تصاویر ملی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی خواتین پرفیوم بھی استعمال کرتی تھیں۔

پتھر کا دور اور مصوری:- پتھر کے دور کے مصوروں نے آج سے بارہ ہزار تا تیس ہزار سال پہلے فن مصوری کے ایسے فن پارے غاروں میں بنائے ہیں جس کے لئے اچھی خاصی روشنی درکار ہوتی ہے مگر اُن کا اُس دور میں (بلب کی ایجاد سے پہلے) ٹمٹماتے ہوئے لیمپوں اور چراغوں کی روشنی میں یہ بنا دینا بہت زبردست فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔ فرانس میں موجود ایک غار میں داخلی دروازے کے بعد سے 800 میٹر تقریباً آدھ میل تک کی دیوار پر مصوری کے نمونے موجود ہیں۔ دیواروں پہ چراغوں کی لو سے نکلنے والے دھوئیں کے نشانات بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔ پتھر کے دور کے مصوروں نے جانوروں، غذاؤں وغیرہ کی تصاویر زیادہ بنائی ہیں جو اُن کی تہذیب وتمدن کے متعلق بتاتی ہیں کچھ تصویریں صرف ایک رنگ کے استعمال سے ہی بنائی گئی ہیں جبکہ کچھ کئی رنگوں کا مجموعہ ہیں ان رنگوں میں آئرن آکسائیڈ میگنیز، ہیماٹائیٹ، پورسلین کے اجزاء پائے گئے ہیں جو ان میں شیڈ پیدا کرنے کے لئے ملائے گئے تھے۔

واٹر پروف کلر:- ان رنگوں کو چربی کے ساتھ ملا کر بھی تیار کیا گیا ہے تاکہ پانی سے یہ آرٹ خراب نہ ہو جائے اس کے علاوہ ان رنگوں میں کیلشیم کاربونیٹ بھی ملایا گیا ہے تاکہ ان رنگوں کی معیاد زندگی بڑھائی جا سکے تصویروں کو پرندوں کے پروں، جانوروں کے بالوں اور فر سے تیار کردہ برش کے ذریعے رنگا گیا ہے۔ غاروں میں رنگی ہوئی تصویریں کافی اونچائی پر بھی ہیں اور کونوں کھدروں میں بھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصوروں کو ان شہ پاروں کی تخلیق میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔

پتھر کے دور میں شراب اور روٹی:- روٹی اور شراب گندم کے دانوں سے نکلتی ہے مگر قباحت یہ ہوتی ہے کہ گندم میں سے روٹی تیار کرنے کے لئے دانے اور بھوسا الگ کرنا مشکل کام ہوتا ہے چلیں آج کل کے دور کے انسان کے لئے بھلے سے مشکل نہ سہی مگر

دس ہزار سال پہلے کے دور کے آدمی کے لئے مشکل ضرور رہا ہوگا مگر اس کے باوجود روٹی اور شراب کے نمونے ملتے ہیں۔ ماہرین آثارِ قدیمہ کا خیال ہے کہ پتھر کے دور کے انسانوں نے ایسی تکنیک دریافت کرلی تھی جس کے ذریعہ وہ بھوسا اور گندم کے کھائے جانے والے دانے الگ کرلیا کرتے ہوں گے۔ برطانوی ماہر آثارِ قدیمہ ڈاکٹر رومانہ کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے جن لوگوں نے گندم کے دانے اگانے سیکھے وہ فونیقی تھے جو کارمل پہاڑی کے اطراف رہائش پذیر تھے جس علاقے کو اب شمالی اسرائیل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سومیرین جو جنوبی میسوپوٹامیا (عراق) میں رہتے تھے اگائے جانے والی گندم کے چالیس فی صدی حصے سے آٹھ مختلف اقسام کی شراب تیار کیا کرتے تھے۔ 1750 قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ حمورابی نے ایک قانون جاری کیا جس کے مطابق اچھے درجے کی شراب ہی فروخت کی جاسکتی تھی۔

پتھر کے دور کے اوزار و آلاجات:-

لوہے کے استعمال میں آنے سے پہلے انسان پتھر سے بنے ہوئے اوزار ہی استعمال کیا کرتے تھے۔ پتھر کے چاقو، کلہاڑیاں، ہتھوڑیاں وغیرہ بنانے کا رواج عام تھا جس کی مدد سے وہ جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ شکار کئے ہوئے جانوروں کی کھال اُتارنے کے لئے ان اوزاروں کو کام میں لایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ درختوں کو کاٹنے، فصل کاٹنے اور لکڑی تراشنے کے لئے بھی پتھر کے اوزار استعمال کئے جاتے تھے۔ پتھر کے اوزار بنانے کے لئے خام مال چٹانوں اور دریا کے کناروں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق دو ملین سال پہلے سے پتھروں سے بنے اوزاروں کا استعمال عام ہوتا رہا تھا۔ قدیم مصریوں نے تیس ہزار سال قبل پتھر کے آلات بنائے اور اس کے لئے خاص قسم کی چٹانوں کا انتخاب کیا۔

پتھر سے بنی ہوئی چھینی بنانے کا رواج 90,000 سال سے 30,000 سال قبل تک عام رہا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ پتھر کے اوزار بنانے کا ماہر ایک اوزار بہترین طریق پہ بنانے کے لئے اُس جیسے دس بارہ اوزار تیار کرتا اور سب سے اچھے بنے ہوئے کو رکھ لیتا باقی پھینک دیتا یہ مسترد اوزار ماہرین آثارِ قدیمہ نے دریافت کئے ہیں۔ بیس لاکھ سال پہلے بنائے جانے والے اوزاروں میں ہینڈل یا دستہ نہیں بنایا جاتا تھا اوزاروں میں دستہ لگانے کا رواج آج سے دو لاکھ سال پہلے سے عام ہوا۔

ان تمام متذکرہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کے دور کے انسان نے بھی ترقی کے وہ مرحلے طے کئے جن کو آج کل کے دور کا انسان لوہے اور پلاسٹک کے استعمال سے طے کررہا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم ان مخفی رازوں سے ابھی تک پردہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔ عہد قدیم کے متعلق جو باتیں عام ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ غاروں میں رہتے تھے اور علاج معالجے کے لئے منتروں پہ یقین رکھتے تھے۔ مختلف دیوی دیوتاؤں سے منتیں مان کر اپنی غم اور بیماری دور کرتے تھے مگر یہ کچھ حقائق اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم سے پہلے بھی بہت ترقی یافتہ تہذیبیں گزر چکی ہیں۔ جنہوں نے سوئی سے لے کر محلات تک پتھروں سے بنائے۔

اب ہم پتھر سے کی گئی ایک اور عظیم تخلیق اہرام کے بارے میں کچھ حیرت انگیز اعداد و شمار رقم کرتے ہیں:

بنیادی طور پر گیزا کے اہرام کی بلندی 485 فٹ ہے اس میں پتھروں کی پچیس لاکھ سلیں استعمال کی گئی ہیں ان میں ہر سل کا وزن تین سے نوے ٹن ہے۔ چند ایک بلاکوں کا وزن چھ سو ٹن بھی ہے جب نپولین مصر میں تھا تو اس نے تخمینہ لگایا کہ صرف اس ایک اہرام میں اس قدر پتھر استعمال ہوئے ہیں کہ ان سے پورے فرانس کے گرد دس فٹ اونچی اور ایک فٹ موٹی دیوار تعمیر کی جاسکتی ہے۔ اور اگر ان پتھروں کی سلوں کو ایک فٹ کی سلوں میں کاٹ لیں تو؟" تو پھر یہ چھوٹے بلاک پوری دنیا کے گرد ایک زنجیر بنانے کے لئے کافی ہوں گے"۔

اہرام چی اوپس (خوفو) کے اندر اتنی وسعت ہے

Scanned with CamScanner

کہ اس میں روم، میلان اور فلورنس کے تمام گرجا سما سکتے ہیں اور پھر بھی اتنی گنجائش باقی رہتی ہے کہ نیویارک کی ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ، ویسٹ منسٹرابے، سینٹ پال، کیتھڈرل اور انگلش ہاؤس آف پارلیمنٹ کی عمارات بھی اس میں آسکتی ہیں۔ اس اہرام میں استعمال شدہ تعمیراتی سامان حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے لے کر آج تک انگلینڈ میں تعمیر کئے گئے تمام گرجا گھروں میں استعمال کئے گئے تعمیراتی سامان کے برابر ہے دنیا بھر کی تمام مشینیں مل کر بھی اس اہرام کو اپنی جگہ سے نہیں ہلاسکتیں کیونکہ یہ ناقابلِ یقین حد تک بھاری یعنی ساڑھے چھ ملین ٹن وزنی ہے۔

تاریخی تخمینے کے مطابق فرعون چی اوپس کے دور حکومت میں مصر کی آبادی دو کروڑ تھی۔ ذرا اس اہرام کے سلسلے میں نقل و حمل کے ذرائع کے بارے میں سوچئے ان تعمیراتی مسائل پر قابو پانے کے لئے دس لاکھ سے زیادہ افراد کی ضرورت تھی انہیں پتھر کو کانوں سے اُس مقام تک لے جانا تھا جہاں اہرام تعمیر ہونا تھا انہیں سپاہیوں اور نگرانوں کی ضرورت تھی ان کے کھانے پینے کا کیا بندوبست تھا؟ وہ لوگ رات کو کہاں سوتے تھے یہ تو ممکن نہیں کہ وہ رات بھی صحرا ہی میں گزارتے ہوں۔ چٹانوں سے پتھر توڑنے کے بعد انہوں نے ان کے بلاک کیسے بنائے؟ ان میں سے بے شمار بلاک ایک دوسرے سے ایسے منسلک ہیں کہ کہیں ذرا سی بھی دراڑ نہیں ہے۔ اس طرح پتھروں کو دبانے کے لئے کم از کم دو ٹن دباؤ کی ضرورت ہوتی ہے دو ٹن! اس قدر دباؤ ڈالنے کے لئے انہوں نے کون سا آلہ استعمال کیا تھا؟ غزہ کے تعمیراتی مقام پر آخر اس عظیم سنگی ذخیرہ کو کس طرح لے جایا گیا ہوگا؟ اگر پتھر کے بلاک رسے سے کھینچ کر پہنچائے گئے تو اس قدر رسے کہاں سے آئے قدیم مصر میں یہ تو ممکن نہیں تھا کہ آپ کسی بھی ہارڈویئر اسٹور پر جائیں اور جتنا چاہیں رسہ خرید لائیں چھبیس لاکھ سنگی بلاکوں کو باندھ کر گھسیٹنے کے لئے کس قدر رسوں کی ضرورت تھی؟ ان میں سے چھوٹے سے چھوٹے بلاک کا وزن بھی کم از کم تین ٹن ہے۔

چلیں فرض کر لیتے ہیں ایک پتھر کو کھینچنے کے لئے ہمیں چار رسوں کی ضرورت تھی بعض رسے دوبارہ بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں اس طرح ہمیں ایک پتھر کے لئے دو رسوں کی ضرورت تھی اس طرح بھی رسوں کی تعداد باون لاکھ تک جا پہنچتی ہے جو ناقابلِ یقین ہے موٹے اور مضبوط رسے آخر وہ آئے کہاں سے ہوں گے؟

پیرامڈ کی تیاری کے لئے ان پتھروں کو چٹانوں سے کاٹنا تھا انہیں ہموار بلاکس کی صورت میں ڈھالنا تھا انہیں غزہ تک لانا تھا پھر ان بلاکوں کو بڑی مہارت سے اہرام کی تعمیر میں لگانا تھا اگر یہ تمام کام دس بلاک روزانہ کے حساب سے ہورہے تھے تو تکمیل اہرام میں دو لاکھ پچاس ہزار دن لگے۔ یعنی چھ سو اسی سال۔ اور اگر سو پتھر روزانہ کے حساب سے لگایا جائے تو بھی اہرام چی اوپس کی تعمیر چھبیس ہزار دنوں یعنی کم از کم ستر سالوں میں مکمل ہوسکتی تھی۔

کیا کوئی بادشاہ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ نا معلوم اتنے عرصے زندہ رہ سکے گا بھی کہ نہیں آپ اپنے مدفن کی تعمیر کرواسکتا تھا۔

تو یہ تھے وہ سوالات جنہوں نے ابھی تک موجودہ سائنس کو پریشان رکھا ہے۔ اب دیکھئے آنے والا کل ان سوالات کے جوابات لاتا ہے یا ہمیں تشنہ لب رکھتا ہے۔

ایسے تمام خواتین و حضرات اور خصوصاً بیرونِ ممالک کے قارئین کرام جنہیں ای میل کی سہولت حاصل ہے۔ وہ دبستانِ خیال، مینارۂ نور، روحانی ینگ رائٹرز کلب، حاصل مطالعہ، شوخیٔ تحریر، قندِ سخن، قرینۂ خیال، میرا پیغام ہے، ایوانِ فکر، بچوں کا روحانی ڈائجسٹ، آپ بھی پوچھئے، روحانی سوال و جواب، محفلِ مراقبہ، کیفیاتِ مراقبہ اور شعبہ سرکولیشن کے متعلق اپنے خطوط اور تحریریں ہمیں بذریعہ ای میل درج ذیل ایڈریس پر ارسال کر سکتے ہیں۔

roohani@pk.netsolir.com

Scanned with CamScanner

عبرت کدے

کہا جاتا ہے کہ عورت کے وجود سے تصویرِ کائنات میں رنگ ہیں۔ عورت خوش اخلاق اور خوش کلام بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہو جاتا ہے لیکن بعض عورتوں کا کردار ایسا بھی ہے جنہوں نے اپنے گھروں کو عبرت کدے میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ خواتین اپنے ہی نقصان کا سبب خود بن جاتی ہیں۔

ریحانہ اکرام

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی بیان کردہ ایک حکایت ہے کہ "ایک بندر انسانی آبادی میں نکل آیا۔ اس نے کچھ عرصہ انسان کی بودوباش دیکھی اور پھر واپس اپنی برادری میں پہنچ گیا۔ اپنی برادری میں پہنچتے ہی جنگل کے سارے بندر اسے ایک اونچے درخت پر لے گئے اور اس کی خاطر مدارات کرنے کے بعد انسانوں کے بارے میں پوچھا۔ اس بندر نے اپنی روداد سناتے ہوئے کہا کہ "وہاں میں نے آدمی بندر کو دیکھا جو اپنی مادہ اور بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ جانور صبح روزی کی تلاش میں نکلتا اور رات کو واپس آتا مگر وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا اس کی مادہ خوخو کرتی ہوئی اس کے پیچھے پڑ جاتی اور جھگڑتی رہتی۔ صبح کو وہ جانور پھر چلا جاتا اور رات کو واپس لوٹتا تو اس کی مادہ پھر اس کے پیچھے پڑ جاتی"۔ دوسرے بندروں نے حیرانی سے کہا "کیا وہ آدمی بندر اپنی مادہ کو کھانے کو نہیں دیتا تھا؟" بندر نے کہا "وہ اپنی مادہ کو روزانہ اچھا کھانے کو دیتا تھا"۔ اس پر وہ بندر مزید حیران ہوئے اور پوچھا "کیا اس کی مادہ نے اسے رسی ڈال رکھی تھی کہ وہ رات کو واپس آجاتا تھا؟" بندر نے کہا "نہیں اس کے پاؤں میں کوئی رسی نہیں ہوتی تھی بس وہ خود ہی واپس آجاتا تھا"۔ اس بات پر سارے بندر آدمی کے عقل و شعور پر حیرت کرنے لگے کہ "وہ پھر بھی اپنی مادہ کے ساتھ کیوں رہتا ہے؟!"

کہا جاتا ہے کہ عورت کے وجود سے تصویرِ کائنات میں رنگ ہیں نا صرف رنگ ہیں بلکہ خوشبو بھی ہے اور مشرقی عورت تو ہمیشہ سے پیار، محبت، وفا، قربانی اور ایثار کی علامت سمجھی جاتی ہے یہ عورت مرد کے دکھ سکھ میں اس کا ساتھ نبھانے والی ہوتی ہے، ان تمام صفات کے ساتھ عورت اگر خوش اخلاق اور خوش کلام ہو تو سونے پہ سہاگہ والی بات ہوتی ہے لیکن مشرق میں بعض عورتوں کا کردار ایسا بھی ہے جو قلندر بابا اولیاءؒ کی بیان کردہ حکایت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ آیئے اس کردار کے کچھ مظاہر دیکھتے ہیں۔

ہمارے پڑوس کے گھر سے نہایت قریب ہونے کی وجہ سے روزانہ صبح کے وقت لڑائی جھگڑے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

ارشد اور اس کی بیوی حنا کا لڑائی جھگڑا تو جیسے ازل سے ابد تک جاری رہنے والا لڑائی جھگڑا لگتا ہے جو کہ روزانہ عین اُس وقت شروع ہو جاتا ہے جب صبح ارشد کے دفتر جانے کا وقت ہو اور تب ختم ہوتا ہے جب ارشد گھر سے دفتر چلا جاتا ہے اس کے علاوہ بھی لڑائی جھگڑا کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب بھی جی چاہا لڑ لیا۔ ایک روز علی الصبح ان دونوں کی لڑائی شروع ہو گئی۔ ارشد کی الجھی ہوئی تیز

آواز آئی "خدا کے لئے میرا نہیں تو بچوں کا خیال کر کے ہی خاموش ہو جاؤ۔ کیوں صبح ہی صبح لڑنے لگیں ؟"

"لڑائی میں لڑ رہی ہوں ؟" حنا غرائی "آپ سے شادی کر کے تو میری قسمت ہی پھوٹ گئی۔ اپنی ماں اور بہنوں پر تو قربان ہونے کو تیار رہتے ہیں میں نے سونے کا لاکٹ بنانے کا کہا تو صاحب کا موڈ ہی بدل گیا"۔

ارشد نے کہا "تمہیں پتہ ہی ہے کہ میری آمدنی اتنی نہیں ہے"۔ حنا نے بھی ترکی بہ ترکی کہا "اچھا یہ بات ہے تو پچھلے مہینے اپنے ابو کے آپریشن کے لئے پانچ ہزار روپے کہاں سے نکل آئے تھے اور اس سے پہلے اماں کو جوڑا کہاں سے بنوا کر دیا تھا ؟" ارشد نے ہلکی آواز سے کہا "ابو کے لئے میں نے اپنے دوست وسیم سے پیسے ادھار لئے تھے۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں ادھار لے کر قرض میں بندھ جاؤں ؟"

"ادھار کا تو صرف بہانہ ہے۔ بیوی کو پیر کی جوتی سمجھا ہوا ہے۔ آپ کو گھر کے لئے ملازمہ کی ضرورت تھی سو وہ میری صورت میں مل گئی"۔

"تمہیں ملازمہ سمجھتا تو تمہارے کہنے پر اپنے شفیق والدین اور محبت کرنے والے بہن بھائیوں سے الگ ہو کر کرائے کے مکانوں میں دھکے نہیں کھاتا پھرتا۔ یہ تمہاری ہی ضد تھی جو میں والدین سے علیحدہ رہ رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ تمہیں پورے حقوق دیئے ہیں"۔

"پورے حقوق دیئے ہیں !" حنا نے طنزیہ انداز میں اس کا جملہ دہرایا "سارا دن گھر کا کام کرتے کرتے میرا جسم سرمہ بن جاتا ہے اور کہتے یہ ہیں کہ ملکہ بنا کر رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کو میری قدر ہی نہیں ہے"۔ ماں باپ کی چیخ و پکار سن کر بچہ رونے لگا تو حنا نے پورا غصہ اس پر اتار دیا اور خوب مارا۔ ارشد کی آواز نہیں آئی شاید وہ پہلے غصے میں اٹھ کر دفتر جا چکا تھا۔

یہ صرف ایک گھر کی کہانی تھی اس طرح کی نہ جانے کتنی تکلیف دہ کہانیاں کتنے ہی گھروں میں دہرائی جا رہی ہیں۔ مجموعی طور پر ہمارے معاشرے کی عورت مرد کے دباؤ کا شکار ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں عورت نے ہی گھر کا سکھ چین برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ان نادان عورتوں نے شوہر کو کھلونا بنا رکھا ہے۔ بے چارا دن بھر دفتر اور کام میں جان ہلکان کرتا ہے۔ شام کو تھکا ہارا گھر پہنچے تو بیوی اسے آڑے ہاتھوں لیتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ایسی خواتین اپنے طرزِ عمل سے خود اپنا نقصان کر لیتی ہیں۔ آیئے چند مثالیں دیکھتے ہیں جن میں اپنی نادانی کے سبب یہ خود ہی پریشان ہیں۔

اقبال بہاولپور ڈویژن کے ایک قصبے میں مقیم ہے وہ مقامی ہائی اسکول میں ٹیچر ہے اس کی بیوی سکینہ بھی مقامی گرلز ہائی اسکول میں پرائمری ٹیچر ہے اقبال اور سکینہ کی شادی کو بیس سال ہوگئے ہیں ان کے تین بچے ہیں جن میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ شادی کے بعد ہی سے اقبال کی بیوی سکینہ نے اس کے ساتھ بد زبانی کرنا شروع کر دی جو آج تک جاری ہے۔ اب اقبال زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنے لگا ہے رات کو بھی دیر سے گھر لوٹتا ہے کیونکہ گھر میں جو وقت بھی وہ گزارتا ہے وہ سارا وقت دونوں میاں بیوی کے جھگڑے میں گزر جاتا ہے۔ سکینہ کی بد زبانی کا خود اسے ہی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اس کی بد زبانی کا اثر یہ ہوا ہے کہ اس کی ایک بیٹی نے بھی اپنی والدہ کی اس بد زبانی کی عادت کو اپنا لیا ہے۔ سکینہ کی بڑی بیٹی جوان ہے یہ اس کے رشتہ طے ہونے کے دن ہیں لیکن قصبے کے لوگ سکینہ کی بد زبانی سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے ہاں رشتہ کرنے سے کتراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی بد زبان عورت کے ہاں اپنے بیٹے کا رشتہ کر کے اپنے بیٹے کی زندگی برباد نہیں کر سکتے لہٰذا سکینہ کی بد زبانی کی وجہ سے لوگوں کا ان کے ساتھ میل ملاپ بہت کم ہے۔

کراچی میں مقیم تنویر صاحب کی روداد بھی سنیں۔ تنویر اسٹیل مل میں ملازمت کرتا ہے اس کا اپنا ذاتی گھر ہے۔ تنویر کی شادی کو نو سال کا عرصہ ہو گیا ہے ان کے

Scanned with CamScanner

دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ تنویر کی بیوی فرزانہ نے کچھ عرصہ سے ایسا رویہ اختیار کر رکھا ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اسے تنویر کا اس کے والدین اور اس کے بہن بھائیوں سے ملنے جلنے سے سخت اختلاف ہے اگر تنویر اپنی بیوی فرزانہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس کی بیوی فرزانہ اس سے بہت لڑائی جھگڑا کرتی ہے اور تنویر کے ساتھ بہت زیادہ بد زبانی سے پیش آتی ہے تنویر بے چارہ محلے میں اپنی عزت کی خاطر کوئی بھی کام ایسا نہیں کرتا جس سے اس کی بیوی خفا ہو، چنانچہ فرزانہ کے سامنے خاموش رہتا ہے کہ کہیں اس کی بیوی اس سے کسی بات پر ناراض یا خفا ہو گی تو لڑائی جھگڑا شروع ہو جائے گا تو پھر ان دونوں میاں بیوی کے جھگڑے کا تماشہ پورا محلہ دیکھے گا اور پھر فرزانہ کی بد زبانی سے محلے بھر میں ان کی عزت نہ رہے گی۔ لہٰذا تنویر اپنی بیوی فرزانہ کی مرضی کے خلاف کوئی بات یا کوئی کام ہی نہیں کرتا ہے۔ فرزانہ کی بد کلامی نے اس کے شوہر کے اعتبار کا خون کر دیا ہے میاں بیوی کا یہ رشتہ اس نے قائم رکھا ہوا ہے تو صرف بچوں کی خاطر۔ فرزانہ کو محبت کا جو حق حاصل ہے وہ اس سے محروم ہو چکی ہے۔

ان تمام واقعات کے علاوہ بھی بے شمار واقعات ہیں جن میں محض بیوی کی نااہلی کی بنیاد پر بسا بسایا گھر بگڑ جاتا ہے یا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ ایسی عورتیں شوہر کا ہی ذہنی سکون برباد نہیں کرتیں بلکہ خود بھی خوش نہیں رہتیں۔ شوہر راتوں کو دیر سے گھر لوٹتا ہے، کھانا اکثر گھر سے باہر ہی کھا لیتا ہے۔ دوستوں میں زیادہ وقت گزارنے لگتا ہے۔ بعض مرد اپنی بیویوں سے تنگ آکر غلط راستے بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ سگریٹ نوشی یا منشیات کا استعمال کرنے لگتے ہیں یا پھر دوسری عورتوں میں دلچسپی لینے لگتے ہیں ایسی صورت میں بھی بیوی ہی کو رونا پڑتا ہے۔ پھر وہ شکایتیں کرتی ہے کہ شوہر غیر عورت میں دلچسپی لے رہا ہے مجھے پوری توجہ نہیں دے رہا وغیرہ وغیرہ..... حالانکہ کیا دھرا تو سب انہی کا ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسی خواتین بھی ہیں جنہیں زندگی کی ہر آسائش میسر ہے، شوہر ہر ممکن تحفظ فراہم کرتا ہے، بیٹے بھی مالی سپورٹ کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہر وقت اپنی پریشانی کا رونا روتی رہتی ہیں اور آئے دن اپنے شوہر سے لڑتی ہیں۔ انہی میں سے ایک اسماء حسین بھی ہیں۔ اسماء ایک ملازمت پیشہ خاتون ہیں جن کی آدھے دن کی ڈیوٹی ہے۔ ان کی ایک بیٹی ہے جو بی ایس سی کی طالبہ ہے جب کہ ان کا بڑا بیٹا شادی شدہ ہے اور شہر کی معروف ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ وہ الگ رہتا ہے مگر والدین کو ہر ماہ ایک خطیر رقم بھیجتا ہے۔ ان کے شوہر نے ایک سرکاری محکمے سے حال ہی میں ریٹائر منٹ لی ہے۔ یہ لوگ شہر کے ایک پوش علاقے میں رہتے ہیں، بظاہر انہیں ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء میسر ہیں اس کے باوجود آئے دن میاں بیوی کسی نہ کسی بات پر جھگڑتے رہتے ہیں ابھی حال ہی میں شوہر کی ریٹائر منٹ کے موقع پر جھگڑا ہوا کہ گھر کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے، حالانکہ وہ خود بھی ملازمت کرتی ہیں اور بیٹا بھی ہر ماہ خطیر رقم بھیجتا ہے۔ اسماء سے ایک بار پوچھا گیا کہ وہ اپنی زندگی سے کس حد تک مطمئن ہیں تو ان کا جواب کافی حیران کن تھا۔ ''میں سمجھتی ہوں کہ جس قدر پریشانیوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے اس کی شاید ہی کوئی مثال ملتی ہو بلکہ جب سے میری شادی ہوئی ہے زندگی مسائل ہی کی آماجگاہ رہی ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ہم نے تقریباً سوا تین لاکھ روپے کی گاڑی خریدی جو بد قسمتی سے چوری کی نکلی اور سب رقم ضائع ہو گئی۔ دوسرا مسئلہ بیٹی کی شادی کا ہے دیکھنے والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ گھر بہت اچھا بنا ہوا ہے لیکن یہ تو میں ہی جانتی ہوں کہ یہاں تک آنے میں ہم نے کس قدر محنت کی ہے اب شوہر بھی ریٹائر ہو گئے اور بیٹا بھی اپنی مرضی کا مالک ہے اب اللہ جانے یہ سب کچھ کیسے چلے گا؟؟''

مندرجہ بالا واقعات کے ضمن میں ایک برطانوی ماہر نفسیات، ہاٹ ریلیشن Hot Relation نامی

Scanned with CamScanner

کتاب کی مصنفہ ٹریسی کوکس Tracy Cox کے خیالات خاصے غور طلب لگتے ہیں۔وہ تحریر کرتی ہیں کہ ''اپنی پریشانی اور مصیبت پر زمانے کو الزام دینا انسان کی بہت پرانی اور دقیانوسی روایت رہی ہے۔ پریشانی، دباؤ اور تعلقات میں بگاڑ یا انتشار کے ذمہ دار صرف اور صرف ہم خود ہوتے ہیں کیوں کہ ہم سے ہی زمانہ ہے۔لوگوں نے بالخصوص خواتین نے اپنی تباہی کا بٹن Self de-struct button خود اپنے ہی ہاتھ میں لے لیا ہے۔ آج کل کی خواتین اپنا بیشتر وقت دوسروں سے تعلقات کا جائزہ لینے میں گزار دیتی ہیں، کچھ ایسی بھی ہیں جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے کسی معجزے کی منتظر ہیں، کچھ اپنے تعلقات کے حوالے سے آپس میں بحث و تکرار میں مصروف رہتی ہیں۔ اگر ہم یہی توانائیاں اپنے کیریئر اور گھریلو معاملات کو مضبوط کرنے، آمدنی میں اضافہ کرنے اور پُرخلوص تعلقات کو بہتر بنانے میں صرف کریں تو یہ ہمارے لئے کہیں زیادہ بہتر ہوگا نہ کہ شوہر کے ساتھ لڑ جھگڑ کر گھر کا سکون برباد کریں جس سے آپ خود، آپ کے شوہر اور آپ سے جڑے تمام افراد بہت زیادہ ڈپریس ہوجاتے ہیں''۔

پُرسکون اور خوشحال گھرانے کی تشکیل میں گو کہ مرد اور عورت دونوں کا شیئر ہوتا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ مثالی گھرانے کی تشکیل میں بیوی کا کردار زیادہ اہم ہے اور ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ عورت کے تعاون کی وجہ سے مرد کو دنیا کے ساتھ ساتھ بارگاہِ الٰہی میں بھی بلند مرتبہ ملا۔

ایک انصاری صحابی ایک مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جاکر بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے مہمان آئے ہیں۔بیوی نے جواب دیا کہ اتنا کھانا نہیں ہے کہ مہمان کو بھی کھلا سکیں۔ صحابی نے کہا کہ جب کھانا شروع ہو تو چراغ گل کردینا۔یوں ہم مہمان کو ایسا تاثر دیں گے جیسے ہم بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ وفا شعار بیوی نے بھرپور تعاون کرتے ہوئے بالکل ایسا ہی کیا۔ مہمان کو سارا کھانا کھلا دیا اور خود بھوکے رہے۔یہ واقعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت پسند آیا۔

حضرت انسؓ کی والدہ امّ سلیمؓ کا واقعہ بھی خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ایک مرتبہ ان کے شوہر ابو طلحہؓ ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ اسی روز امّ سلیم کے چھوٹے صاحبزادے ابو عمیر کا انتقال ہوگیا۔ شوہر تھکے ہارے گھر آئے تھے۔ وفا شعار بیوی نے فوراً شوہر کو اس سانحہ کی اطلاع نہیں دی۔انہیں آرام سے بٹھایا۔ کھانا وغیرہ کھلایا۔ شوہر نے قربت کی خواہش ظاہر کی تو اسے بھی نہیں ٹالا۔ پھر نہایت حکمت کے ساتھ شوہر سے پوچھا ''اگر آپ کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا آپ کو ناگوار گزرے گا؟'' حضرت ابو طلحہؓ نے جواب دیا ''ہرگز نہیں''۔ پھر کہا ''ہمارا بیٹا ابو عمیر بھی اللہ کی امانت تھا جو اس نے واپس لے لیا''۔ حضرت ابو طلحہؓ اس بات پر حضرت ام سلیمؓ سے ناراض ہوگئے کہ پہلے کیوں نہ بتایا۔ اگلے روز اس کی شکایت رسول کریم ﷺ سے کی تو حضور ﷺ نے ام سلیمؓ کے صبر و رضا کی بہت تعریف فرمائی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

مثالی گھر کی تشکیل میں عورت کے خلوص، قربانی اور ایثار کا بہت اہم رول ہے۔ بہت سی خواتین اپنے گھر کے لئے اور شوہر کے لئے خلوص تو رکھتی ہیں لیکن اس خلوص کا اظہار صحیح طریقے سے نہیں کرپاتیں۔ مختلف گھریلو، خاندانی یا معاشی پریشانیاں بھی عورت کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا کرسکتی ہیں۔ عورتوں کے چڑچڑے پن کی واحد وجہ عورتوں کی مفاد پرستانہ سوچ ہی نہیں بلکہ اپنے جذبات اور خلوص و محبت کا صحیح اظہار نہ کرپانا بھی ہے۔ ہمارا مقصد ایسی عورتوں کے عیب کھولنا نہیں بلکہ ان کی عظمت کا احساس دلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کنبے کو جوڑنے اور آشیانہ بسانے کا عظیم فریضہ عطا کیا ہے۔ اس فریضے کو احسن طریقے سے پورا کرکے آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرسکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

وقت نہیں ہے!

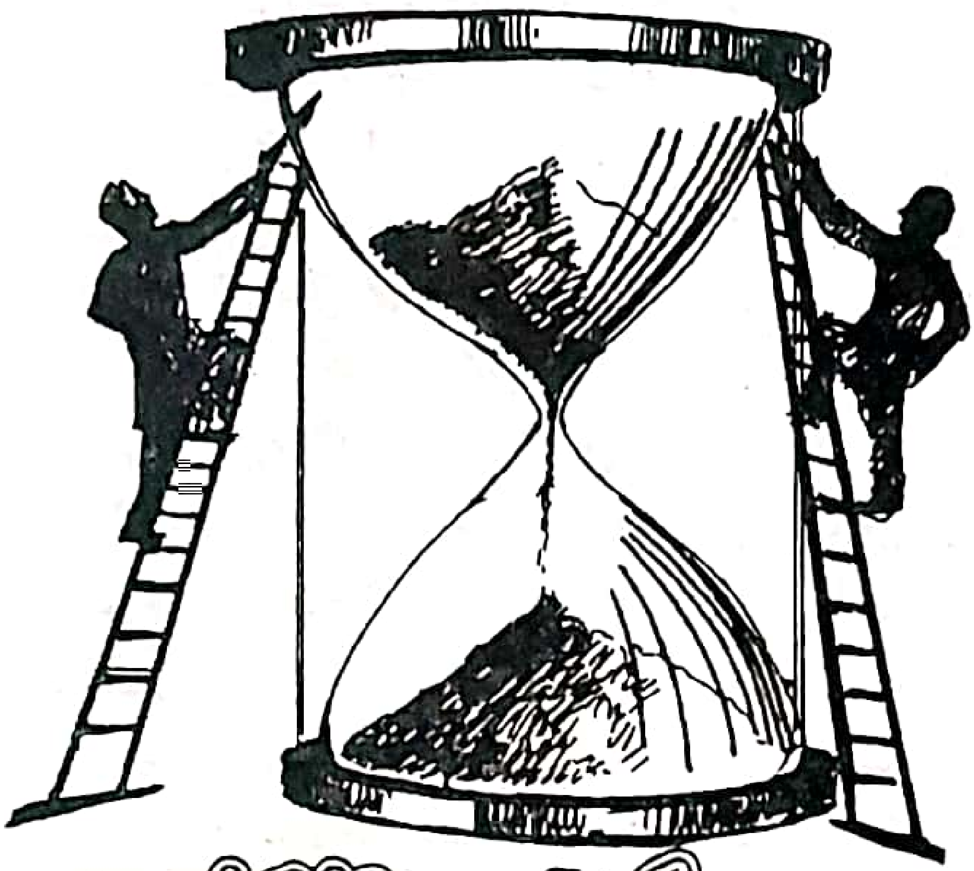

معمولاتِ زندگی کا توازن ہی اصل کمال ہے۔ ایسے افراد وقت کی کمی کی شکایت نہیں کرتے۔

عامر غنی

سائنس و ٹیکنالوجی کے وفاقی وزیر جناب ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "وقت مصروف فرد کے پاس ہی ہوتا ہے"۔ ایسے ہی ایک فرد جناب راحت امین صاحب ہیں جو ایک کمپنی میں سیلز منیجر ہیں۔ دو بچے ہیں۔ صبح 10 بجے آفس ٹائم ہے۔ واپسی کا کوئی مخصوص ٹائم مقرر نہیں ہے عموماً 7 سے 9 بجے تک گھر آجاتے ہیں انہوں نے اپنی مصروفیت میں سے اپنے اہل و عیال کے لئے وقت کی تقسیم احسن طریقے سے کی ہے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد ہلکی پھلکی ورزش کر کے کچھ دیر چہل قدمی کرنا روز کا معمول ہے اس کے بعد باغ بانی کرتے ہیں۔ پودوں کو پانی دیتے اور ان کی صفائی پر توجہ صَرف کرتے ہیں، پھر بچوں کے اسکول کی تیاری میں اہلیہ کا ہاتھ بٹاتے ہیں، بچوں کو تیار کرنے کے بعد ان سے تعلیم اور دوستوں کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے ناشتہ میں بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس طرح بچوں کو دن بھر ان کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہوتا۔ بچوں کے اسکول جانے کے بعد اہلیہ صاحبہ کے ساتھ وقت گزارتے ہیں اور مختلف گھریلو امور پر گفتگو اور صلاح مشورے ہوتے ہیں جو ذہنی ہم آہنگی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے پھر سودا سلف وغیرہ بھی لاتے ہیں اور پھر تقریباً 9 بجے آفس روانہ ہو جاتے ہیں۔

رات کو گھر آکر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر بیوی بچوں کے ساتھ خوشگوار وقت گزارتے ہیں اس کے ساتھ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جلد سو جائیں۔ چھٹی کے دن اکثر بچوں کو تفریحی مقامات پر لے جاتے ہیں یا پھر رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تاکہ خاندان کے افراد سے بھی ربط برقرار رہے۔

کاروبار اور روزگار بہت اہم ہیں لیکن اس مصروفیت میں سے فارغ وقت کو نکال لینا ہی اہل و عیال سے ذہنی ہم آہنگی و قربت کا باعث بنتا ہے۔ راحت امین صاحب کی مصروفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصروف فرد ہی فارغ اوقات تلاش کرسکتا ہے ہماری مصروفیت ہمیں غیر ضروری افعالِ منفی سر انجام دینے میں مانع رہتی ہے۔

مصروفیت انسان کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ ہوا، پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی۔ بے مصروف فرد کے لئے بے مصرف ہو جانا بھی یقینی ہو سکتا ہے۔ زندگی مسلسل حرکت میں رہنے کا نام ہے چاہے حرکت جسمانی ہو یا دماغی۔ یہاں حرکت سے مراد عمل ہے۔ مصروف رہنا ہی زندگی اور زندگی کے دوسرے مشاغل کو از سرِ نو بیدار کرنے میں بے حد ضروری ہے۔ بے مقصد زندگی جمود طاری کرنے کے لئے کافی ہے جو حرکتِ مسلسل کو متاثر

کرتی ہے۔

عمران قریشی صاحب ایک سرکاری ادارے میں ملازم ہیں۔ دفتر صبح نو بجے کا ہے لیکن ہمیشہ گیارہ بارہ بجے آفس پہنچتے ہیں پھر کچھ کام کیا یا گپیں ہانکیں اور دو بجے واپس گھر آگئے۔ اکثر تو ڈیوٹی پر حاضر ہی نہیں ہوتے کئی ٹرمینیشن لیٹر ملے لیکن ذمہ داری کو قبول نہیں کیا۔ اسی دوران شادی بھی ہوگئی کچھ عرصہ بعد ایک بچی کے باپ بن گئے لیکن روٹین میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ تنخواہ مہینہ کی بیس اور بعض دفعہ پچیس تاریخ کو ملتی ہے گزارہ مشکل ہوتا جارہا ہے۔ مہنگائی اور حالات کا رونا ہی رہتا ہے لیکن مصروفیت کو اصل ہدف پر مرکوز کرنے میں پس وپیش ہیں۔

ایک میڈیکل اسٹور پر پارٹ ٹائم کام بھی کیا لیکن دکان وقت پر کھولنے کی جسارت نہ کرسکے کبھی دکان ایک گھنٹے بعد کھل رہی ہے اور کبھی بند ہے نتیجہ خود تو اس روزگار سے گئے ہی مالک کو بھی نقصان پہنچا۔ آفس کے چند گھنٹوں کی مصروفیت کے بعد مصروف رہنے کے لئے انہوں نے نیا طریقہ اختیار کیا جو دراصل مصروفیت سے فرار ہے انہوں نے کیبل لگوالی ہے اب تو گھر سے باہر سوائے آفس جانے اور سودا سلف وغیرہ لانے کے علاوہ نکلتے ہی نہیں جب ہم ان سے ملنے گئے تو ان کے ایک ہاتھ میں سگریٹ اور دوسرے میں ریموٹ کنٹرول ہوتا۔ یہ دراصل مصروفیت سے فرار ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیوی الگ پریشان ہے، حالات تنگ ہیں، سست رو طبیعت اور کیبل نے تو ان کو نفسیاتی مریض بنادیا ہے۔

متوازن مصروفیت نے انسانوں کو بہت کچھ دیا ہے لیکن بے ڈھنگی مصروفیت نے بہت کچھ لیا بھی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غیر متوازن مصروفیت بڑھنے کی وجہ سے دوسرے انسانی معاملات متاثر ہوتے ہیں اور شکوہ شکایات جنم لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں یعنی اکثر لوگ معاشی خوشحالی کے لئے دو ملازمتیں کرتے ہیں، کاروباری حضرات صبح سے رات گئے تک مصروف رہتے ہیں گھر میں ان کے وقت کا عرصہ بہت کم ہو جاتا ہے بارہ گھنٹے یا اس سے زیادہ کاروبار یا حصولِ معاش کے لئے صَرف کردینا فرصت کو ختم کرسکتا ہے، اگر اس کو ترتیب نہ دیا جائے۔ اسی طرح بچوں کی تعلیم اور خاص کر تربیت کے لئے وقت میسر نہیں آتا والدین مصروفیت کے سبب اولاد کو وقت نہیں دے پاتے جوان کی تربیت اور آپس میں ذہنی ہم آہنگی کو استوار کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

مصروف رہنا اچھی بات ہے مصروفیت سے افراد کا ذہن منفی سرگرمیوں سے محفوظ رہتا ہے لیکن اپنی بساط سے زیادہ مصروفیت انسان کو دوسرے مسائل سے دوچار کرسکتی ہے مصروفیت سے مفر ممکن ہی نہیں یہ الگ بات ہے کہ منفی مصروفیت ہو یا مثبت۔ بے کار رہنے کی عادت اور کام میں عدم دلچسپی بھی منفی مصروفیت میں آجاتی ہے۔ بے جا مصروفیت بھی صحت کے لئے انتہائی مضر ثابت ہوسکتی ہے صحت متاثر ہوئی تو ایسی مصروفیت بلائے جان بن سکتی ہے۔

ایک ایسے ہی فرد معروف ٹیکسٹائل مل کے اونر رزاق حمید صاحب ہیں انہوں نے کچھ اس طرح مصروفیت کو اپنایا ہوا ہے کہ بارہ بجے کمپنی جاتے ہیں اور پھر تمام دن مصروف رہتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ پر گزارہ کرتے ہیں پھر رات کی شفٹ شروع کرواکر تقریباً ایک دو بجے گھر لوٹتے ہیں۔ آسائشات کی ہر چیز موجود ہے لیکن فرصت نہیں ہے کہ ان سے لطف اندوز ہوسکیں۔

رات گئے گھر آکر ٹی وی کے سامنے پر کچھ وقت گزارتے ہیں پھر سو جاتے ہیں۔ دوسرے دن جب بچے اسکول جاتے ہیں تو وہ سورہے ہوتے ہیں اور جب رات کو لوٹتے ہیں تو بھی بچے سو رہے ہوتے ہیں اس طرح بچوں اور اکثر تو بیوی سے بھی کم ہی آمنا سامنا ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی کے عادی ہیں۔ اس طرح ان کی صحت متاثر ہورہی ہے اگر کبھی ان سے کہا جائے کہ بچوں اور بیوی کو ٹائم دیا کرو تو کہتے ہیں کہ "میں یہ سب کچھ انہی

کے آرام و آسائش کے لئے تو کر رہا ہوں"۔

بچے جوان ہو گئے لیکن باپ کی شفقت و توجہ سے محروم رہے۔ اس لئے باپ کے ادب و محبت سے نا آشنا رہے دولت کے سائے میں والدین کی شفقت و محبت سے محروم بچے جب پروان چڑھتے ہیں تو اکثر غیر اخلاقی حرکات سرزد کرتے نظر آتے ہیں۔ رزاق صاحب کی صحت بہت گر گئی ہے اور وہ بہت کمزور ہو چکے ہیں کئی بیماریاں ان کو بیک وقت لاحق ہو گئی ہیں ہائی بلڈ پریشر، شوگر، اعصابی کمزوری، چڑچڑا پن۔ رزاق حمید صاحب کی عمر اتنی نہیں لیکن بڑھاپا جوانی میں ہی آگیا۔ بچوں نے کاروبار سنبھال لیا اور اپنی بیویوں کے ساتھ رہ رہے ہیں اور رزاق حمید صاحب بیماریوں میں گھر چکے ہیں اب فراغت ہی فراغت ہے لیکن اس فراغت کو شیئر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

متوازن اور مثبت مصروفیت کو ہی کسی فرد کی زندگی کا کمال کہا جا سکتا ہے بعض دفعہ کسی بھی من پسند کھیل یا دوسرے کسی کام میں اس طرح مصروف ہو جانا کہ دیگر معاملات متاثر ہوں مثبت اور متوازن مصروفیت نہیں کہلائی جائے گی۔ زندگی کا اصل کمال توازن ہے اور مصروفیت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

مصروفیت میں ذمہ داری اور سنجیدگی کا عنصر ہونا ہی مقصد کے اعلیٰ حصول کی طرف واضح اشارہ ہے بے مقصد مصروفیت میں سنجیدگی انسانی زندگی کو خوشیوں، کامیابیوں اور اعلیٰ مقام سے محروم کر سکتی ہے اصل بات یہ ہے کہ "مصروف رہتے ہوئے فرصت کے لمحات تلاش کر لینا ہی متوازن زندگی اور خوشحال معاشرے کی بنیاد بن سکتی ہے"۔ انسان بچپن سے مصروف رہتا ہے تعلیم میں مصروف پھر ملازمت کا حصول اور کام میں مصروف پھر ترقی اور دوسرے مشاغل کے لئے مصروفیت وغیرہ مصروف رہنا انسان کی شاید مجبوری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مصروفیت کو کن خطوط پر استوار کیا جائے یہ فیصلہ ہر باشعور کے ہاتھ میں ہے۔

بہت سے کام باقی ہیں

کئی دن سے عجب مصروفیت ہے
وہی گردش ہے میری
اور میں ہوں
عجب مصروفیت ہے کیا بتاؤں
فراموشی کے قصے کیا سناؤں
میرے سب پڑھنے لکھنے کے
حضورِ عشق رہنے کے
کسی سے دل لگانے کے
کسی کو یاد کرنے کے
کسی کو بھول جانے کے
بہت سے کام باقی ہیں
عجب مصروفیت ہے کیا بتاؤں
مرے جو کام باقی ہیں
مجھے کچھ ایسا لگتا ہے
کبھی پورے نہیں ہونگے
سحر کچھ بھی نہیں ہوگا
یہی ہوگا کہ اک دن بس
یہ میری زندگی مجھ سے
اچانک روٹھ جائے گی
تیقن ٹوٹ جائے گا

سحر تاب رومانی

آئندہ ماہ کے شمارے میں ملاحظہ کیجئے

* **خانوادۂ رسول امام حسینؑ**...حضرت امام حسینؑ کی تعلیمات اور آج کا مسلمان.....

* **معلق عورتیں**...ایسی خواتین جن کے شوہر نہ ان کو اپنے پاس رکھتے ہیں، نہ نان نفقہ دیتے ہیں اور نہ ہی طلاق دیتے ہیں.... قرآن اور تعلیماتِ رسول ﷺ سے رہنمائی اور ملکی قانون..

* **کوئی چارہ گر تو ہو**... مہنگے علاج سے پریشان مریضوں کا نوحہ.....کیا کوئی حل بھی ہے ؟

* **پراسرار مسیحا**...کند آلے سے بغیر تکلیف آپریشن کے حیرت انگیز واقعات.....

* **بڑھاپے کو خود سے دور کیجئے**...الیگزینڈر تکنیک کے ذریعے سدابہار شباب حاصل کیجئے وہ بھی صرف پانچ منٹ میں

* **چڑیلوں اور بھوت پریت کی حقیقت**...کیا مغربی ممالک میں لوگ چڑیلوں اور بھوت پریت پر یقین رکھتے ہیں ؟

* **جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے**...جب اپنوں ہی کا اعتبار ختم ہو جائے.....اور بھائی اپنے سگے بھائی کے حقوق غصب کرنے لگے تو آدمی کہاں فریاد کرے اور کہاں سوالی ہو ؟؟

* **آپ کے گلشن کی ننھی کلی**...جب بچہ مما پاپا کے اور سہارے کے بغیر کھڑا ہونے لگے تو ایسے دور میں ماؤں کے لئے مفید رہنمائی اور روحانی علاج.....

* **تخلیق کا تیسرا مہینہ**... تخلیق کے اس مرحلے پر ماں کے لئے مفید مشورے اور غذائی احتیاط.....

* **آپ کا دل بیقرار**...انجائنا کے مرض سے بچاؤ کے لئے مفید مشورے اور احتیاط.....

* **بال جب وبال بن جائیں**...بالوں کی خشکی، سکری اور جوؤں سے حفاظت.....

* **چائے پینے سے پہلے**...اپنی صحت پر چائے کے اثرات کا جائزہ ضرور لیجئے.

* .....سیب، گوبھی، زعفران اور گیندے کے پھول کے مفید خواص.....

علمی تعاون

وہ معزز کرم فرما خواتین و حضرات جنہوں نے علمی تعاون کرتے ہوئے مختلف موضوعات پر کتابیں ادارۂ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کیں ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- محمد حسین مقری۔ کراچی
2- روشن تاج۔ گلستانِ جوہر۔ کراچی
3- عذرا بانو، طلعت سعیدہ، عینی اعجاز۔ دارالمطالعہ (برائے خواتین) گرین ٹاؤن۔ کراچی
4- محمد فیصل خالد۔ فیڈرل بی ایریا۔ ثمن آباد، کراچی
5- قاضی مقصود احمد۔ راولپنڈی

ایک ہی لفافے میں.....مزید سہولت

محکمہ ڈاک کی جانب سے ڈاک کی قیمتوں میں اضافہ کے فیصلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ روحانی ڈائجسٹ قارئین کرام کی سہولت کی خاطر تمام کرم فرما قارئین سے گزارش کرتا ہے کہ وہ دبستانِ خیال، روحانی ینگ رائٹرز کلب، حاصلِ مطالعہ، شوخئ تحریر، قندِ سخن، قرینہ خیال، میرا پیغام ہے، آپ بھی پوچھئے، معلوماتِ عالم، اس ماہ کے بہترین مضامین اور روحانی سوال و جواب ایک ہی لفافے میں بھیجنے کے ساتھ ساتھ روحانی ڈاک، محفل مراقبہ، کیفیاتِ مراقبہ اور شعبہ سرکولیشن کے خطوط بھی اسی لفافے میں ارسال کر سکتے ہیں۔ اگر کسی بھی شعبہ کے خطوط کے ساتھ روحانی ڈاک یا کیفیاتِ مراقبہ بھی ایک ہی لفافے میں ارسال کر رہے ہوں تو لفافہ پر اس شعبے کے نام کے ساتھ ساتھ روحانی ڈاک یا کیفیاتِ مراقبہ لکھنا نہ بھولیں نگارشات کے ہمراہ اپنا پورا نام اور مکمل ایڈریس ضرور تحریر کریں۔ بصورتِ دیگر نگارشات کی اشاعت ممکن نہیں ہو گی۔

Scanned with CamScanner

اجنبی پودے

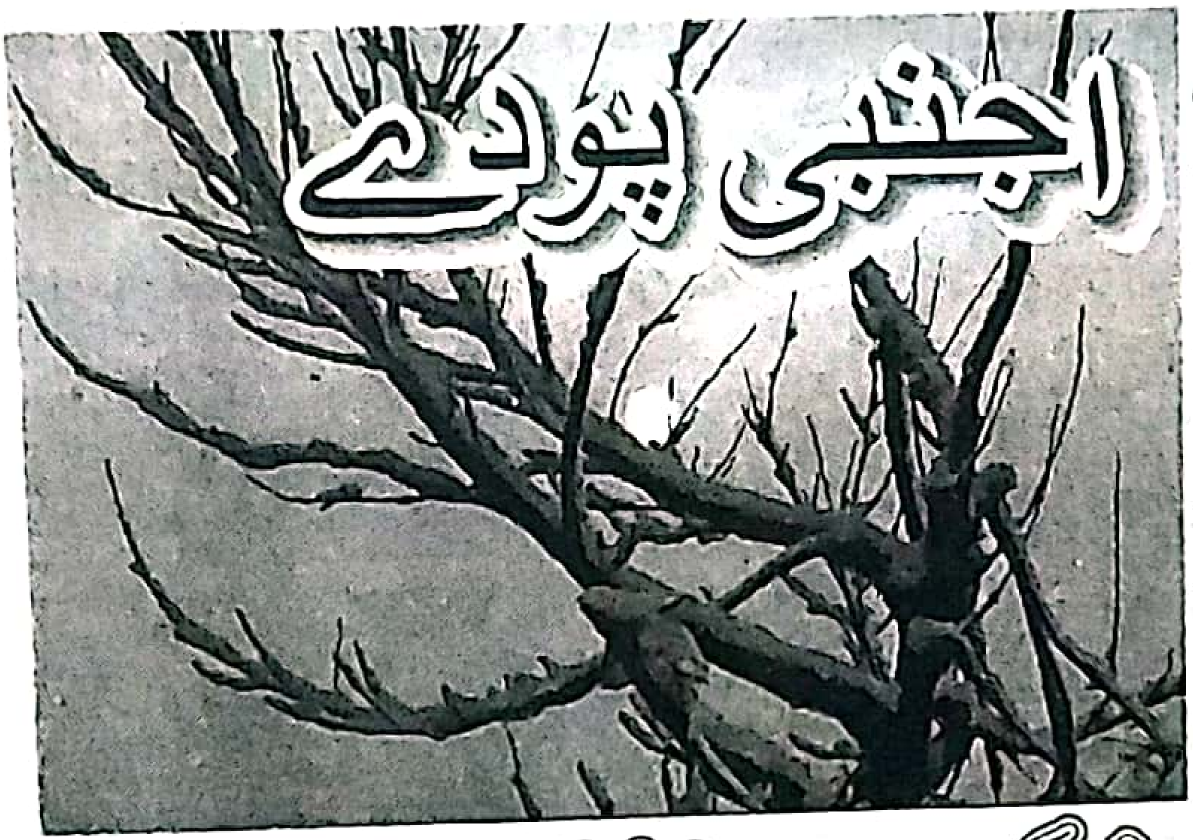

یہ بات اکثر کتب، رسائل اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے ہمارے مطالعے میں آتی ہے کہ پودے ہمارے ماحول کو خوشگوار بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہے کیوں کہ تحقیقات و مشاہدات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ پودوں کے ذریعے آکسیجن کا اخراج ہوتا ہے جو ہماری زندگی کو قائم و دائم اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے ضروری ہے اور پودوں میں

غیر ملکی پودے ہمارے خطے کی آب وہوا کو خراب کرکے ہمارے حیاتیاتی نظام کو متاثر کررہے ہیں۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرنے کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے علاوہ ازیں یہ ہوا کو نائٹروجن گیس مہیا کرنے کے بھی اہم ماخذ ہوتے ہیں جس کی ہوا میں سب سے زیادہ مقدار پائی جاتی ہے اور اس کے انسانی صحت پر بہت ہی فائدہ مند اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یہ بات ہمارے اکثر قارئین کے لئے نہایت حیرت انگیز ہوگی کہ حال ہی میں ہمارے ملک میں کچھ ایسے پودے و درخت بھی دریافت ہوئے ہیں جو انسانی صحت پر منفی اثرات مرتب کررہے ہیں اور ہمارے ماحول کو آلودہ کرنے کا باعث ہیں۔ یہ آلودگی کسی صنعت سے خارج ہونے والے دھوئیں کی مضر گیسوں کی مانند نہیں بلکہ سائنس دانوں نے اسے حیاتیاتی آلودگی کا نام دیا ہے جس سے انسانی جسمانی نظام میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں جو آب وہوا کے ذریعے جسم میں منتقل ہوتی ہیں۔ یہ پودے جانوروں اور خوردبینی جانداروں کو دنیا کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں پھیلانے کا باعث بھی بن رہے ہیں جس سے اس وقت دنیا کے حیاتیاتی تنوع کو کسی اور شئے کی نسبت سب سے زیادہ خطرات لاحق ہیں۔

محمد فرخ خان

سائنسی ماہرین کے مطابق یہ وہ پودے ہیں جو دوسرے ممالک سے یہاں لاکر کاشت کئے جاتے ہیں پودوں پر کئے جانے والے متعدد تجربات کی رو سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مختلف پودوں پر مختلف آب وہوا کے مختلف اثرات پڑتے ہیں یعنی جس پودے کو امریکہ کی زمین اور آب وہوا موافق ہو اسے اگر پاکستان میں کاشت کیا جائے تو کراس ری ایکٹ کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس کی واضح مثال امریکن بال روم ہے۔ 1998ء میں یہاں امریکن روئی کی فصل کاشت کی گئی جس کو زرعی کیڑے امریکن بال روم نے شدید نقصان پہنچایا اس کے نتیجے میں مالی نقصانات کے مختلف تخمینے لگائے گئے پاکستان میں اس کیڑے کے پھیلنے کا سبب 1960ء کی دہائی میں امریکہ سے درآمد کی گئی روئی کی ایک قسم ڈیلٹاپائن Deltapine بتائی گئی جو اس فصل کی کاشت میں استعمال کی گئی تھی۔ کسی غیر ملکی پودے یا کیڑے سے سالہاسال تک ہونے والے مالی نقصان کی یہ ایک واضح مثال ہے۔

ہمارے ملک میں متعدد جگہوں پر ایسے درخت جابجا نظر آتے ہیں جن کے ماحول اور نوعِ انسانی پر پڑنے

والے اثرات کو بلا سوچے سمجھے یہاں کاشت کیا جاتا ہے۔ ماہرین نباتات نے جدید تحقیق سے یہ دلچسپ اور حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ اگرچہ پودوں کے دماغ اور اعصابی خلیات نہیں ہوتے لیکن بعض اقسام کے پودے اپنی حدودِ ملکیت میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتے یعنی اس سلسلے میں باقاعدہ خود غرض ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں ہونے والی مزید تحقیقات سے انکشاف ہوا ہے کہ جن پودوں اور دوسرے نباتات کو ہم بالکل دیدہ ٔ بے نور اور وجودِ بے عقل سمجھتے ہیں وہ دراصل ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر اچھے بُرے کی واضح تمیز کرنے کی صلاحیت ہمارے اندازوں سے بڑھ کر پائی گئی ہے۔ اسی وجہ سے جب غیر ملکی پودے یہاں پر کاشت کئے جاتے ہیں تو اکثر ناموافق آب و ہوا اور آپس کے مزاج میں مماثلت نہ ہونے کے سبب تصادم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غیر ملکی پودوں کے ری ایکشن کا ایک سبب غیر موافق زمینی سطح بھی ہوتی ہے اس کے علاوہ انہیں کاشت کے لئے مصنوعی کھاد کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ قدرتی کھاد کی نسبت مصنوعی کھاد جو باہر سے درآمد کی جاتی ہے اکثر اوقات منفی اثرات پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

زمین میں کھاد کے استعمال سے قبل اس کا کیمیائی تجزیہ کرنا بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیوں کہ اس تجزیئے کے نتائج سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ زمین کو کن غذائی اجزاء کی ضرورت ہے اگر اس جانب توجہ نہ دی جائے اور کھاد میں اضافی نمکیات شامل کر دیئے جائیں تو یہ فاضل نمکیات زمین میں جمع ہو کر ناحل پذیر نمکیات، لسونت Colliods اور فنگس پیدا کر دیتے ہیں جو نا صرف پودوں کے لئے مضر ہیں بلکہ بعض اوقات یہ تھور کا باعث بھی بنتے ہیں۔ کھادوں کے استعمال سے قبل یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ زمین تیزابی اثرات کی حامل ہے یا اساسی خواص رکھتی ہے مثلاً اگر زمین کی PH کم ہو یعنی تیزابیت زیادہ ہو اور اس میں تیزابی نمکیات کی کھاد شامل کر دی جائے تو یہ زمین نباتات پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ کیمیائی تجزیئے کے مطابق تیزابی اثرات کی حامل زمین میں یہ مضر دھاتوں مثلاً آئرن، ایلومینیم اور میگنیز کے ناحل پذیر نمکیات میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور پودوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر جب پودوں، حیوانات اور دیگر خورد بینی جانداروں کی انواع کو جغرافیائی حدود سے باہر کسی علاقے میں منتقل کیا جاتا ہے تو نباتات کے قدرتی طریقۂ کار میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض سائنس دانوں نے اسے حیاتیاتی یلغار Bio Invasion یا حیاتیاتی آلودگی Bio Pollution کا نام دیا ہے۔ سائنس دانوں کی رائے کے مطابق حیاتیاتی آلودگی کیمیائی آلودگی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیوں کہ کیمیائی اجزاء اپنے آپ کو خود بخود نہیں بڑھا سکتے جب کہ نباتات میں افزائش نسل کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے وہ اپنی مقدار جلد بڑھا کر ماحولیات پر کلی طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ تیز افزائش نسل کے باعث یہ انواع کو جگہ، غذا اور نمی سے محروم کر کے اس علاقہ کی اپنی انفرادیت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھ نئے بیماری پھیلانے والے جراثیم بھی لاتے ہیں جو مقامی ماحولیات کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مقامی نوع سے خلط ملط ہو کر ان کی جینیاتی صلاحیت کو بگاڑ دیتے ہیں اور اکثر اس سے ہونے والے نقصان کی تلافی ممکن نہیں ہوتی۔

ہمارے اکثر قارئین کے ذہنوں میں اس وقت یہ سوال ابھر رہا ہو گا کہ جب غیر ملکی پودوں کا کوئی فائدہ ہی نہیں تو انہیں کاشت ہی کیوں کیا جاتا ہے؟ یہ حقیقت بھی تسلیم شدہ ہے کہ بعض غیر ملکی پودے نوعِ انسانی کے لئے مفید ہیں مثلاً زیادہ فصل دینے والے پودوں نے نوعِ انسانی کو بہت سے طبی فوائد پہنچائے ہیں مگر یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ ضرر رساں پودوں کی مثالیں سود مند پودوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 174 پر ملاحظہ کیجئے

Scanned with CamScanner

مکتبِ شعور کا نیا طالبِ علم

تیسرے اور چوتھے ماہ کے دوران بچے کی نشوونما اور تربیت کے حوالے سے ماہرِ اطفال کے مشورے اور روحانی علاج.....

حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بچوں سے بہت محبت تھی اور ان پر بہت التفات فرماتے تھے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ہاں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ ان کی والدہ حضرت اسماءؓ نومولود کو لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے نہایت لطف و محبت سے نومولود کو اپنی گود میں لیا، ایک کھجور طلب فرمائی۔ اسے دہنِ مبارک سے خوب اچھی طرح چبایا اور اسے نومولود کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے بچے کو ماں کی گود میں دے کر اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

ایک روز اُم قیس بنت محصنؓ صحابیہ اپنے شیر خوار بچے کو لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لائیں۔ حضور ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ اسی دوران بچے نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کردیا۔ حضرت اُم قیسؓ بہت گھبرائیں اور لپک کر بچے کو لے لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں حضور ﷺ نے پانی منگوایا کپڑوں کی گندگی دھو ڈالی اور آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کا شائبہ تک دکھائی نہ دیا۔

بچہ پھولوں کی طرح نازک اور فرشتوں کی مانند معصوم ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بالکل **Raw hand** ہوتا ہے جسے آپ بھاگتی دوڑتی دنیا میں چلنے کا ڈھنگ سکھاتے ہیں۔ بچہ نہ بول و براز کے متمدن اصول جانتا ہے نہ اسے بھوک پیاس کے تقاضوں کی تکمیل کے طریقے معلوم ہیں۔ وہ تو پیدا ہوتے ہی حیرانگی کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہوجاتا ہے۔ حیرت کا یہ سفر ہر روز اس پر ایک نیا انکشاف کرتا ہے، وہ ہر روز ایک نئی بات اور نئے تجربے سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اس دریافت پر وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ مسکراتا ہے، ہاتھ پیر مارتا ہے اور غوں غاں کرتا ہے۔

اس مرتبہ ہم ننھے مہمان کے چوتھے، پانچویں اور چھٹے مہینے میں اس کی کارگزاری کا تذکرہ کریں گے۔

تین ماہ کے بعد بچہ اپنے پنڈولم کی طرح ڈگمگاتے سر کو ایک جگہ ٹھہرانے پر قادر ہوجاتا ہے۔ اپنے سر کو بیلنس کر کے وہ ذاتی کوشش سے کسی چیز کو گھور کر دیکھ بھی سکتا ہے۔ روشنی یا دوسری تیز رنگ والی چیزوں کو وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھ سکتا ہے۔ ٹکٹکی باندھتے یا گھورتے ہوئے اس کا چہرہ آئن اسٹائن سے کم متفکر دکھائی نہیں دیتا۔ ہونٹ گولائی میں کھل جاتے ہیں، آنکھوں میں گہرائی اور چہرے پر معصومیت بکھر جاتی ہے اور آپ اس کے بھولے بھالے مکھڑے کو وارفتگی کے ساتھ چومنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ چوتھے مہینے میں ہی وہ منہ سے غوں غاں اور اوں آں کی آوازیں نکالنے لگتا ہے۔ ایسا عموماً اس وقت ہوتا ہے جب آپ اس سے گفتگو کررہے ہوں اور وہ آپ کی طرح بولنا چاہتا ہو یا پھر کھیل میں مگن ہو۔ ایسے میں بے اختیار وہ ساز چھیڑ دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک واضح تبدیلی آجاتی ہے کہ وہ کھیلتے ہوئے ہنستا بھی ہے۔ پانچویں مہینے تک وہ ماں سے اس حد تک مانوس

Scanned with CamScanner

تندرست بچے کی مطلوبہ نیند

عمر	دن رات میں
پہلے چند ہفتے	20 سے 22 گھنٹے
پہلے چھ ماہ	16 سے 18 گھنٹے (دن کو دو تین گھنٹہ رات کو 12 گھنٹے)
ایک سال	14 سے 15 گھنٹے (دن کو ایک یا دو رات کو 11 یا بارہ گھنٹے)
دو سال	13 سے 14 گھنٹے
چار سال	11 سے 12 گھنٹے

ہو جاتا ہے کہ اس کی آواز با آسانی پہچان سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ماں کا لمس بھی پہچانتا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز تبدیلی ہے۔ اگر وہ ماں کے پہلو میں سونے کا عادی ہے تو اسے سوتے وقت ماں کے بجائے کسی دوسرے فرد کی موجودگی یا اس تبدیلی کا فوراً علم ہو جاتا ہے اور وہ بے چینی محسوس کرتا ہے۔ وہ لیٹے سے پلٹنا یا پیٹ کے بل لیٹ کر آگے بڑھنا بھی سیکھ جاتا ہے۔ اب وہ وقت قریب آچکا ہے کہ آپ اسے ہاتھوں کے سہارے سے بیٹھنا سکھائیں۔ ابتداء میں اسے چند منٹ سے زیادہ نہ بٹھائیں۔ چھٹے مہینے میں وہ کسی سہارے کے بغیر بیٹھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تاہم بعض بچے اس سے ایک ماہ قبل یا بعد میں بھی بیٹھنے لگتے ہیں۔ اب وہ چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے۔ چہرے پہچانتا ہے۔ مانوس چہروں کو دیکھ کر مسکراتا ہے اور اجنبی چہروں سے اعراض برتتا ہے۔ اجنبیوں سے بھاگنا کسی خوف کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ یہ سمجھ لیں کہ وہ ہر چیز کو پہلے اپنے دماغی کمپیوٹر کی میموری میں بھیجتا ہے اگر وہ اس کی میموری میں موجود ہو تو بلا رد و کد قبول کر لیتا ہے جب کہ نئی چیز کو چھان پھٹک کر میموری کا حصہ بناتا ہے۔ اجنبی لوگ بھی دراصل اس کی میموری سے میل نہیں کھاتے اس لیے وہ شاکی دکھائی دیتا ہے۔ اس تردد میں ماں باپ یا قریبی رشتہ داروں کی طرف بڑھنا اس کے اعتماد کا مظہر ہے۔ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے محبت اور تحفظ چاہتا ہے۔ اپنوں کی گود میں جا کر وہ خود کو محفوظ اور مامون سمجھتا ہے۔

بچہ ایک اجنبی سے بہت عرصے کے بعد مانوس ہوتا ہے اور یہ اجنبی خود اس کا چہرہ ہے۔ شروع کے تین ماہ کے دوران اگر آپ اس کے سامنے آئینہ رکھ دیں تو اسے اپنا سنجیدہ، گم گو اور سپاٹ چہرہ بالکل نہیں بھاتا۔ وہ اسے بھی کوئی دوسرا وجود سمجھتا ہے لیکن بالکل بور وجود..... چار ماہ کے بعد وہ اپنے چہرے میں دلچسپی لینے لگتا ہے لیکن اس کی معصومیت پر قربان جائیے کہ وہ اب بھی اسے کوئی دوسرا بچہ سمجھتا ہے۔ اپنے عکس کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر وہ سمجھتا ہے کہ اس کا جوڑی دار بھی کھیلنے یا بات کرنے کے موڈ میں ہے۔ اپنے عکس کو پہچاننے کا آغاز گیارہویں یا بارہویں مہینے میں ہوگا تب وہ حقیقت جان پائے گا کہ او ہو یہ تو میں خود تھا۔

چھ ماہ کی عمر کے قریب بچے کے دانت نکلنا شروع ہو جاتے ہیں جنہیں عرفِ عام میں دودھ کے دانت کہا جاتا ہے۔ وہ چونکہ بیٹھنے بھی لگا ہے اور چیزوں پر گرفت بھی بڑھ گئی ہے اس لئے وہ کچھ تو تجسس کے لئے اور کچھ مسوڑھوں میں چبھن کی وجہ سے ہر شئے کو منہ تک لے جانا چاہتا ہے۔ اس عمر میں بچے کی خاص دیکھ بھال کرنا ضروری ہے کیونکہ مختلف چیزوں کے ذریعے جراثیم پیٹ میں جانے کے زیادہ امکانات رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس عمر میں بچوں میں دست، اسہال اور نزلہ بخار کی بیماریاں زیادہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ اس لئے تمام گندی یا آلودہ چیزیں بچے سے دور رکھیں اور کھلونے (اگر خراب ہونے والے نہ ہوں تو) پہلے دھو لئے جائیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ بچے کے آس پاس موجود کھلونے نوکیلے یا سخت نہ ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ کھلونوں سے کھیلتے وقت بچہ پر نظر رکھی جائے۔ اب بچہ کی دلچسپیوں کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اسے گھر سے باہر لے جائیں تو بہت خوش ہوتا ہے۔ راستے میں تیز رنگ والی کوئی متحرک چیز دیکھ کر وہ آوازیں نکالتا ہے اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب والدین کو چاہیے کہ وہ روزانہ تھوڑی دیر کے لئے بچے کو باہر گھمانے پھرانے کے لئے لے جایا کریں۔

Scanned with CamScanner

عمر کے مختلف حصوں میں بچہ کا قد اور وزن

عمر	وزن	قد
پیدائش کے وقت	3 کلو	23 انچ
ایک ماہ	4 کلو	23.25 انچ
دو ماہ	5 کلو	23.50 انچ
تین ماہ	6 کلو	23.75 انچ
چار ماہ	7 کلو	24 انچ
چھ ماہ	7.5 کلو	25 انچ
ایک سال	9 کلو	26 انچ
دو سال	12 کلو	32 انچ
چار سال	16 کلو	38 انچ

چار سے چھ ماہ کے دوران بچوں کے لئے ماہر اطفال ڈاکٹر محسنہ نے کہا "اس عرصے میں حفاظتی ٹیکے اور ویکسین دی جاتی ہیں۔ خناق، پولیو اور ٹیٹنس سے بچاؤ کے لئے DPT کی پہلی خوراک تیسرے ماہ میں جب کہ دوسری خوراک پانچویں سے ساتویں ماہ میں دی جاتی ہے۔ پولیو کے قطروں کی پہلی خوراک تیسرے سے چوتھے ماہ میں جب کہ دوسری پانچویں سے ساتویں مہینے میں دی جاتی ہے۔ تپ دق سے بچاؤ کی ویکسین BCG ایک ماہ کی عمر کے بعد کسی بھی وقت دی جاسکتی ہے"۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی کہتے آئے ہیں کہ بچے کی پہلی غذا اماں کا دودھ ہے۔ لیکن جب وہ تین یا چار ماہ کا ہو جائے تو ٹھوس غذا کی ابتداء بھی کر دینی چاہیے وہ اس طرح کہ خوب پکا ہوا کیلا اچھی طرح مسل کر دینا چاہیے۔ سوجی، چاول کی کھیر یا گندم کا باریک دلیہ بھی دو یا تین چمچ دیا جاسکتا ہے۔ کچلا ہوا کوئی پھل پپیتا، آم یا چیکو بھی معمولی مقدار میں دیا جاسکتا ہے۔ پانچویں اور چھٹے مہینے میں مذکورہ بالا غذاؤں میں ابلی ہوئی سبزیوں مثلاً آلو، گاجر اور مٹر وغیرہ کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ بچے کو رغبت کے بغیر یعنی زبردستی زیادہ کھانا مت کھلائیں۔ تین چار ماہ میں ابلے ہوئے انڈے کی زردی بھی دی جاسکتی ہے۔ یہ تمام غذائیں دودھ پینے کے علاوہ ہیں اور ان کی مدد سے آئندہ دودھ چھڑانے میں آسانی رہتی ہے۔

بعض مائیں بچے کے بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کے بے ترتیب اوقات سے پریشان دکھائی دیتی ہیں۔ اس میں دراصل بچے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ جسم کا خودکار اخراجی نظام ہے۔ ماں کو بچے کے بول و براز کا نظام الاوقات خود بنانا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کیا بچہ کو بھی مقررہ اوقات میں بول و براز سے سبکدوش ہونا چاہیے؟ جی ہاں..... دراصل ماں کی ذمہ داری ہے کہ بچے کے لئے اوقات ترتیب دے۔ بہت سے بچے عموماً چار گھنٹے تک پیشاب نہیں کرتے۔ ماں کو چاہیے کہ اس وقفہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے بچے کو باتھ روم تک لے جائے یا پوٹی (پیشاب کے لئے برتن) بیڈ کے قریب رکھ لے۔ اس طرح بچہ مخصوص اوقات میں پیشاب کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور اکثر پاخانے کا وقت بھی اسی میں سے کسی وقفے میں ایڈجسٹ کرلیتا ہے۔ خیال رہے کہ کموڈ یا پوٹی پر بٹھانے کا آغاز اس وقت سے کرنا چاہیے جب بچہ بیٹھنے کے قابل ہو جائے پانچ یا چھ ماہ میں کمر کے اعصاب میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ چند منٹ تک سہارے سے بیٹھ سکے۔

چست اور غیر معمولی گرم کپڑے بچے کو تکلیف دیتے ہیں۔ سوتے وقت بچہ کو ہلکے کپڑے پہنائیں۔ رومپر، چست بابا سوٹ اور پیشاب کے لئے پیکنگ (نیپی) اتار دیں۔ کھلی ہوا میں لٹائیں جہاں مچھر اور شور نہ ہو۔ مچھروں سے بچاؤ کے لئے اگر لوشن لگا رہی ہیں تو یہ محلول بچے کی ہتھیلیوں، ہاتھوں کی پشت، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں نہ لگائیں کیونکہ عموماً بچہ یہ حصے اپنے منہ اور آنکھوں تک لے جاتا ہے۔

شیر خوار بچوں کو نہلانا بھی ایک آرٹ ہے۔ نہلاتے وقت بچہ پر مستقل گرفت بھی رکھنی پڑتی ہے اور صفائی کی جانب بھی توجہ رہتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بچے کو ایک شخص پکڑلے اور دوسرا نہلائے۔ اس طرح وہ پھسلنے یا گرنے سے بچ سکتا ہے۔ بہت چھوٹے بچے کے لئے ٹب استعمال نہ کریں تو بہتر ہے۔ نہاتے وقت اگر وہ کھیلنا چاہتا

Scanned with CamScanner

نارمل بچے کے دانت نکلنے کا دورانیہ		
عمر	جگہ	تعداد دانت
ساتویں مہینہ	نیچے سامنے کے دانت	2
ساتویں ماہ کے چند ہفتہ بعد	اوپر سامنے کے دانت	2
آٹھویں مہینہ	اوپر اور نیچے سامنے دانتوں کے پہلو پر	4
بارہویں مہینہ	پیچھے کی ڈاڑھیں دو اوپر دو نیچے	4
سولہویں مہینہ	تیز نوک والے دو اوپر دو نیچے	4
دو برس	سب سے پیچھے والے دو اوپر دو نیچے	4
		کل 20 دانت

ہے اور چھینٹے اڑائے تو اسے اس کا موقع ضرور دیں۔ بچہ اگر بیٹھنے کے قابل ہو جائے تو ٹب میں بٹھا کر بھی نہلایا جاسکتا ہے لیکن کسی بھی حالت میں اسے اکیلا مت چھوڑیں کیونکہ وہ ٹب میں پھسل کر پانی میں ڈبکی بھی کھا سکتا ہے یا صابن آنکھوں میں مل سکتا ہے۔ بچے کو نہلانے سے پہلے اگر اس کے جسم پر زیتون یا سرسوں کے تیل کی مالش کر دیا کریں تو اس کے پٹھے مضبوط ہوں گے۔ نہلانے کے بعد مالش کرنا مناسب نہیں بالخصوص موسم گرما میں۔ غسل کے بعد اس کے جسم پر بے بی لوشن لگائیں یا اچھی برانڈ کا ٹالکم پاؤڈر چھڑکیں۔ ٹالکم پاؤڈر خصوصاً اس کی گردن، سینہ، بغل اور رانوں پر لگائیں۔ اب اسے صاف، خشک، نرم اور ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنائیں۔ نہانے کے بعد بچہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ اس وقت اسے فیڈ دیں اور سلا دیں۔ ننھا مہمان چوتھے مہینے سے خراماں خراماں پانچویں اور چھٹے مہینے تک بھی آگیا ہے لیکن اس عرصے میں ہم نے ان کی امی جان کو بھی نہیں بھلایا ہے۔

نارمل ہو جانے کے بعد ایک خاتون کتنے عرصے میں دوسرے تخلیقی عمل کے لئے تیار ہو سکتی ہے؟ اس بارے میں ڈاکٹر محسنہ نے بتایا ''ولادت کے بعد چالیس روز جسم کے فاسد مادوں کی نکاس کے لئے ہوتے ہیں۔ ان ایام کو ایام نفاس بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد عموماً دوسرے یا تیسرے مہینے کے بعد مخصوص ایام شروع ہو جاتے ہیں یہ عرصہ کچھ طویل بھی ہو سکتا ہے۔ ان ایام کی ابتداء کے بعد عورت دوسری تخلیق کے لئے تیار ہو سکتی ہے یعنی بچہ کی پیدائش کے ڈیڑھ دو مہینے کے بعد بھی وہ حاملہ ہو سکتی ہے لیکن یہ عورت، نومولود اور نئی تخلیق کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ دوبارہ حاملہ ہونے سے دودھ کم بنے گا بلکہ دودھ میں غذائی اجزاء کی مقدار بھی کم ہو جائے گی یہ بچے کی نشوونما پر فرق پڑے گا۔ جیسے جیسے تخلیقی عمل بڑھتا جائے گا ماں پر نقاہت بڑھتی چلی جائے گی اور بچے کو پوری خوراک اور توجہ نہیں مل سکے گی اور جسم میں جو نیا وجود تخلیق پائے گا اسے بھی مناسب غذا اور ماں کی ذہنی توجہ نہ مل سکے گی۔ زیادہ محفوظ طریقہ یہ ہے کہ تخلیق کا نیا دور اُس وقت شروع ہو جب بچہ کی شیر خوارگی کا دور ختم ہو جائے اور اُس میں اتنی سمجھ بوجھ آجائے کہ بچے کا ماں پر انحصار کچھ کم ہو جائے یعنی وہ اپنی خالہ، پھپھو وغیرہ کے ہاتھ سے کھانا کھا لے اور پوٹی کروا لے اس طرح ماں پر دباؤ نہیں رہے گا''۔

بچہ کے دانت نکلنے کا دور والدین کے لئے بہت صبر آزما ہوتا ہے۔ کبھی بچہ کو دست و اسہال کا عارضہ لگ جاتا ہے اور کبھی نزلہ و بخار۔ ان تکالیف کی ایک وجہ جو پہلے بتادی گئی ہے یہ ہے کہ بچہ ہر چیز منہ میں لے جانا چاہتا ہے اور جراثیم معدے میں پہنچ کر بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ ان تکالیف سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کے ساتھ مندرجہ ذیل روحانی علاج بھی کیا جاسکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الر تلك آيات الكتاب المبين

ایک کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر بچے کے گلے میں ڈال دیں انشاء اللہ تعالیٰ دانت نکلنے کے دوران ہونے والی تکالیف سے بچہ محفوظ رہے گا۔

مسلم مذبح خانوں سے گوشت اور دوسری اشیاء کی خریداری میں مصروف نظر آتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق غرناطہ میں عربوں کی طرز کے قہوہ خانے بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں جب کہ اس شہر میں مسجدوں کی تعمیرات کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔ اسپین کے دارالحکومت غرناطہ کی آبادی 12 لاکھ 70 ہزار ہے جب کہ مسلم آبادی کی تعداد 6 ہزار ہے۔ غرناطہ میں مسلمانوں کی ایک ایسوسی ایشن قائم ہے جس کے سربراہ ملک عبدالرحمٰن ہیں۔ اس تنظیم کے افراد نے اسلامی املاک پر اپنے حق کا دعویٰ کر دیا اور انہیں دوبارہ اسلامی روایات کے مطابق ڈھالنے کے لئے کوششیں شروع کر دی ہیں۔

بیت الخلاء پر عالمی کانفرنس

حال ہی میں مستقبل کے بیت الخلاء کی جزیات طے کرنے اور ان کا معیار بہتر سے بہتر بنانے کے ضمن میں اپنی نوعیت کی پہلی عالمی کانفرنس سنگاپور میں شروع ہوئی جس میں 200 سے زائد نفوس نے شرکت کی جن کا تعلق امریکہ، برطانیہ، جاپان، فن لینڈ، بھارت اور تائیوان کی بیت الخلاء سے متعلق اشیاء بنانے والی کمپنیز سے تھا۔ اس کانفرنس میں بیت الخلاء کا ڈیزائن، ہوا کا گزر، نکاسی آب اور آلودگی سے بچاؤ جیسے مسائل پر غور کیا گیا۔

بھونکنے والے کتے نظر بند

کتوں کے بھونکنے کی آوازیں تقریباً سب ہی لوگوں کو ناگوار گزرتی ہیں خصوصاً جب یہ آوازیں رات کے وقت سماعتوں سے گزریں تو نیند کو غارت کرنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ یہ آوازیں دنیا کے تقریباً تمام ہی ممالک میں لوگوں کی ناگواری کا باعث ہیں۔ ایک خبر کے مطابق اٹلی کی عدالت نے یہ باور کرایا ہے کہ بھونک بھونک کر محلے والوں اور پڑوسیوں کا سکون غارت کرنے والے کتوں کو گھر میں نظر بند کرنے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ مقامی اخبارات کے مطابق شمالی اٹلی میں واقع ہائی کورٹ بینچ کے جج جسٹس رودیگو نے عدالت میں پیش کردہ مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے کتوں کے مالکان کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ انہیں ایسی جگہ پر باندھیں جو نہ تو کسی پڑوسی کے گھر سے ملحق ہو اور نہ ہی عوامی گزرگاہ کے قریب ہو۔ اس کی خلاف ورزی پر کتوں کو نظر بند کرنے کے علاوہ مالکان پر بھاری جرمانے بھی عائد کئے جائیں گے۔

ویڈیو ٹوتھ برش

ایک جاپانی کمپنی نے دانتوں کی بہترین صفائی کے لئے کیمرے والا ٹوتھ برش تیار کیا ہے۔ نیوسائنٹسٹ میگزین کی رپورٹ کے مطابق اس ویڈیو ٹوتھ برش کے دستے میں ایک کیمرہ لگا ہوا ہے جو ایک مانیٹر کے ساتھ منسلک ہوگا اس کی مدد سے برش کرنے والا فرد منہ اور دانتوں کے ہر حصے سے غذا کے گلے سڑے ذرات صاف کر سکے گا کیونکہ دانتوں کی ناقص صفائی کی بناء پر منہ میں رہ جانے والے غذائی ذرات دانتوں کی بیماریوں اور منہ کی بدبو کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں میں اور دوران حمل خرابیاں پیدا کرنے کا سبب بھی بنتے ہیں اگرچہ دانتوں کی باقاعدہ صفائی ان خطرات کو کم کر دیتی ہے تاہم اس ایجاد کے ماہرین نے دعویٰ کیا ہے کہ اس سے دانتوں کی مکمل اور بہترین صفائی ممکن ہو سکے گی۔

انسان دوست مچھر

کلکتہ کے بلدیاتی حکام نے اپنے شہریوں کو ملیریا سے بچانے کے لئے 40 ملی میٹر سائز کے ایسے انسان دوست مچھر کی بڑے پیمانے پر افزائش کا فیصلہ کیا ہے جو ملیریا پھیلانے والے مچھروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی خوراک بنائیں گے۔ ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق کلکتہ میونسپل کارپوریشن CMC کے محکمۂ صحت کے افسر اتانو مکرجی نے بتایا کہ CMC نے فیصلہ کیا ہے کہ مذکورہ مچھروں کی افزائش کر کے انہیں انسانی آبادیوں میں چھوڑ دیا جائے تاکہ یہ مچھر خود ملیریا پھیلانے والے مچھروں کا خاتمہ کر سکیں۔ مکرجی نے کہا کہ عوام کو ان مچھروں سے خوفزدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ مچھر انسانوں کو نہیں کاٹتے بلکہ عام مچھروں کو اپنا لقمہ بناتے ہیں۔

ٹی شرٹ سے وٹامنز کا حصول

جاپانی سائنس دانوں نے پھلوں سے حاصل کئے جانے والے وٹامن سی کا نعم البدل لباس بھی تلاش کر لیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک جاپانی کمپنی نے ایسی ٹی شرٹ تیار کی ہے جسے پہننے سے جسم میں وٹامن سی کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ فیوجی سپننگ کمپنی نے اس ٹی شرٹ کے ریشوں میں پرووٹامن نامی کیمیکل شامل کر دیا ہے جو انسانی جسم سے مس ہوتے ہی وٹامن سی میں تبدیل ہو کر جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ کمپنی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ یہ ٹی شرٹ 30 دھلائیوں تک کارآمد رہتی ہے اور اس سے وٹامن سی کی اتنی ہی مقدار حاصل ہوتی ہے جتنی دو لیموؤں میں موجود ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق ان ٹی شرٹس کی فروخت 2002ء کے اوائل میں شروع ہونے کا امکان ہے۔

انتخاب

کوثر معین رضوان

آخرت میں بسیرا

ترجمہ: پھر ہم نے اس کے نقشِ قدم پر اپنے رسول بھیجے اور انہی کے نقشِ قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے اس کو انجیل دی۔ اور جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ان کے دلوں میں ہم نے شفقت اور رحمت رکھ دی۔ اور رہبانیت کو مسیحیوں نے خود نکالا، ہم نے اس کو ان پر نہیں لکھا تھا۔ ہم نے ان کے اوپر صرف اللہ کی رضا چاہنا فرض کیا تھا۔ پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ (سورۃ الحدید: 27)

اس آیت میں رہبانیت سے مراد یہ ہے کہ آدمی خدا کے نام پر دنیا کو چھوڑ دے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات وہی تھیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ مگر حضرت مسیح کے دو سو سال بعد ان کے پیروؤں میں بگاڑ آ گیا۔ ان کا ایک طبقہ رہبانیت میں پڑ گیا۔ وہ لوگ دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے اور دینوی چیزوں سے بے تعلق ہو کر شدید قسم کی مشقت برداشت کرنے لگے۔

ان کا یہ ترکِ دنیا مذہب کے معاملہ میں غلو اور تشدد سے پیدا ہوا۔ ان کو زہد کی تعلیم دی گئی تھی جس کا مطلب نفسیاتی زہد تھا۔ مگر انہوں نے نفسیاتی زہد کے حکم کو جسمانی زہد کا حکم قرار دے لیا۔ ان سے کہا گیا تھا کہ دنیا میں مشغول ہو مگر دنیا کو مطلوب و مقصود نہ بناؤ۔ مگر انہوں نے مطلوبیتِ دنیا کی نفی کو مشغولیتِ دنیا کی نفی کے ہم معنی سمجھ لیا۔ یہی ہے حکم خداوندی کی صحیح رعایت نہ کرنا۔

مومن انسانوں کے درمیان زندگی گزارتا ہے مگر اس کی توجہ خدا کی طرف لگی رہتی ہے۔ وہ ابظاہر مادی کام میں مشغول دکھائی دیتا ہے مگر اس کا ذہن روحانی سطح پر سرگرم رہتا ہے۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جو آخرت میں بسیرا لئے ہوئے ہو۔

تخلیق کا دوسرا مہینہ

ماں بننے والی خواتین کے لئے بطورِ خاص ۔ حمل کے ابتدائی مرحلے کی روحانی و سائنسی توجیہہ اور حاملہ خواتین کے لئے احتیاطی تدابیر ، غذائی اور روحانی علاج

آپ نے چند پونڈ کے پولے منہ والے سرخی مائل بچے کی ایک مسکراہٹ اور کلکاری پر بڑے بڑے جغادریوں ، سخت جان بہادروں اور مونچھ دراز لوگوں کو بے بس ہوتے ضرور دیکھا ہوگا۔ ایک ایک پیسہ کو دانت سے پکڑنے والے کنجوس کو ایسے بچے کی محبت کا اسیر دیکھا ہوگا جو دو پیسے کا فائدہ تو کیا پہنچائے گا الٹا جیب خرچ کا ذریعہ ہی بنتا ہے۔ ایسی لڑکیاں جو شادی سے پہلے گندگی کے ایک چھینٹے سے بھی دور بھاگتی تھیں ، ماں بننے کے بعد بچے کے بول و براز کی صفائی کر کے بھی دلی طمانیت کا احساس پاتی ہیں۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔؟ کیونکہ ۔۔۔۔ کیونکہ ہر ماں اور ہر باپ کے اندر لاشعوری طور پر یہ احساس زندہ ہے کہ "نسلِ انسانی کی بقا اسی ننھی سی جان کے دم سے ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس احساس کو انسانی لاشعور میں اتنا پیوستہ کردیا ہے کہ ہر انسان خود کو بچے کی محبت کا اسیر پاتا ہے۔ یہ احساس اس وقت بھی پایا جاتا ہے جب ننھا وجود آپ کی بانہوں کا ہار بنا ہوتا ہے اور اس وقت بھی پیدا ہو چکا ہوتا ہے جب نئی زندگی ماں کے جسم میں اپنے اعضاء و جوارح کی تکمیل میں مصروف ہوتی ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ ماں کی کال کوٹھری میں پلنے والے اس وجود کی آنکھیں کیسی ہیں، ناک اور ہونٹ کس پر گئے ہیں اور موصوف کی آواز کس سے مماثلت رکھتی ہے؟

رسول اکرم ﷺ کے ایک ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بچہ کی محبت دل میں ڈالتا ہے۔ ایک روز رسول اکرم ﷺ بچوں سے پیار محبت کا اظہار کررہے تھے کہ ایک بدوی حضور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا "آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہیں۔ میرے تو دس بچے ہیں میں ان میں سے کسی کو نہیں چومتا"۔ اس پر حضور ﷺ نے ناگواری سے فرمایا "اگر اللہ تمہارے دل سے رحمت اور محبت سلب کرلے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

ماں بننا عورت کے لئے بے پناہ طمانیت اور سکون کا باعث ہے۔ یہ اطمینان بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ اسی محبت کا احساس ہے جو اس کے اندر سرشاری پیدا کردیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ماں بننے والی عورت کے اندر ایک فکر بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اللہ کی اس نشانی یعنی نئی زندگی کو دنیا تک پہنچانے کی ڈیوٹی احسن طریقے سے پوری کردے اور پھر تخلیق کا سفر جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے اس کی توجہ اور انہماک بچہ کی طرف مزید بڑھتا جاتا ہے۔

تخلیق کے پہلے مہینے کا احوال گزشتہ ماہ پیش کیا

گیا تھا اب ہم دوسرے مہینے کے بارے میں کچھ معلومات پیش کریں گے۔ دوسرے مہینے میں بچہ سرخ لوبیے کے دانے جتنا ہوتا ہے۔ اور اس کی شکل بھی لوبیے کے دانے کی طرح ہوتی ہے۔ اسے میڈیکل سائنس کی زبان میں Embryo کہا جاتا ہے۔ یہ تین تہوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ تینوں تہیں اپنا کام انجام دیتی ہیں جیسے باہر کی تہہ بچے کے دماغ کے نظام اور جلد کو بڑھانے میں مدد کرتی ہے۔ درمیانی تہہ بچے کی ہڈیاں، پٹھے، شریانی و وریدی نظام، گردے اور جنسی اعضاء بنانے کا کام کرتی ہے جبکہ تیسری اندرونی تہہ بچے کے سانس لینے اور ہاضمے کے اعضاء کو بناتی ہے۔ اس مرحلے میں بچے کا دماغ بننا شروع ہو جاتا ہے اور دل کی دھڑکن سنی جا سکتی ہے۔ خون کی چھوٹی نالیاں Vessels بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ تبدیلیاں ہیں جسے آپ دیکھ نہیں پاتی ہیں لیکن آپ کا جسمانی نظام تیزی سے ایک زندگی کی تشکیل کے سخت کام میں مشغول ہوتا ہے۔

اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ اس گوشت کے لوتھڑے میں خدوخال کی ابتداء ہو جائے۔ دل، جگر اور ہاتھ پیروں کی چھوٹی کلیاں Buds بننے لگیں ہیں لیکن ذرا ٹھہریئے..... ہم آپ کو ایک نہایت ایمان افروز بات بھی بتاتے ہیں۔ میڈیکل سائنس نے بتایا ہے کہ دوسرے مہینے میں خدوخال بننے کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ یہ سائنسی حقیقت ہمارے پیارے نبی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی بیان فرما دی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس کی شکل و صورت بناتا ہے"۔

حدیث نبوی کی رُو سے خدوخال کی صورت گری کے آغاز کا دور بیالیس دن ہے اور قریب قریب یہی دور سائنسی شواہد بھی بیان کرتے ہیں۔ دوسرے مہینے سے آنکھ، ناک اور دماغ کی ابتدائی شکلوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ کمر پر ریڑھ کی ابتدائی شکل بننے لگتی ہے۔ چھ ہفتے پورے ہونے کے بعد انسانی اعضاء قابلِ شناخت ہو جاتے ہیں۔ دل دھڑکنے لگتا ہے۔ Embryo میں حرکت ہونے لگتی ہے۔ آپ کے جسم میں زندگی پانے والا وجود ہر آنے والے دن کے ساتھ نئے انقلاب سے گزر رہا ہے۔ اس دوران آپ کے ذہن میں کئی سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلا تو یہی کہ ڈیلیوری کب ہو گی؟ ڈیلیوری کی حتمی تاریخ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے لیکن ممکنہ ڈیلیوری کے اندازے کے لئے ماہرین نے ایک چارٹ بنایا ہے جسے EDD کہتے ہیں۔ یہ لفظ Estimated Date Of Delviry کا مخفف ہے۔ اس چارٹ کے ذریعے آپ ڈیلیوری کا ممکنہ وقت یا دن معلوم کر سکتی ہیں جو اندازاً چالیس ہفتے رکھا جاتا ہے۔ اس اندازے کے مطابق پیدائش کا وقت دو ہفتے پہلے یا دو ہفتے بعد بھی ہو سکتا ہے۔

تخلیق کے ابتدائی تین ماہ میں اپنا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ ان میں حمل ضائع ہونے کے امکانات اگلے مہینوں کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم مادر میں بچے اور ماں کا ربط زیادہ مضبوط نہیں ہوتا۔ ماں اور بچے کے اندرونی تعلق کو متاثر کرنے والی چند چیزیں یہ ہو سکتی ہیں ماں کا گر جانا، اونچی چھلانگ لگانا، گھڑ سواری کرنا، بھاری وزن اٹھانا، بہت زیادہ جھکنا اور پیروں والی کپڑے سینے کی مشین چلانا وغیرہ۔

تخلیق کے دوران خواتین جو تبدیلیاں محسوس کرتی ہیں اس میں ایک پیشاب کا بار بار آنا بھی ہے۔ اس سے خواتین کوفت محسوس کرتی ہیں خصوصاً جب تخلیق کے آخری مہینے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بچہ کا دباؤ نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے مثانہ پر دباؤ پڑتا ہے اور بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔

ممکن ہے آپ قے اور متلی سے پریشان ہوں۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب آپ کا پیٹ خالی ہو یعنی صبح نہار منہ اس کی وجہ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ یہ جسم میں خاص ہارمونز کے افراز کے سبب ہوتا ہے۔ یہ کیفیت

تخلیق کے پہلے سے چوتھے مہینے تک جاری رہ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ منہ کا ذائقہ بھی خراب ہو سکتا ہے اور بعض چیزوں سے دل بالکل بھر سکتا ہے۔

جسم میں ہارمونز کے ردوبدل کی وجہ سے ماں کے جذبات اور احساسات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ ہارمونز ایسی رطوبتیں ہیں جو انسانی جسم میں موجود مختلف گلینڈز جسمانی ضروریات کے مطابق خارج کرتے ہیں۔ یہ ہارمونز کیمیائی مادے ہیں جو ہمارے جسم میں خاص قسم کے گلینڈز میں پائے جاتے ہیں۔ ہائی لیول ہارمونز جن کو Human Choroionic یا HCG Gonadatrophin بھی کہا جاتا ہے پہلے 12 ہفتوں کے دوران ماں کے جسم میں گردش کرتے رہتے ہیں انہی کی وجہ سے متلی یا الٹی آنے کی کیفیت جنم لیتی ہے۔ یہی HCG ہی پیشاب کے ذریعے حمل کی نشاندہی کرنے کا موجب بھی ہوتے ہیں۔ یہی ہارمونز شروع کے مرحلے میں Overies میں تبدیلی لاتے ہیں اور بعد میں جب آنول نال Placcnta بارہ ہفتوں کے دوران تیار ہو جاتی ہے تو یہی ہارمونز بچے کے بڑھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور ماں کے جسم میں کئی تبدیلیوں کا باعث ہوتے ہیں۔ ہارمونز کا ایک اور اہم کام بچے کی پیدائش کو ٹھیک وقت پر کرنا بھی ہے جبکہ ہارمونز میں اگر زیادتی ہو جائے تو وہی جذباتی اتار چڑھاؤ، بیماری یا تھکاوٹ کا سبب بھی بنتے ہیں۔ صبح صبح جب معدہ خالی ہوتا ہے تو ماں متلی زیادہ محسوس کرتی ہے۔ اس وقت بسکٹ یا میٹھی چائے بستر میں مل جائے تو اس کیفیت پر بہت حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ روزمرہ کے کھانے کے اوقات کو تبدیل کرنا بھی کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جیسے دن میں دو یا تین مرتبہ زیادہ کھانے کے بجائے کم کم اور کئی مرتبہ کھایا جائے۔ زیادہ چکنائی یا مرچ مصالحوں والے کھانے سے بھی طبیعت خراب ہو سکتی ہے جبکہ توانائی بخش سادہ خوراک جس میں نشاستہ دار اجزاء اور وٹامن اے کا استعمال زیادہ ہو مثلاً آٹا، آلو، سبزیاں اور جوس وغیرہ کے استعمال سے کافی حد تک طبیعت سنبھل سکتی ہے۔ اگر متلی زیادہ ہو اور مسلسل الٹی ہو رہی ہو تو جسم میں پانی کی کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اس کا فوری علاج تو یہ ہے کہ ایک گلاس پانی میں تین چمچ گلوکوز اور چوتھائی چمچ نمک ملا کر پئیں۔ گلوکوز نہ لے سکیں تو شکر ڈال لیں۔ اس فوری یا وقتی علاج کے علاوہ ڈاکٹر کے پاس ضرور جانا چاہئے۔

ڈاکٹرز حمل کی ابتداء ہی سے ماؤں کو فولک ایسڈ لینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ وٹامن بی کمپلکس کی ایک قسم ہے جو ہرے پتوں والی اور پھلی دار سبزیوں میں پایا جاتا ہے۔ اس وٹامن سے بچے کا اعصابی نظام بنتا ہے۔ ماں کے جسم میں فولک ایسڈ کی مقررہ مقدار حمل شروع ہونے سے پہلے ہی ہونی چاہئے۔

ماں کی ایک اہم ضرورت جو تخلیق کا عمل آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے وہ خون کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹرز اس موقع پر آئرن اور طاقت کی دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ آئرن کی کمی پالک، سیب اور ناشپاتی وغیرہ سے غذائی طور پر بھی پوری کی جا سکتی ہے۔

تخلیق کا عمل جیسے جیسے بڑھتا ہے ماں اپنے جسم اور بعض جسمانی اعضاء میں بھاری پن بھی محسوس کرتی ہے۔ ابتدائی مہینوں میں یہ بھاری پن ظاہر نہیں ہوتا پھر بھی وہ جسم کے نچلے حصے میں بھاری پن محسوس کر سکتی ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم کی کھیتی کو بار آور کر دیا ہے اور ایک ننھی کلی انسانی وجود بننے کے سفر پر گامزن ہو چکی ہے۔ جسم کا بھاری پن بین فطری عمل ہے اسے مٹاپا یا جسم کا بے ڈول پن سمجھ کر ڈائٹنگ کرنے، مٹاپا گھٹانے کی ادویات لینے اور سخت ورزشیں کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ یہ خطرناک بھی ثابت ہو۔ جیسے جیسے یہ سفر آگے بڑھتا جا رہا ہے آپ اپنے اندر ایک طرح کی سرشاری محسوس کرنے لگی ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو.....؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ڈیوٹی سونپی ہے آپ اسے احسن طریقے سے

بقیہ صفحہ 220 پر ملاحظہ کیجئے

Scanned with CamScanner

شخصیت کو پُرکشش بنانے میں

سر کے بالوں کا اہم کردار ہے
اگر سر کے بالوں کی چمک دمک ماند پڑنے لگے
بال کمزور ہو کر تیزی سے گرنے لگیں،
سر میں خشکی ڈیرا جمالے تو

آپ کی شخصی کشش متاثر ہوسکتی ہے

بالوں کی دیکھ بھال، انہیں مضبوط، لمبا، گھنا کرنے اور ریشم کی طرح نرم و ملائم بنانے میں قدرتی جڑی بوٹیوں خاص طور پر آملہ، ہڑ اور سکاکائی کے ساتھ سورج کی شعاعوں سے حاصل کردہ نیلی روشنی بھی بہت مفید ہے۔ سن ریز ہربل شیمپو میں صدیوں سے مستعمل قدرتی جڑی بوٹیوں آملہ، ہڑ، سکاکائی کو خصوصی طریقہ سے شیمپو میں شامل کرنے کے ساتھ ساتھ بلیو سن ریز بھی شامل کی گئی ہیں۔ قدرتی جڑی بوٹیوں اور بلیو سن ریز نے سن ریز ہربل شیمپو کو بالوں کے لئے ایک زیادہ مفید اور زیادہ مؤثر شیمپو بنادیا ہے۔

AZEEMI'S
SUNRAYS
HERBAL SHAMPOO

عظیمی کا
سن ریز ہربل شیمپو

عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید

سر میں خشکی ختم کر کے بالوں کو تقویت دیتا ہے۔ اس شیمپو کے مسلسل استعمال سے بال گرنا رک جاتے ہیں اور تیزی سے بڑھنے لگتے ہیں۔ ان میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور بال ریشم کی طرح نرم و ملائم ہو جاتے ہیں۔

کراچی حیدر آباد میں اپنے قریبی میڈیکل و جنرل اسٹور سے طلب فرمائیں۔

ہول سیل اسٹاکسٹ		
اتحاد انٹر پرائزز۔ ڈینسو ہال	صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر	طٰحہ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا
دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینسو ہال	ابراہیم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	خالد یونانی اسٹور۔ میٹرو ول سائٹ
برہانی یونانی اسٹور۔ نیپیئر روڈ	مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	ماریہ دواخانہ، الرحیم شاپنگ سینٹر۔ حیدر آباد
خواجہ اسٹور۔ صدر	قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی	عظیمیہ دواخانہ۔ مری حسن راولپنڈی
	عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی	میاں ٹریڈرز۔ مین بازار مزنگ لاہور

عظیمی ہربل ناظم آباد۔ کراچی

(بارہواں حصہ)

اسلام، سائنس اور تہذیب

آج مغرب نے سائنس و ٹیکنالوجی کی جو عمارت کھڑی کی ہے اُس کی اساس موجودہ مسلمانوں کے اسلاف نے رکھی تھی..
ہمارے اسلاف علم الابدان سے لے کر کیمیا تک، ہیئت سے فلکیات، فلسفہ سے عمرانیات، ریاضی سے روحانیت و عرفان تک...... غرض علم کے ہر شعبہ پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلاف کے کارناموں کو نئی نسل کے سامنے پیش کرنے سے اُن کے اندر جدوجہد، تفکر، جستجو اور آگے بڑھنے کے جذبات کو مہمیز مل سکے گی۔ (ادارہ)

علومِ طبِ اسلامی

ISLAMIC MEDICAL SCINCE

(گزشتہ سے پیوستہ)

گزشتہ شمارے میں ہم نے پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ میں سے طبی رہنمائی حاصل کی تھی۔ آئندہ سطور میں ہم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث حضرت امام جعفر صادقؒ کے طبی نظریات کا مطالعہ کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا "انسان خاک کا پتلا ہے....." اگر حضرت امام صاحبؒ کا ارشاد یہیں تک محدود ہوتا تو محض یہ ایک روایتی بات تھی اور اس بات سے ایک عام آدمی بھی واقف تھا لیکن حضرت امام جعفر صادقؒ نے اپنی بات یہیں تک محدود نہ رکھی بلکہ اس کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا "تمام وہ اشیاء جو مٹی میں پائی جاتی ہیں انسانی بدن میں موجود ہیں، البتہ ان کی مقدار ایک جیسی نہیں، ان میں سے بعض انسانی بدن میں زیادہ ہیں اور بعض بہت کم ہیں"۔ مزید فرمایا "انسانی بدن میں چار چیزیں زیادہ اور آٹھ چیزیں ان سے کم مقدار میں ہیں اور آٹھ عناصر ایسے ہیں جو بہت ہی کم مقدار میں ہیں"۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق زمین سے 120 سے زائد عناصر دریافت ہو چکے ہیں اور یہی عناصر انسانی جسم میں بھی موجود ہیں۔

آج جب سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے تو حضرت امام جعفر صادقؒ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام جعفر صادقؒ کے بقول آٹھ حصے جو انسانی جسم میں بہت کم مقدار میں ہیں وہ یہ عناصر ہیں۔ مولیبڈن، سیلینیوم، فلورین، کوبالٹ، میگانیز، تانبا، آیوڈین اور زنک..... وہ آٹھ عناصر جو انسانی بدن میں پہلے آٹھ عناصر کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں یہ ہیں، میگنیشیم، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیئم، فاسفورس، کلورین، سلفر اور لوہا۔ چار وہ عناصر جو انسانی بدن میں زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں وہ آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن ہیں۔ ان عناصر کی انسانی جسم میں موجودگی کے بارے میں صدیوں کی تحقیقات کے بعد علم حاصل ہو سکا ہے۔

سلیم آفاقی

حضرت امام جعفر صادقؒ نے بیماریوں کی منتقلی کے ضمن میں ایک ایسا نظریہ پیش کیا جو اُن کے اپنے دور سے صدیوں بعد تک بھی لوگوں پر واضح نہ ہو سکا تھا۔ آپؒ نے فرمایا "بعض شعاعیں ایسی ہیں جو اگر ایک بیمار شخص سے ایک تندرست انسان پر پڑ جائیں تو ممکن ہے کہ وہ تندرست انسان کو بھی بیمار کر دیں"۔

حضرت امام صاحبؒ نے شعاعوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے آب و ہوا یا جراثیم کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ الگ

بات ہے کہ دوسری صدی میں جب آپؐ نے یہ نظریہ پیش کیا لوگ ان سے بھی بے خبر تھے۔ آپؐ نے چند اقسام کی شعاعوں کی نشاندہی فرمائی جو اگر ایک بیمار انسان سے ایک تندرست انسان پر پڑجائیں تو ممکن ہے کہ تندرست فرد بھی بیمار ہوجائے۔ ایک عرصے تک حیوانیات کے ماہرین اور میڈیکل سائنس کے محققین نے اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا کیوں کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ایک بیمار انسان تک بیماری کی منتقلی کا ذریعہ بیکٹیریا یا وائرس ہوتا ہے خواہ یہ بیماری کیڑے مکوڑوں، پانی یا ہوا وغیرہ کے ذریعے منتقل ہو یا دو انسانوں کے ایک دوسرے سے براہِ راست رابطہ کرنے کے ذریعے۔ ہم یہاں یہ بھی عرض کردیں کہ بیکٹیریا اور وائرس کے وجود کی شناخت سے قبل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ بیماریوں کے منتقل ہونے کا سبب SMELL ہے اور قدیم ادوار میں بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے تمام اقدامات یہ ہوتے تھے کہ کسی طرح SMELL کو پھیلنے سے روک دیا جائے۔ تاکہ ایک بیمار شخص کی بیماری بُو SMELL کے ذریعہ کسی تندرست شخص تک نہ پہنچ سکے اور اُسے بیمار نہ کردے۔

نووو سائبر سک کے سائنسدان نے پہلی بار یہ مشاہدہ کیا کہ انسانی خلیات شعاعیں خارج کرتے ہیں۔ ان کی تحقیق کا طریقہ کار یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہی زندہ عضو سے خلیات کا انتخاب کیا اور اُن کو الگ الگ سلیکا اور شیشے کے BOXES میں رکھ دیا۔ سلیکا دھات میں یہ خاصیت ہے کہ اس میں سے سوائے الٹراوائلٹ ریز کے کوئی شعاع نہیں گزر سکتی اور عام شیشے میں یہ خاصیت ہے کہ اس میں سے الٹراوائلٹ ریز کے علاوہ تمام شعاعیں گزر سکتی ہیں۔ چند گھنٹوں کے لئے ان BOXES کو بیمار خلیات کے قریب رکھا گیا تو معلوم ہوا کہ سلیکا کے BOXES میں محفوظ خلیات بیمار ہوگئے ہیں لیکن وہ صحت مند خلیات جو شیشے کے BOXES میں محفوظ تھے بیمار نہیں ہوئے۔ یہ تجربہ مختلف بیماریوں اور ایک جیسے یا متفرق خلیات پر بیس سالوں کے دوران پانچ ہزار مرتبہ دُہرایا گیا۔ نتیجہ ایک ہی تھا کہ بیمار خلیات الٹراوائلٹ ریز خارج کرتے ہیں اور اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ صحت مند خلیات میں بیماری پیدا کرنے کا سبب وہ الٹراوائلٹ ریز ہیں جو بیمار خلیات سے خارج ہوتی ہیں اور صحت مند خلیات پر پڑتی ہیں۔ اگر بیمار خلیات سے خارج ہونے والی شعاعوں کو کسی طرح روک دیا جائے تو صحت مند خلیات بیمار نہیں ہوں گے اور بعض دوائیں یہ خاصیت رکھتی ہیں کہ وہ بیمار جسم سے خارج ہونے والی الٹراوائلٹ ریز کی شدت کو بھی کم کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان خلیات سے خارج ہونے والی شعاعیں اتنی کم اثر ہوجاتی ہیں کہ وہ مزید نقصان دہ نہیں رہتیں۔

تجربات سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ اگر کچھ صحت مند خلیات Toxin کے اثر سے بیمار ہوجائیں اور الٹراوائلٹ ریز خارج کریں تو اُن کی شعاعیں ان صحت مند خلیات کو بھی بیمار کردیتی ہیں جن کا اُن سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔ Toxin ایک زہر کا نام ہے جو ہمارے جسم کے بعض اعضاء پیدا کرتے ہیں۔ ٹاکسن کا خلیات کو بیمار کرنے کا طریقہ کار بیکٹیریا اور وائرس سے کچھ مختلف ہے۔ یعنی بیماری کا امکان یہیں تک محدود نہیں کہ وائرس اور بیکٹیریا کے ذریعے ہی بیمار ہونے والے خلیات کی شعاعوں سے صحت مند خلیات متاثر ہوتے ہیں بلکہ Toxin کے ذریعے بیمار ہونے والے خلیات بھی الٹراوائلٹ ریز خارج کرکے صحت مند خلیات کو بیمار کرسکتے ہیں۔

سائنسی تحقیق کے مطابق خلیات کا ایک گروہ اگر چند بیماریوں میں مبتلا ہوجائے تو ان میں سے ہر بیماری ایک مخصوص قسم کا فوٹان خارج کرتی ہے اور اب سائنسدان فوٹانز کے کوڈ تیار کرنے میں مصروف ہیں جو بیمار خلیات مختلف قسم کی بیماریوں کی اقسام کی وجہ سے خارج کرتے ہیں اور چونکہ بیکٹیریا، وائرس اور Toxin

کے ذریعے پھیلنے والی بیماریاں کوئی ایک یا دو نہیں لہٰذا کوڈ تیار کرنے کے اس مرحلے میں یقیناً خاصا وقت لگ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ میں ہونے والی ریسرچ کے نتائج بھی وہی ہیں جو روسی سائنسدان کے ہیں۔ اس موضوع کو ڈاکٹر جون اوٹ نے اپنی ایک کتاب کا موضوع بنایا ہے اور اسی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ یوں حضرت امام جعفر صادقؒ کے اُس نظریئے کو جو انہوں نے 1250 سال قبل پیش کیا تھا۔ بائیولوجی اور طبیعیات پر کی جانے والی جدید تحقیقات نے ثابت کردیا ہے۔

امام جعفر صادقؒ کے دیگر اہم نظریات میں سے ایک نظریہ انسانی عمر سے بھی متعلق ہے۔ آپؒ نے فرمایا ''انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ لمبی لمبی عمر گزارے اور وہ خود اپنی عمر کو کم کرلیتا ہے اگر انسان فطرت کے قوانین کے مطابق زندگی گزارے تو وہ لمبی عمر پائے گا''۔ حضرت امام صاحبؒ کا یہ نظریہ سو فیصد درست ہے کہ انسانی عادات اور ماحول کا انسانی عمر کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ مثال کے طور پر پہلی صدی عیسوی میں رومی سلطنت میں روم کے باشندوں کی اوسط عمر صرف بائیس سال رہ گئی تھی۔ اس لئے کہ یہ لوگ صحت کے فطری قوانین سے منحرف ہوچکے تھے۔ روم کے دولت مند طبقے کے افراد اس قدر غذا کھاتے تھے کہ قے کرنے لگتے تھے اور عام لوگ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہوتا اور اشراف کی پیروی کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے۔ روم کے دولت مندوں کے محلوں میں ڈائننگ ہال کے ساتھ ایک کمرہ ہوتا تھا، جس کا نام ومی ٹوریم یعنی ''قے کرنے کی جگہ'' تھا۔ اگر غذا لینے کے بعد قدرتی طور پر ان لوگوں کو قے نہیں آتی تو وہ قے کرنے والی دوا استعمال کرتے کیوں کہ اُن کا خیال تھا کہ اگر انہیں قے نہیں آئی تو وہ مرسکتے ہیں۔

تحقیق و تجربات سے یہ حقیقت بھی مشاہدے میں داخل ہوچکی ہے کہ ماحول میں موجود آوازیں بھی ہماری زندگی پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ یہ محض خوش فہمی ہے کہ انسان اپنے ماحول میں موجود آوازوں کا عادی ہوجاتا ہے اور یہ آوازیں اُسے پھر تکالیف نہیں پہنچاتیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی عمر کے کسی مرحلے پر آواز کا عادی نہیں ہوتا اور آواز کی لہریں بچپن سے لے کر عمر کے آخری دن تک اُس کے اعصاب اور جسم کے خلیات کو تکالیف پہنچاتی رہتی ہیں۔ ایک فرانسیسی ریسرچ کامی راجرون کی تحقیق کے مطابق لگاتار آواز سے جسم کے خلیات پر وہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اثرات آکسیجن لوہے پر ڈالتی ہے اور جس طرح آکسیجن آہستہ آہستہ لوہے کو زنگ آلود کرکے ختم کردیتی ہے اسی طرح لگاتار آواز بھی جسم کے خلیات کو فرسودہ کردیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی عمر کم ہوجاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے اس نظریئے پر کہ انسانی عمر طویل ہوتی ہے..... موجودہ دور کے معروف روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے تحقیق کو آگے بڑھایا اور پہلی مرتبہ اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی عمر پانچ ہزار سال مقرر کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں ''روحانی نقطۂ نظر سے جب کوئی بچہ بطنِ مادر سے زمین کی بساط پر آتا ہے تو اُس کے اندر پانچ ہزار سال کی عمر گزارنے کے لئے روشنیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے، جس کو وہ اپنی نادانی، جھوٹے وقار اور خودنمائی کے اعمال سے اتنا زیادہ خرچ کردیتا ہے کہ پانچ ہزار سال کی عمر پچاس یا ساٹھ سال کی عمر بن جاتی ہے یعنی پانچ ہزار سال زندہ رہنے والا آدمی اپنی عمر کا اسرافِ بیجا کرکے پچاس یا ساٹھ سال میں اسے ختم کردیتا ہے اور مرجاتا ہے''۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کی علمی فوقیت کا اظہار ماؤں کے لئے کی جانے والی اس حکیمانہ نصیحت سے بھی ہوتا ہے کہ اپنے شیر خوار بچوں کو اپنے بائیں طرف سلائیں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کی اس حکیمانہ نصیحت

Scanned with CamScanner

میں موجود رمز پر انیسویں صدی عیسوی تک پردہ پڑا رہا اور اکثر لوگوں نے اسے غیر علمی قرار دیا۔ انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں امریکہ کی کورنیل یونیورسٹی کے بانی عذرا کورنیل نے فیصلہ کیا کہ اس یونیورسٹی میں شیر خوار اور نومولود بچوں پر تحقیق کے لئے ایک ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کیا جائے۔ اس انسٹیٹیوٹ نے پہلے ہی سال تدریس شروع کر دی اور پھر اسے ایک میڈیکل کالج سے منسلک کر دیا گیا۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں اس انسٹیٹیوٹ کے محققین نے دنیا بھر کے عجائب گھروں میں نومولود بچوں سے متعلق سائن بورڈز پر نگاہ ڈالی تو انہیں پتہ چلا کہ 373 سائن بورڈز میں سے اکثریت ایسے سائن بورڈز کی ہے جن میں ماؤں نے بچے کو بائیں جانب بغل میں لیا ہوا ہے اور صرف 93 سائن بورڈ ایسے ہیں جن میں ماؤں نے بچے کو دائیں طرف بغل میں لیا ہوا ہے۔ ایک طویل مدت تک جاری رہنے والی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ پیدائش کے بعد ابتدائی دنوں میں جب نومولود بچہ ماں کی بائیں جانب سوتا ہے تو اسے دائیں جانب سونے کی نسبت زیادہ آرام ملتا ہے اور اگر اسے دائیں طرف سلایا جائے تو جلد ہی جاگ اٹھتا ہے اور رونے لگتا ہے۔

مذکورہ تحقیقی مرکز کے محققین نے اپنی تحقیق کا دائرہ کار صرف سفید فام امریکیوں تک ہی محدود نہیں رکھا تھا بلکہ انہوں نے سیاہ فام اور ریڈ انڈین بچوں پر بھی تحقیق کی اور طویل تحقیق کے بعد یہ اخذ کیا کہ اس موضوع پر تعلق رنگ و نسل سے نہیں۔ دنیا کی تمام اقوام کے بچوں میں یہ خاصیت موجود ہے۔

کورنیل یونیورسٹی کے تحقیقی مرکز نے اس موضوع پر مسلسل تحقیق کی تھی اس مرکز کے ڈاکٹروں نے چند شعاعوں کے ذریعے جنین کا حاملہ عورت کے پیٹ میں معائنہ کیا لیکن ان کی معلومات میں کوئی خاصا اضافہ نہیں ہوا۔ ہاں البتہ ہولوگرافی کی دریافت کے بعد اس تحقیقی مرکز کے ماہرین نے ہولوگرافی کے ذریعے ماں کے پیٹ میں جنین کی تصویر حاصل کی۔ ہولوگرافی کے ذریعے نا صرف باریک چیزوں کی تصاویر لی جاسکتی ہیں بلکہ آواز کی تصویر بھی حاصل ہو سکتی ہے اور آواز کی لہریں کیمرے کی فلم میں دائروں اور بیضوی صورت میں نظر آتی ہیں۔ ہولوگرافی کی نہایت چھوٹی چیزوں سے تصاویر بنانے کی صلاحیت اس قدر زیادہ ہے کہ خون میں پائے جانے والے سفید یا سرخ خلیے کو ایک بڑے جانور جتنا بڑا دکھا سکتی ہے۔

ہولوگرافی کے ذریعے ماہرین نے دیکھا کہ ماں کے دل کی دھڑکن کی آوازوں کی لہریں جو تمام بدن میں پھیلتی ہیں، جنین کے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ یہ تحقیق جب دودھ دینے والے جانوروں پر کی گئی اور جونہی مادہ کے دل کی دھڑکن روکی گئی تو ماہرین نے مشاہدہ کیا کہ جنین نے فوراً ہی ردِ عمل ظاہر کیا۔ یوں کورنیل یونیورسٹی کے تحقیقی مرکز کے سائنس دانوں نے متعدد تجربات سے یہ اخذ کیا کہ بچہ نہ صرف یہ کہ ماں کے پیٹ میں اُس کے دل کی دھڑکنوں کو سننے کا عادی ہو جاتا ہے بلکہ ان دھڑکنوں کا اس کی زندگی سے بھی گہرا تعلق ہے۔ ماں کے دل کی دھڑکن سننے کی جو عادت بچے کو پیدائش سے پہلے ہوتی ہے وہ اس میں اس قدر نفوذ کر جاتی ہے کہ بچہ پیدائش کے بعد اگر ان دھڑکنوں کو نہ سنے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ جس وقت بچے کو ماں کی بائیں جانب سلایا جاتا ہے تو بچہ ان دھڑکنوں کو سن کر پُر سکون رہتا ہے لیکن چونکہ دائیں جانب دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں لہٰذا بچہ مضطرب ہو جاتا ہے۔ کورنیل یونیورسٹی کے تحقیقی مرکز کے ایک ڈاکٹر نے دنیا کے کئی براعظموں کا سفر کیا اور اپنے اس تحقیقی سفر میں یہ دریافت کرنے کی کوشش کی کہ مختلف ممالک کی مائیں اپنے بچوں کو کس جانب سلاتی ہیں۔ اس ڈاکٹر کے بقول دنیا کے تمام براعظموں میں مائیں اپنے بچوں کو بائیں طرف بغل میں لیتی ہیں۔

(جاری ہے)

قرآن کی آیات اس بات کا انکشاف کرتی ہیں کہ کائنات میں موجود ہر شئے مسلسل حرکت میں ہے۔ جو بندے اس وصف کو قبول کرکے جدوجہد کرتے ہیں، وہ کائنات کے رکن بن جاتے ہیں۔ کائنات کی یہ رکنیت اُنہیں اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز کردیتی ہے جہاں بندے حاکم اور فرشتے محکوم بن جاتے ہیں۔

أدْنیٰ

ADNA۔ اس لفظ کے لغوی معنی نزدیک ہونا، قریب ہونا، قریب کرنا، تنگ زندگی گزارنا، بہت گھٹیا وغیرہ کے ہیں۔ یہ عربی لفظ دنوُ کا اسمِ تفضیل واحد مذکر ہے۔

یہ لفظ قرآن مجید میں اپنے ہم معنی الفاظ دَنَاَ، یدنین، دان اور دانیہ کے ہمراہ کل **18** مختلف آیات میں استعمال ہوا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: قسم ہے تارے کی جب ڈوبے، بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے۔ ان کا بولنا وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ اس کو سکھایا سخت قوتوں والے زور آور نے۔ پھر اصل صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک آیا، پھر اور نزدیک آیا۔ بس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔ یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے سے باتیں کیں، جو کیں۔ جھوٹ نہیں دیکھا دل نے جو دیکھا۔ اب تم کیا جھگڑتے ہو، اس پر جو اس نے دیکھا۔ (سورہ نجم: **1** تا **12**)

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مذکورہ آیات کی روحانی توجیہہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ (جلد دوئم) میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"انسان کے اندر کھربوں جنریٹرز کام کرتے ہیں۔ ان جنریٹرز کو چار نورانی نہریں فیڈ کرتی ہیں۔ ایک نہر کا منبع عرش، دوسری نہر کا مخزن حجابِ عظمت، تیسری نہر کا مصدر حجابِ کبریا اور چوتھی نہر کا **Source** حجابِ محمود ہے۔ یک ذات اور کل ذات کے درمیان تجلی ایک پردہ ہے۔ اس کے ذریعہ کل ذات کے تصورات محمد رسول اللہ ﷺ کو وصول ہوتے ہیں اور یہ وصولی چار نہریں نہرِ تسوید، نہرِ تجرید، نہرِ تشہید اور نہرِ تظہیر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نہرِ تسوید کی حدود عالمِ لاہوت، نہرِ تجرید کی حدود عالمِ جبروت، نہرِ تشہید کی حدود عالمِ ملکوت اور نہرِ تظہیر کی حدود عالمِ ناسوت ہے۔ عالمِ لاہوت میں علمِ الٰہی بصورتِ غیب متمکن ہے۔ عالمِ جبروت میں کائنات کی ماہیئت اور جس غیب پر یہ ماہیئت قائم ہے، موجود ہے۔ عالمِ جبروت کا دائرہ اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو اسے عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔ عالمِ ملکوت جب اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو عالمِ محسوس بن جاتا ہے۔ عالمِ محسوس کو عالمِ ناسوت یا عالمِ دنیا بھی کہتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علمِ حضوری .... علمِ حصولی۔

علمِ حضوری کی بھی دو قسمیں ہیں۔ غیب الغیب اور غیب ..... یعنی علم القلم اور علم لوح۔ علمِ حضوری کائنات کے صفاتی احساس کا مجموعہ ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب الغیب، غیب، علم القلم اور علم لوح کے عارف و امین ہیں۔ چار نہروں کے نورانی تمثلات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے Inner میں ذخیرہ ہیں۔ اس ذخیرے کی وجہ سے معراج کے سفر میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ پرواز جس کو ہم رفتار بھی کہہ سکتے ہیں اتنی زیادہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسدِ مبارک ٹائم اسپیس کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور حضور ﷺ روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے مقام محمود میں تشریف لے گئے۔

سائنس دانوں کے کہنے کے مطابق اگر ہم زمین اور سورج کا فاصلہ نو کروڑ میل تسلیم کر لیں تو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پلک جھپکنے سے پہلے ایک ارب چوالیس کروڑ میل کا فاصلہ جانے کے لئے طے کیا اور ایک ارب چوالیس کروڑ زمین پر واپس تشریف لانے کے لئے فاصلہ طے کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ کی رفتار پرواز پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں دو ارب اٹھاسی کروڑ میل ہے۔

اس وقت سائنس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ زمان کی نفی کر کے زیادہ سے زیادہ رفتار پر کنٹرول حاصل کر لیا جائے اور سائنس کی تمام تر ترقی کا دارومدار رفتار کی تیزی اور وقت کی نفی ہے۔ لیکن کسی انسان کی رفتار پرواز اتنی کبھی نہیں ہو گی جتنی آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے"۔

٭٭٭

اَدْنَى الْاَرْض

ADNA-ALARD۔ اَدْنیٰ سے مراد قریب اور الارض کے معنی زمین ملک اور علاقہ کے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: مغلوب ہو گئے رومی، قریب کے ملک میں اور وہ اس مغلوبیت کے بعد اب غالب ہوں گے۔ (سورۃ الروم: 3,2)

سلطنت روماROMAN EMPIRE اس زمانے میں ایک بڑی سپر پاور تھی اس کی سرحدیں برطانیہ سے مصر تک اور ماریطانیا سے آرمینیا تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت سے 8 سال قبل سلطنت روم کے حکمران مارلیس MAURIC کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص PHOCAS تختِ سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اس نے پہلے تو مارلیس کی آنکھوں کے سامنے اس کے پانچ بیٹوں کو قتل کرایا، پھر خود مارلیس کو قتل کروا کے باپ بیٹوں کے سر قسطنطنیہ کی بڑی شاہراہ پر لٹکوا دیئے اور چند روز بعد مارلیس کی بیوی اور تین لڑکیوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ سے سلطنت فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کو سلطنت روم پر حملہ کرنے کا اخلاقی جواز فراہم ہو گیا۔ مارلیس، خسرو کا محسن تھا۔ مارلیس کی مدد سے ہی پرویز کو سلطنت فارس کا تخت نصیب ہوا تھا۔ مارلیس کو وہ اپنا باپ کہتا تھا۔ اس بناء پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے اس ظلم کا بدلہ لوں گا جو اس نے میرے مجازی باپ اور اس کی اولاد پر ڈھایا ہے۔ 603ء میں اس نے سلطنت روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو پے در پے شکست دیتا ہوا ایشیائے کوچک اور شام تک پہنچ گیا۔ روم کے ارکینِ سلطنت نے دیکھا کہ فوکاس کے لئے ملک کو بچانا اب مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے افریقہ کے گورنر سے مدد طلب کی۔ افریقہ کے گورنر نے اپنے بیٹے ہرقل HERACLIUS کو ایک طاقت ور بحری بیڑے کے ہمراہ قسطنطنیہ روانہ کیا۔ ہرقل کے قسطنطنیہ پہنچتے ہی فوکاس معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ ہرقل کو سلطنت روم کا حکمران بنا دیا گیا۔ اس نے برسرِ اقتدار آکر فوکاس کے

Scanned with CamScanner

ساتھ وہی کچھ کیا جو اُس نے مارلین کے ساتھ کیا تھا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے اور یہ وہی سال ہے جس میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی کا نزول ہوا۔

خسرو پرویز نے جس اخلاقی جواز کو بنیاد بنا کر جنگ کا آغاز کیا تھا، فوکاس کے قتل کے بعد اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ لیکن اُس کا اصل مقصد تو اپنی سلطنت کی توسیع تھی نہ کہ فوکاس سے اُس کے ظلم کا بدلہ لینا، ورنہ تو وہ ہرقل سے صلح کر لیتا۔ چنانچہ فارس کی افواج جہاں جہاں سلطنتِ روم کی افواج سے برسرِ پیکار تھیں، اُن محاذوں پر بدستور جنگ جاری رہی۔ اُس کے جنگی جنون کو ہوا دینے میں یہودیوں کا بھی بڑا ہاتھ ہو سکتا ہے، ہمارے اس خیال کا سبب یہ ہے کہ اُس وقت سلطنت فارس کی افواج میں یہودیوں کی تعداد 26 ہزار تک جا پہنچی تھی۔ خسرو پرویز نے فوکاس کے قتل کے بعد اس جنگ کو مذہبی جنگ کا عنوان دے دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور شمعِ رسالت کے پروانے کفارِ مکہ کے ظلم و جبر کا شکار تھے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی عیسائی سلطنت جو سلطنت روم کی حلیف تھی، میں پناہ لینی پڑی۔ انہی ایام میں خسرو پرویز کی افواج سلطنت روم کی فوجوں کے ساتھ ایک بڑی جنگ سرزمین عرب سے قرب کے خطے شام کے نواحی علاقے میں ہوئی جس میں سلطنت فارس کا پلہ بھاری رہا۔ اپنے ہم مشربوں کی کامیابی سن کر مشرکین مکہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں اس لئے وہ رنجیدہ ہو گئے۔ اسی دوران اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا۔

جس خطے میں رومی مغلوب ہوئے اُسے قرآن نے ادنی الارض کا نام دیا ہے۔ یہ شام کا علاقہ تھا۔

مشرق کے تمام ممالک میں سرزمینِ شام کو تاریخ کے صفحات پر خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس خطے نے دنیا کے بڑے بڑے فاتحین حمورابی، تحوتمس سوم، سرغون دوم، ساخریب، بخت نصر، خورس اعظم، دارا اول، سکندر اور

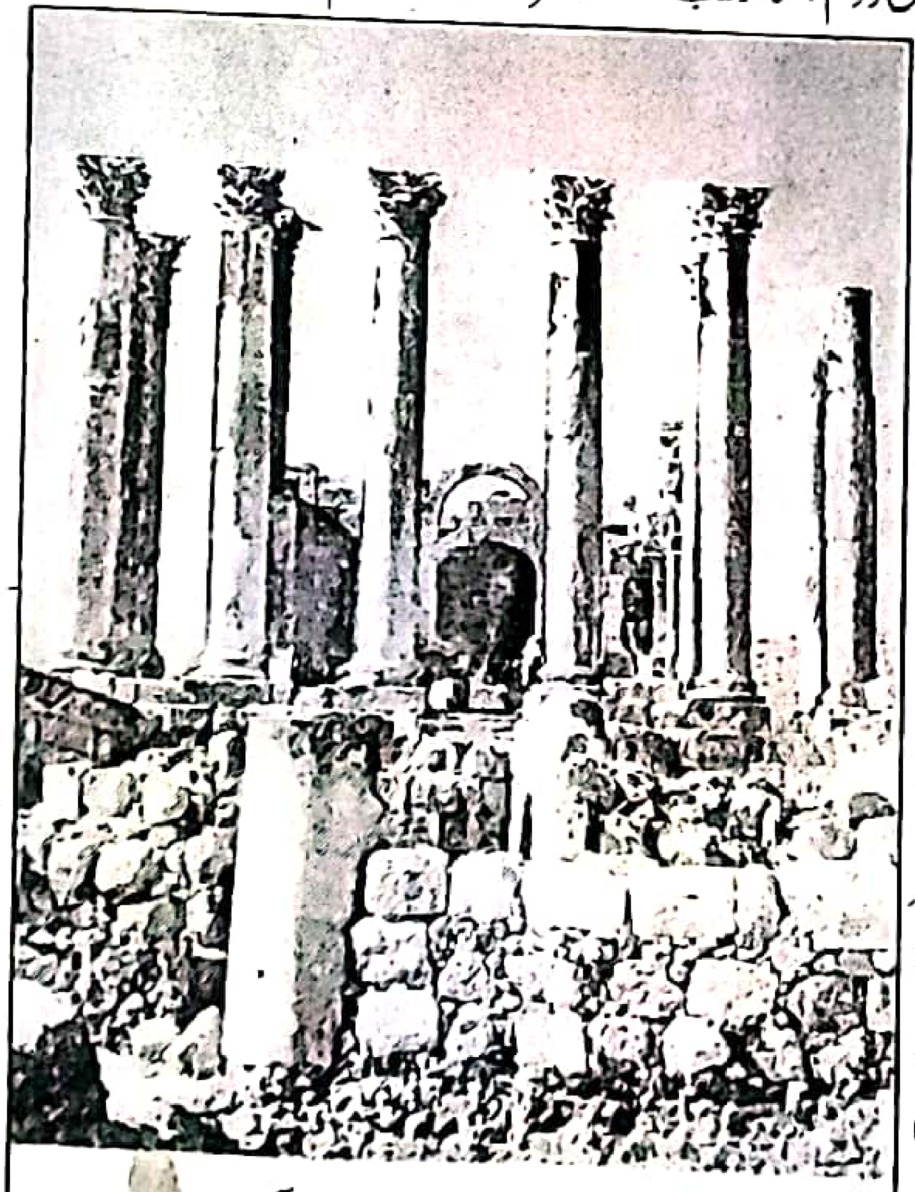

شام میں رومن ایمپائر کے آثار

جولیس سیزر کے رزمیہ کارناموں کا مشاہدہ کیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے اُن اخلاق و کردار کو دیکھا اور اقوال کو سنا ہے جو فلاحِ دارین کے ضامن، تکمیل انسانیت کے اجزاء لاینفک اور روحانی ارتقاء کا سرچشمہ رہے ہیں۔ اسی سرزمین میں دنیا کے دو بڑے مذاہب یہودیت اور عیسائیت نے جنم لیا ہے جن سے تاریخ عالم ایک خاص انداز سے متاثر ہوئی۔ آج یہ خطہ شام، شرقِ اردن اور لبنان کی مملکتوں میں تقسیم ہے۔ یہ خطہ ارضی مغرب میں بحیرۂ روم، مشرق میں جزیرہ نمائے عرب اور جنوب میں مصر تک پھیلا ہوا ہے اور اپنے اسی محلِ وقوع کی بناء پر ہمیشہ تجارتی اور سیاسی اہمیت کا حامل رہا۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے نا صرف تجارتی مال بلکہ تہذیبی و تمدنی اثرات بھی اس کے

کاروانی راستوں سے گزرتے رہے ہیں۔ غرض یہ خطہ ایک طرف اگر حیاتِ انسانی سنوارنے میں حصہ لیتا رہا تو دوسری طرف مختلف اقوام کے سرمائے دور دراز تک پہنچانے میں مشغول رہا۔ معلوم تاریخ سے پہلے بہت سی قومیں اسی سرزمین کی خاک میں مدفون ہوئیں جن کے حالات دنیا کو معلوم نہیں صرف اُن کے کچھ آثار پتھر، مٹی اور دھات کے اسلحہ اور ظروف کی شکل میں دستیاب ہوئے ہیں۔

موجودہ دور میں شام کا سرکاری نام ''الجمہوریہ العربیہ السوریہ'' ہے۔ شام کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر دمشق ہے۔ یہاں کی آبادی ایک کروڑ 47 لاکھ 98 ہزار نفوس سے زائد ہے اور کُل رقبہ ایک لاکھ 85 ہزار 50 مربع کلو میٹر پر مشتمل ہے۔ شام ایک اسلامی مملکت ہے جس کی قومی زبان عربی ہے۔ عربی کے علاوہ فرانسیسی، کردی اور آرمینیائی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ شام کی کرنسی شامی پاؤنڈ کہلاتی ہے۔

شام مشرقِ وسطیٰ میں اہم جغرافیائی پوزیشن پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں ترکی، مشرق میں عراق، جنوب میں اردن واسرائیل جبکہ مغرب میں لبنان اور بحیرۂ روم واقع ہیں۔ اپنی جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کے کئی ممالک کے درمیان سفارتی اور کاروباری تعلق کا ذریعہ بنتا ہے۔

شام معدنی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ پیٹرولیم، قدرتی گیس، فاسفیٹ، اسفالٹ، نمک، سونا، تانبہ اور سیسہ اس ملک کی زمین میں پائے جاتے ہیں۔ یہ معدنیات ملک کی معیشت میں اہم رول رکھتی ہیں۔ شام میں اوسط عمر کا معیار بھی کافی بلند ہے۔ وہاں مرد حضرات کی اوسط عمر 68.4 اور خواتین کی 71.3 سال ہے۔

ساحلی ملک ہونے کی وجہ سے یہاں کا موسم معتدل ہے جبکہ شمالی حصے کی طرف جائیں تو گرمی بڑھتی جاتی ہے۔ اس ملک کا اوسط درجہ حرارت موسمِ گرما میں 30 ڈگری سینٹی گریڈ اور موسم سرما میں 4.4 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔

***

اَدْھٰی

ADHAA۔ اس لفظ کے لغوی معنی بڑی مصیبت، بڑی آفت یا سخت آفت کے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں صرف ایک مرتبہ سورۂ قمر کی 46 ویں آیت میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: بلکہ وہ ساعت ہے ان سے (کیے گئے) وعدہ کا وقت اور وہ ساعت بڑی مصیبت (کی) ہے اور بہت کڑوی۔ (سورۂ القمر: 46)

***

اِذَا

IZAA۔ عربی زبان کے اس لفظ کے لغوی معنی جب، جس وقت، جب کہ، اس وقت، یکایک، کہ وغیرہ کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں یہ لفظ 602 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا مجھے بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ (سورۂ البقرہ: 29)

ترجمہ: اور جب چھڑایا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے (سورۂ البقرہ: 49)

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کردے کسی قوم کو جبکہ ہدایت دے چکا (ہو)، حتیٰ کہ اُن پر روشن نہ کردے (وہ حقیقت) جس سے اُن کو بچنا (ہے)۔ (سورۂ التوبہ: 115)

Scanned with CamScanner

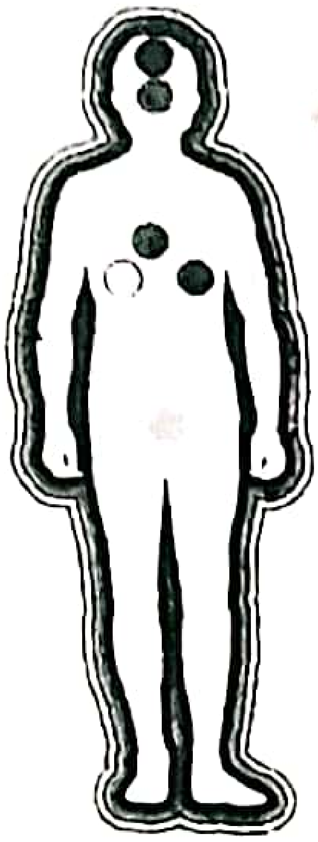

روحانی سوال و جواب

خواجہ شمس الدین عظیمی

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کرکے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ براہِ مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوال و جواب کے براہِ راست جوابات نہیں دیئے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب، 1-D,1/7، ناظم آباد۔ کراچی 74600

سوال: میں آپ کی تحریروں کو بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ ایک سوال میرے ذہن میں بہت دنوں سے موجود ہے۔ براہِ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیے۔ اہلِ روحانیت کی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ ہماری زمین کے علاوہ بھی بے شمار دنیائیں ہیں اور ان دنیاؤں میں اَن گنت مخلوقات آباد ہیں۔ آپ کی تحریروں سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے۔ ان دنیاؤں میں بھی ہماری دنیاؤں کی طرح انسان، حیوان، نباتات اور جمادات موجود ہیں۔ وہاں کے انسانوں میں بھی ہماری طرح انسانی تقاضے موجود ہوتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ جنہیں اللہ نے تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ کا پیغام کیسے پہنچایا گیا۔ ان بے شمار دنیاؤں کی مخلوقات رسول اللہ ﷺ کی رحمت سے کس طرح مستفیض ہوتی ہیں؟

(امجد علی۔ لاہور، غلام محمد۔ حیدر آباد، شائستہ۔ کراچی)

جواب: کائنات کی تخلیق کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو لامحالہ خالق اور مخلوق زیرِ بحث آتے ہیں۔ خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کے لئے وسائل مہیا کئے۔ وسائل سے مراد یہ ہے کہ مخلوق کو زندہ رکھنے، پروان چڑھانے، جذبات واحساسات کی آبیاری کے لئے وسائل ایسی ترتیب سے مہیا کئے کہ مخلوق ان سے بیزار نہ ہو جائے۔ وسائل ضرورت کی کفالت بھی کرتے رہیں اور آنکھوں سے اوجھل بھی ہوتے رہیں۔ اگر وسائل اوجھل نہ ہوں گے تو مخلوق ان وسائل سے بیزار ہو جائے گی۔ اس فارمولے پر غور وفکر کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان، حیوان، زمین، سماوات اور پوری کائنات کی زندگی غیب و شہود دو رخوں پر قائم ہے۔ غیب سے مراد نظروں سے اوجھل اور شہود سے مراد نظر آنے والا۔ آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کی زندگی فنا وبقا پر قائم ہے اگر فنا نہیں ہوگی تو بقا کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ اگر بقا نہ ہوگی تو فنا بھی زیرِ بحث نہیں آئے گی۔ فنا اور بقا ایک ایسا عمل ہے جس کو کائنات کا تغیر یا کائنات کی حرکت کہتے ہیں۔ خالق اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا تبدیلی نہیں ہوتی جبکہ مخلوق کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اس کے اندر تغیر ہوتا ہے۔ مخلوق محتاج ہوتی ہے جبکہ خالق کی ذات احتیاج، تغیر اور تعطل سے پاک ہے۔ خالق کی شناخت یہ ہے کہ وہ مخلوق کے بالکل برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرمایا ''ہو جا'' تو کائنات بن گئی۔ انسان، حیوانات، نباتات، جمادات، زمین اور آسمان میں جتنی بھی مخلوقات ہیں سب وجود میں آگئیں۔ اب اس نظام کو قائم رکھنے کے لئے مخلوق اور خالق کے درمیان ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی کہ جو ہستی خالق سے قریب ترین بھی

ہو لیکن مخلوق ہو چنانچہ جو ہستی پیدا فرمائی اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

اول ما خلق اللہ نوری

"اللہ نے سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا"۔

بحیثیت مخلوق کے کائنات کا اول رُخ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنایا تو اپنے اور مخلوق کے درمیان پردہ رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے نور کو تخلیق کیا۔ کائنات کی کسی مخلوق میں اتنی سکت نہیں ہے کہ کائنات میں جاری و ساری نظام کی تجلیات کو براہِ راست قبول کر سکے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک پاور اسٹیشن ہے جہاں سے بجلی ہائی ٹینشن لائنوں میں پھر مرحلہ بہ مرحلہ ہمارے روزمرہ استعمال میں آتی ہے۔ اگر ہائی ٹینشن سے آنے والی 20,000 واٹ بجلی سے براہِ راست بلب جلائیں تو وہ راکھ ہو جائے گا۔ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ کی تجلیات کا نزول پہلے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوتا ہے۔ نور نور کو قبول کرتا ہے۔ نور سے پھر نشریات ہوتی ہیں تو نور روشنی میں تبدیل ہو کر مخلوقات تک پہنچتا ہے۔ عالمِ ازل سے جو کچھ نزول ہو رہا ہے وہ پروگرام پہلے حضور ﷺ قبول فرماتے ہیں اور پھر وہ پروگرام نشر ہو کر عالمِ ارواح میں پھیل جاتا ہے۔ پھر یہاں سے ساری مخلوقات میں پھیل جاتا ہے۔ اگر یومِ ازل میں کُن کے بعد سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے تمام روحوں کی تخلیق نہ ہوتی تو کسی کا وجود نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستی تخلیق کی جس کے اندر یہ تقاضے پیدا کر دیئے کہ جسے بذاتِ خود وسائل استعمال کرنا ہیں اور ان وسائل کو تقسیم بھی کرنا ہے۔ وسائل تقسیم کرنے والے بندے کے متعلق فرمایا :

وما ارسلنٰک الا رحمتہ للعالمین

"اور ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رب اللعالمین کی صفات کا اعلان فرمایا ہے یعنی اللہ ایسا رب ہے یار : ق تقسیم کرنے والی ایسی ہستی ہے جو عالمین کو رزق پہنچاتی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس زمین کے علاوہ اور بھی سیارے ستارے اور کہکشانی نظام ہیں۔

اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے رحمتہ للعالمین کا اعلان فرمایا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ رب اللعالمین ہے، رزق فراہم کرنے والا ہے، پروٹیکشن دینے والا ہے، اسی طرح حضور خاتم النبین ﷺ سارے عالمین کے لئے اسی طرح رحمت ہیں جس طرح اس زمین کے لئے رحمت ہیں۔ حضور پاک ﷺ ہر سیارے ہر ستارے اور کہکشانی نظاموں میں اسی طرح پیغمبر اور آخری نبی ہیں جیسے زمین کے اوپر رہنے والی مخلوق انسانوں کے لئے پیغمبر ہیں۔ سائنسی نقطہ نظر سے اس کی مثال یوں ہے۔

ایک ٹی وی اسٹیشن ہے...... اور کروڑوں ٹی وی سیٹ ہیں۔ ٹی وی اسٹیشن سے نشر ہونے والا، ہر بندہ بشر، کروڑوں ٹی وی سیٹ پر نہ صرف آتا ہے بلکہ پیغام بھی پہنچا رہا ہے۔ مثال کتنی ہی ناقص ہو لیکن اس مثال سے بہت حد تک مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم (نعوذ باللہ) نبی کو ٹی وی اسٹیشن کہہ رہے ہیں اور سیاروں کو ٹی وی سیٹ لکھ رہے ہیں۔ یہ صرف سمجھانے کے لئے ایک معمولی مثال ہے ورنہ حضور پاک کا اعلیٰ مرتبہ ساری کائنات سے افضل ہے۔

☆☆☆

سوال : اس دنیا میں مختلف جگہ الگ الگ زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ دنیا میں کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ ہر آدمی دوسرے آدمی تک اپنا خیال پہنچانے کے لئے کسی زبان یا لینگویج کا محتاج نظر آتا ہے۔ مقامات

کی تبدیلی کے علاوہ زمانے کے بدلنے سے بھی زبان بدل جاتی ہے۔ مثلاً دو سو سال پہلے کی اردو آج سے قطعی مختلف تھی اسی طرح شیکسپیئر کے دور کی انگریزی سمجھنے کے لئے ضخیم ڈکشنری سے مدد لینی پڑتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم سب کو مر کر دوسری دنیا میں جانا ہے۔ اس دنیا میں بھی مختلف زمانوں کے لوگ موجود ہیں مصری، اشوری، یونانی اور نہ جانے کون کون سی تہذیبوں اور زبانوں کے لوگ۔ فرض کیجئے ایک آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے وہ مرنے کے بعد جس دنیا میں جائے گا وہاں کی زبان کیسے سمجھے گا؟ دوسری بات یہ کہ جنت کے باسیوں کی زبان کیا ہو گی؟ فرشتوں اور جنات کی زبان کیا ہے اور ایک روحانی آدمی یہ زبان کیسے سمجھتا ہے؟

(مبشر بن سلطان۔ کراچی)

جواب: حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم الشان اور بے مثال دربار میں انسانوں کے علاوہ جن اور حیوانات بھی درباری خدمات کے لئے حاضر رہتے تھے اور اپنے مراتب اور سپرد کردہ خدمات پر بے چون وچرا عمل کرتے تھے۔

دربارِ سلیمانؑ پورے جاہ و حشم کے ساتھ منعقد تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے جائزہ لیا تو ہُدہُد کو غیر حاضر پایا۔ ارشاد فرمایا "میں ہُدہُد کو موجود نہیں پاتا۔ کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ اگر اس کی غیر حاضری بے وجہ ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ یا ذبح کر ڈالوں گا۔ یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے"۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ہُدہُد حاضر ہو گیا اور حضرت سلیمانؑ کی باز پرس پر اس نے کہا:

"میں ایک ایسی یقینی خبر لایا ہوں جس کی اطلاع آپ کو نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ یمن کے علاقے میں سبا کی ملکہ رہتی ہے اور خدا نے اسے سب کچھ دے رکھا ہے اور اس کا تختِ سلطنت اپنی خوبیوں کے اعتبار سے عظیم الشان ہے۔ ملکہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔ شیطان نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور وہ خدائے لاشریک کی پرستش نہیں کرتے"۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا:

"تیرے جھوٹ اور سچ کا امتحان ابھی ہو جائے گا۔ تو اگر سچا ہے تو میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان تک پہنچا دے اور انتظار کر کہ وہ اس کے متعلق کیا گفتگو کرتے ہیں"۔

ہُدہُد یہ خط لے کر پہنچا تو ملکہ سبا سورج دیوتا کی پرستش کے لئے جا رہی تھی۔ ہُدہُد نے راستہ ہی میں خط ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔

قرآن مجید میں ہی حضرت سلیمانؑ کا چیونٹی سے ہم کلام ہونا بھی موجود ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چیونٹی اور ہُدہُد کی زبان کیا ہو گی؟ کیا یہ زبانیں الگ الگ ہوں گی؟

انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ آواز کی لہریں جن کے معنی معین کر لئے جاتے ہیں سننے والوں کو مطلع کرتی ہیں۔ یہ طریقہ اس ہی تبادلۂ خیال کی نقل ہے جو اَنا کی لہروں کے درمیان ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی خفیف سی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے اور سمجھنے کے اہل سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی پہلے طریقے کا عکس ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنے حال سے مطلع کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی اَنا کی لہریں خیالات کی منتقلی کا کام کرتی ہیں۔ درخت آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں بھی رائج ہے۔ کنکروں، پتھروں، مٹی کے ذرّوں میں من و عن اسی طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔

سائنس کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شئے کی بنیاد یا قیام لہر یا روشنی کے اوپر ہے جب ہر شئے شعاعوں یا لہروں کا مجموعہ ہے تو ہم شعاعوں یا لہروں کو دیکھے یا سمجھے بغیر یہ کیسے جان لیتے ہیں کہ یہ درخت ہے، یہ پتھر ہے یا یہ چیز

Scanned with CamScanner

پانی ہے ؟ ہم جب کوئی پھول دیکھتے ہیں تو ہمارے دماغ پر پھول کے متعلق خوبصورتی، خوشبو، فرحت وانبساط کا تاثر قائم ہوتا ہے حالانکہ ہم نے ابھی پھول کو نہ چھوا ہے، نہ سونگھا ہے اسی طرح ایک ایسے آدمی کا چہرہ ہمارے سامنے آتا ہے جو طبعاً تخریب پسند ہے یا ہم سے مخاصمت رکھتا ہے تو اس آدمی کے خیالات سے ہم متاثر ہوتے ہیں اور ہماری طبیعت کے اوپر اس کا ردِّ عمل ہوتا ہے اس کے برعکس کوئی آدمی ہم سے دلی تعلق رکھتا ہے تو اسے دیکھ کر ہماری طبیعت میں اس کے لئے محبت اور انسان شناسی کے جذبات ابھرتے ہیں حالانکہ ان دونوں آدمیوں میں سے کسی نے بھی ہمارے ساتھ نہ کوئی بات کی ہے اور نہ ہمیں کوئی نقصان یا نفع پہنچایا ہے۔

دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن جب پانی کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہر آدمی اسے پانی سمجھتا ہے اسی طرح دوسری زبانیں بولنے والے جل، آب، ماء، واٹر Water وغیرہ کہتے ہیں۔ لیکن پانی پانی ہے جو کوئی اردو داں کسی انگریز کے سامنے لفظ درخت کہتا ہے تو اس کے ذہن میں درخت ہی آتا ہے یہ الگ بات ہے کہ انگریز اس کو TREE کہتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطہ پر جب ہم آگ کا تذکرہ کریں گے تو اس خطے پر بولی جانے والی مادری زبان کچھ بھی ہو لوگ اسے آگ ہی سمجھیں گے مقصد یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی ماہیئت خواص اور اپنے فعال سے پہچانی جاتی ہے نام کچھ بھی رکھا جائے ہر چیز کا قیام لہر پر ہے ایسی لہر جس کو روشنی کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ روحانیت کا اصل اصول بھی یہی ہے جس طرح پانی لہروں اور روشنیوں کا مجموعہ ہے اسی طرح خیالات بھی لہروں اور روشنیوں کا مجموعہ ہے اسی طرح خیالات بھی لہروں کے اوپر رواں دواں ہیں، ہم جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمارے خیالات کے اندر کام کرنے والی لہریں اس چیز میں منتقل ہو جاتی ہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم جب کسی آدمی کی طرف متوجہ ہو کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم پیاسے ہیں تو دوسرا آدمی اس بات کو سمجھ جاتا ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں پانی پلاؤ۔

خیالات کو سمجھنے اور خیالات میں معانی پہنانے کے لئے الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن اگر کائناتی لاشعور کا مطالعہ کیا جائے تو یہ عقدہ کھلتا ہے کہ الفاظ کا سہارا لینا ضروری نہیں ہے۔ درختوں، چوپایوں، پرندوں، درندوں اور حشرات الارض کی زندگی ہمارے سامنے ہے یہ سب باتیں کرتے ہیں اور سب اپنے خیالات کو آپس میں ردوبدل کرتے ہیں لیکن الفاظ کا سہارا نہیں لیتے موجودہ زمانے نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ اب یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ درخت بھی آپس میں باتیں کرتے ہیں، درخت موسیقی سے بھی متاثر ہوتے ہیں، اچھے لوگوں کے سائے سے درخت خوش ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کی قربت سے جن کے دماغ پیچیدہ اور تخریب پسند ہیں درخت ناخوش ہوتے ہیں۔ یہ بات میں اپنے مشاہدے کی بناء پر لکھ رہا ہوں۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ تمام مخلوق کی سوچنے کی طرزیں ایک نکتہ مشترک رکھتی ہیں مخلوق میں انسان، حیوانات، نباتات، جمادات، جنات، فرشتے، لاشمار کہکشانی نظام اور ان نظام ہائے میں بسنے والے انسان، جنات اور فرشتے بھی شامل ہیں۔ کائنات کا یہ نکتہ مشترک ہمیں دوسری مخلوقات کی موجودگی کا علم دیتا ہے۔ انسان کا لاشعور کائنات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل ایک ربط رکھتا ہے۔ زبان دراصل خیالات ہیں اور خیالات ہی اپنے معنی اور مفہوم کے ساتھ نوعِ انسانی اور دوسری تمام نوعوں میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں الفاظ کا سہارا اور اصل شعوری کمزوری کی علامت ہے اس لئے کہ شعور الفاظ کا سہارا لئے بغیر کسی چیز کو سمجھ نہیں پاتا۔

جب کوئی بندہ روحانیت کے اصول وضوابط کے تحت خیالات کی منتقلی کے علم سے وقوف حاصل کر لیتا ہے تو اس کے لئے دونوں باتیں برابر ہو جاتی ہیں چاہے کوئی خیال الفاظ کا سہارا لے کر منتقل کیا جائے یا کسی خیال کو لہروں کے ذریعے منتقل کر دیا جائے ہر آدمی کے اندر ایسا کمپیوٹر نصب ہے جو خیالات کو معنی اور مفہوم پہنا کر الگ الگ کر دیتا ہے۔

کاروانِ طریقت

حُسین ابنِ منصور حلاجؒ

(یومِ وفات 24 ذیعقد بمطابق 18 فروری)

سید نعمان ظفر عالم

دن کا وقت تھا، دھوپ کی چکا چوند سے ہر چیز اُجلی معلوم ہوتی تھی، عراقی شہر واسط کے مرکزی بازار میں روئی کی ایک دکان کے سامنے اس دکان کا مالک بے قراری سے چکر لگا رہا تھا اور اضطرابی کیفیت میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ دکاندار کی کیفیت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کہیں جانا چاہتا ہے مگر خود کو آمادہ نہیں کر پا رہا۔ بازار کی چہل پہل میں اچانک اس کی نظریں ایک نوجوان پر مرکوز ہو گئیں، نوجوان کو شہر کے لوگ دیوانہ کہتے تھے۔ وہ جو باتیں کرتا وہ بہت عجیب ہوتی تھیں اور اکثر لوگوں کو وہ گم سم سا نظر آتا تھا اس وقت بھی وہ اپنے مخصوص انداز میں نظریں جھکائے بازار سے گزر رہا تھا۔ دکان کا مالک دوڑتا ہوا نوجوان کے پاس گیا اور بازو سے پکڑ کر ملتجی لہجہ میں بولا ''حسین! مجھے تم سے فوری کام ہے، ذرا میری دکان تک چلو''۔ نوجوان خاموشی سے اس کے ساتھ دکان تک آ گیا۔ دکان کے دروازے پر پہنچ کر وہ شخص عاجزی سے کہنے لگا ''حسین! مجھے ایک بہت ضروری کام سے جانا ہے لیکن دکان کو اکیلا چھوڑ کر جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کا مال بھرا ہے اگر کوئی روئی اٹھا کر لے گیا تو میں تو ڈوب جاؤں گا۔ تم مجھ پر اتنا احسان کر دو کہ جب تک میں واپس نہ آؤں دکان کی رکھوالی کرتے رہو''۔ یہ سن کر نوجوان سکون بھرے لہجہ میں گویا ہوا ''کیوں نہیں، تم اطمینان سے اپنے کام کو جا سکتے ہو۔ مطمئن ہو کر جاؤ تب تک میں تمہاری دکان کی رکھوالی کرتا رہوں گا''۔ یہ سن کر دکاندار کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی وہ خوشی سے کہنے لگا ''حسین! خدا تیرا بھلا کرے تو نے اس وقت بڑی مشکل سے بچا لیا''۔ اس کے بعد وہ نوجوان کو دکان میں لے گیا اور بتانے لگا ''یار! میں بھی کیا کروں ایک تو گاہکوں کی طرف سے پریشانی ہے جو دھنکی ہوئی روئی لینے آ پہنچیں گے اور روئی کو پرانی حالت میں دیکھ کر میرے سر پر سوار ہوں گے اوپر سے یہ کام آن پڑا ہے اگر یہاں نہیں گیا تو بڑا نقصان ہو جائے گا۔ خیر گاہکوں کو میں سمجھا دوں گا کہ وہ شام کو اپنا سودا لے جائیں''۔ پھر وہ نوجوان کو دکان میں بٹھا کر روانہ ہو گیا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ واپس لوٹا تو دکان میں داخل ہوتے ہوئے ٹھٹھک کر وہیں دروازے پر کھڑا رہ گیا۔ حیرت انگیز منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، روئی کے ڈھیر کے پاس وہ عجیب و غریب نوجوان کھڑا انہونا سا سلوک کر رہا تھا وہ اپنی پُر اثر آواز میں روئی کے ڈھیر سے کہتا جا رہا تھا ''روئی الگ..... بنولے الگ''۔ اور اس کے ساتھ ہی روئی اور بنولے علیٰحدہ علیٰحدہ ہو کر ڈھیر ہوتے جا رہے تھے اور اس دوران دھنکی ہوئی روئی کا ایک بہت بڑا ڈھیر جمع ہو چکا تھا۔ دکاندار حیرت کے عالم میں گنگ کھڑا یہ دیکھتا رہا پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولا ''یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ سب کیسے ہو رہا ہے؟!؟'' نوجوان یہ سن کر پیچھے مڑا اور

دکاندار کو دیکھ کر کہا "تم جاتے جاتے کہہ گئے تھے کہ تمہیں روئی دھنکنے کا موقع نہیں ملا اور اب گاہک آکر تمہیں پریشان کریں گے۔ میں نے سوچا کہ تمہیں اس پریشانی سے بچالوں اور پھر یہ کون سا مشقت طلب کام ہے جو میں نہیں کر سکتا"۔ دکاندار نوجوان کے قریب آیا اور جذبات سے بھری آواز میں بولا "حسین یہ تو جادو ہے، خدا کی قسم ایک دم جادو کی مانند، تم ضرور جادو جانتے ہو"۔ جادو کا لفظ سن کر نوجوان کے چہرے پر کرب کے آثار پیدا ہو گئے وہ درد بھرے لہجے میں بولا "یہ جادو نہیں تھا، اسے جادو نہیں کہتے، میں تو اسی کوشش میں سرگرداں ہوں کہ جس طرح روئی کے اس ڈھیر سے روئی اور بنولے علیٰحدگی اختیار کر تے جارہے ہیں اسی طرح میں بھی اپنی ذات سے روئی یک مشت علیٰحدہ کر کے نکال دوں۔ کاش یہ مجھ سے ہو سکتا میں، یہ کر سکتا"۔ یہ باتیں دکاندار کی سمجھ نہ آسکیں۔ اس نے اپنے فہم اور دسترس کے مطابق نوجوان کی عزت افزائی کی پھر کہنے لگا "حسین! اگر میں تم سے ایک گزارش کروں تو تم برا تو محسوس نہ کرو گے؟" لفظ گزارش پر نوجوان چونک اٹھا "گزارش! کیا گزارش؟ کرو گزارش"۔ دکاندار بولا "چونکہ تم نے میری روئی دھنک دی اس لئے اگر میں تمہیں آج سے حسین ابن منصور حلاج کہوں تو کیسا ہے؟" نوجوان نے ایک نظر مسکرا کے دکاندار کی طرف دیکھا اور پھر بے نیازی سے دکان سے باہر نکل کر اپنی راہ ہولیا۔ یہ واقعہ اس قدر عجیب تھا کہ بازار سے نکل کر پورے شہر میں اس کا چرچا ہو گیا اور پھر لوگوں کی کثیر تعداد نوجوان پر گہری توجہ مرکوز کرنے لگی۔ حسین ابن منصورؒ اس جگہ بے چینی محسوس کرنے لگے اور اسی بے چینی میں بے قرار نظریں اہواز صوبے کے شہر تستر پر پڑیں۔ تستر میں ایک مشہور و معروف بزرگ سہل بن عبد اللہؒ کی رہائش تھی چنانچہ حسین ابن منصورؒ تستر پہنچ کر سہل بن عبد اللہؒ کی خانقاہ میں وقت صرف کرنے لگے۔ حسین ابنِ منصورؒ کے پاس جو لوگ آتے تھے انہوں نے سہل بن عبد اللہؒ سے کہا یہ نوجوان عجیب باتیں کرتا ہے چنانچہ سہل بن عبد اللہؒ نے حسین ابن منصورؒ کو خلوت میں بلا کر کہا "کیا تم سمجھتے ہو راز کو عام لوگوں میں بیان کر دیا جائے۔ یہ تو جذباتیت ہوگی نری جذباتیت"۔ یہ سن کر حسین ابن منصورؒ نے پر جوش لہجے میں کہا "اس معاملہ میں میرا کوئی اختیار نہیں"۔

حسین ابنِ منصورؒ کی گفتگو نے سہل بن عبد اللہؒ کو دل برداشتہ کر دیا، خدا تم پر رحم کرے یہ کہہ کر انہوں نے ابن منصورؒ کو جانے کی اجازت دے دی۔ حسین ابن منصورؒ یہاں سے بصرہ روانہ ہوئے بصرہ ان دنوں عمر بن عثمان مکیؒ کی قیام گاہ بنا ہوا تھا۔ مشہور تھا کہ عمر بن عثمان مکیؒ کے پاس تصوف کی کچھ ایسی نادر کتب ہیں جن میں انکشافات کا سمندر بند ہے۔ حسین ابن منصور ان کے پاس پہنچے اور عاجزی سے عرض کرنے لگے "میں چاہتا ہوں آپ کے پاس جو مسودات ہیں وہ مجھے چند دنوں کے لئے مرحمت فرمادیں میں مطالعہ کر کے واپس کر دوں گا" عمر بن عثمان مکیؒ نے فرمایا اپنے اندر ضبط پیدا کرو تاکہ ہم پورے اطمینان سے تمہیں یہ مسودات تھما سکیں اس یقین کے ساتھ کہ یہ غلط ہاتھوں میں نہیں ہیں"۔ یہ جواب سن کر منصور حلاجؒ تلخی سے بولے آپؒ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے پھر سجدے میں گر کر آہ و فریاد کرنے لگے۔ کچھ دنوں بعد منصور حلاجؒ وہ مسودات چرا کر روانہ ہو گئے۔ اس دوران عمر بن عثمانؒ وضو کر رہے تھے اور بآواز بلند فرماتے جا رہے تھے "افسوس نادان لے کر ہی رہا! اپنی زندگی کا سودا کر کے ہی رہا"۔ منصور حلاجؒ یہاں سے روانہ ہو کر حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر واپس تستر آگئے۔

پھر ایک روز جب رات کی تاریکی چھٹ رہی تھی درد سے بھری، پرسوز و مترنم آواز سے فضا گونجنے لگی "ہو ان دو روحوں کی مانند ہے جنہوں نے ایک بدن میں سما کر یکتائی کرلی ہو۔ جب وہ مجھے دیکھتا ہے میں اسے دیکھتا ہوں۔ میں اسے دیکھوں تو وہ مجھے تکتا ہے۔ میرے انگ انگ میں پہیلی نسوں میں بہتے لہو کے ساتھ وہ جاری و

ساری ہے۔ ان آنسوؤں کی مانند جو میری آنکھوں سے بہہ رہے ہیں۔ ضمیر قلب میں یوں سما گیا ہے روح بدن میں جذب ہو جیسے۔اے اللہ! تیری روح اور میری روح یوں اکھٹی ہو گئی ہیں جیسے آب زلال میں شراب۔ جب کسی شئے کا لمس تجھے محسوس ہوتا ہے تو اس لمس کا احساس مجھے بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ تو اور میں ایک ہی تو ہیں۔ ہر حال میں ایک رہنے والے"۔۔۔۔۔

سننے والے جب نہ جان سکے کہ یہ کیسی کیفیت ہے تو طیش میں آگئے "اس کے ذہن پر ابلیس سوار ہے۔ یہ کفر بول رہا ہے۔ یہ کافر بن گیا ہے"۔ پھر منصور حلاج کی گرفتاری ہوئی اور مقدمہ چلا۔ پھر ایک روز آپؒ کو مقتل گاہ کی طرف لے جایا گیا اور جلاد نے کوڑے برسانے شروع کر دیئے۔ تین سو کوڑے برس چکے تھے مگر ابنِ منصور کے لبوں سے آہ تک نہ نکلی پھر آپؒ نے عربی کا ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے "میرا ندیم ذرا سا بھی ظالم نہیں"۔

منصور حلاجؒ ایران کے شہر بیضا میں پیدا ہوئے تھے۔اور انا الحق کے نعرے پر آپؒ پر کفر کا فتویٰ لگا اور اسی الزام میں قتل کر دیئے گئے اولیاء اللہ کے مطابق آپؒ اس وقت فنائیت کے مقام میں داخل ہو گئے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ

(عرس 27 ذیعقد بمطابق 22 فروری)

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کو انحضرت ﷺ سے بڑی محبت تھی آپؒ نے متعدد حج کئے تھے اور تقریباً ہر سال ہی حج کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ آپؒ مصر میں روحانی تعلیمات کے فروغ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے کہ ایام حج قریب آگئے آپؒ نے حج کا ارادہ فرمایا اور حرم پاک کی طرف چل پڑے راستے میں حیرۂ احمر پڑتا تھا۔ جب آپؒ اس جگہ سے گزرے تو دورانِ سفر طہارت کی ضرورت پیش آئی، پانی کی قلت کے باعث آپؒ کو حیرۂ احمر کے ضرر رساں پانی سے طہارت کرنی پڑی۔ طہارت کے بعد آپؒ کا جسم الرجی کا شکار ہو گیا اور رفتہ رفتہ صورتِ حال یہ ہو گئی کہ آپؒ کے جسم کے متاثرہ حصوں سے باقاعدہ خون رسنے لگا۔ اسی حالت میں آپؒ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کے باہر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے "یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے در پر حاضری کے شوق میں یہاں آیا ہوں مگر میری حالت پاکیزہ نہیں ہے اس لئے روضہ کے قریب نہیں آسکتا۔ دور کھڑے ہو کر سلام پیش کرتا ہوں مجھ پر نظر کرم فرمایئے"۔ اسی طرح باتیں کرتے کرتے آپؒ مسجد نبوی ﷺ کے باہر ہی لیٹ گئے اسی دوران غنودگی طاری ہوئی اور آپؒ نے حالتِ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا وہ فرما رہے تھے "جماعت علی مسجد نبوی ﷺ کے وضو کرنے کی جگہ پر ایک کوزہ پانی سے بھرا ہوا پڑا ہے تم اس سے طہارت بھی کرو اور اسے پیو بھی خدا کے فضل سے بیماری ختم ہو جائے گی"۔ حضرت جماعت شاہؒ کی آنکھ کھلی تو آپ نے بتائی ہوئی جگہ پر کوزہ تلاش کیا۔ کوزہ واقعی پانی سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپؒ نے نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق اس پانی کو پیا اور اس سے طہارت کی۔ آپؒ فرماتے ہیں "کچھ دیر بعد میرے زخم اور تکلیف دونوں دور ہو گئے اور میں فوراً درِ حبیب ﷺ پر پہنچا اور درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا"۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ 1830 عیسوی کو علی پور سیداں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حصولِ علم کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا جب آپؒ کی تعلیم مکمل ہوئی تو اورنٹیئل کالج لاہور میں پروفیسر کے عہدے کی پیش کش کی گئی لیکن ناگزیر وجوہات کی بناء پر آپؒ کو اس سے معذرت کرنا پڑی۔ آپؒ جدید تعلیم کے حامی تھے۔ جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سلسلے میں چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو اس وقت آپؒ نے تین لاکھ روپے کی گراں قدر رقم یونیورسٹی کے لئے دی اور بعد میں بھی برابر یونیورسٹی کی امداد جاری رکھی۔ آپؒ کے کئی مرید بھی اس یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ میں شامل تھے۔

Scanned with CamScanner

انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی کی جدوجہد میں کام کرنے والے کارکنان آپؒ سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت جماعت علی شاہؒ نے پیر صاحب مانکی شریف کو قائداعظم کی بھرپور حمایت کے لئے آمادہ کیا تو پیر صاحب مانکی نے مانکی میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں قائداعظم کو بھی بلایا گیا تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے قائداعظم کے لئے اپنے قاصد کے ذریعے سونے کا تمغہ بھجوایا تھا۔ جب قائداعظم ڈائس پر آکے بیٹھے تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت پیر جماعتؒ نے آپ کے لئے تمغہ بھجوایا ہے یہ سن کر قائداعظم خوشی سے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے "یہ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیا جائے آج میں سچ مچ کامیاب ہوگیا ہوں"۔ اور جب پاکستان بن گیا تو 16 اگست کو قائداعظم نے آپؒ کو ایک خط تحریر کیا جس میں تحریر تھا کہ "آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں، نیک تمناؤں اور کوششوں سے مسلمانوں نے اپنی آزاد مملکت بنالی ہے میں امید کرتا ہوں مسلمان اس نئے ملک سے بہت خوش ہوں گے"۔ حضرت جماعت علی شاہؒ نے قائداعظمؒ کو جواب تحریر فرمایا جس میں کچھ مشورے تھے آخر میں لکھا تھا "ملک گیری آسان ہے مگر ملک داری مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ دنیاوی زندگی میں ایک کامیاب بزنس مین بھی تھے آپ کے ٹھاٹھ باٹ دیکھ کر بعض تنگ نظر علماء اور لوگ آپؒ پر طنز بھی کرتے تھے کہ پیر جماعت علیؒ تو پیری فقیری کے ساتھ ساتھ دکانداری بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو دنیاوی دولت و حشمت سے اس قدر نوازا تھا کہ آپ کی خانقاہوں سے ہزاروں مہمان روزانہ کھانا تناول کرتے تھے اور آپ کی دکانوں سے ہزاروں لوگوں کا روزگار وابستہ تھا۔ 1951ء میں مئی کی 13 تاریخ کو آپؒ کی عمر 121 سال ہوچکی تھی کہ آپؒ کو قدیم عربی زبان میں تحریر ایک خط ملا جس میں تحریر تھا "جماعت علی تمہاری عمر اب تھوڑی سی رہ گئی ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ عبادت کیا کرو"۔ لوگوں نے جب یہ سنا تو ان کے ہوش اڑ گئے سب کہنے لگے یہ خط غلط ہے آپ نے لوگوں سے کہا "میں موت سے نہیں ڈرتا موت پر رونا بزدلی ہے ایک دن تو سب ہی کو مرنا ہوتا ہے"۔ آپ کے مریدوں نے عرض کیا "حضرت آپ ہمیں وہ خط دکھائیں"۔ آپ نے فرمایا "خط میرے نواسے حیدر حسین کے پاس ہے"۔ پھر آپ نے وہ خط منگوا کر مریدوں کو دیا مگر اس میں تحریر کردہ عربی کسی کی سمجھ میں نہ آئی آپ نے فرمایا "یہ قدیم عربی ہے اور اس میں جو اطلاع دی گئی ہے وہ بالکل سچ ہے اگر تم لوگ اس خط پر یقین نہیں کرتے تو انتظار کرو اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ عنقریب پورا ہونے والا ہے"۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کا معمول تھا کہ ہر گرمیوں کے موسم میں آپ کسی ٹھنڈے مقام پر تشریف لے جاتے تھے لیکن 1951ء میں علی پور میں ہی رہے اور پھر کچھ روز بعد آپ کو سخت بخار رہنے لگا پھر ایک روز آپؒ نے اپنے سارے مریدوں کو خاص طور پر کھانا پکوا کر کھلایا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑی سی فرنی خود بھی کھائی اس کے بعد تین چار مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے صاحبزادے سے فرمایا "انور حسین! آج عشاء کی نماز جلدی سے پڑھادو۔ مجھے بخار کی وجہ سے سخت سردی لگ رہی ہے"۔ نماز سے فارغ ہوئے تو درود شریف پڑھنے میں مصروف ہوگئے اور پھر کچھ دیر بعد پوچھا "ساتھ والے کمرے میں کون ہے؟" جواب ملا گھر کی مستورات موجود ہیں۔ فرمایا "ان کو تسلی دے کر زنان خانے میں بھیج دو اب میں بالکل ٹھیک ہوں"۔ یہ فرما کر آپؒ خاموش ہوگئے اور استراحت کے لئے لیٹ گئے لوگ سمجھے آرام فرمارہے ہیں پھر جب بہت دیر گزر گئی تو کچھ افراد نے آکر نبض ٹٹولی تو خاموش تھی اور آپ کے چہرے پر ابدی سکون طاری تھا۔ علی پور سیداں میں آپ کا مزار ہے اور 22 فروری بمطابق 27 ذیعقد کو آپ کا عرس منایا جارہا ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے روحانی بزرگ

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ المعروف خواجہ غریب نواز

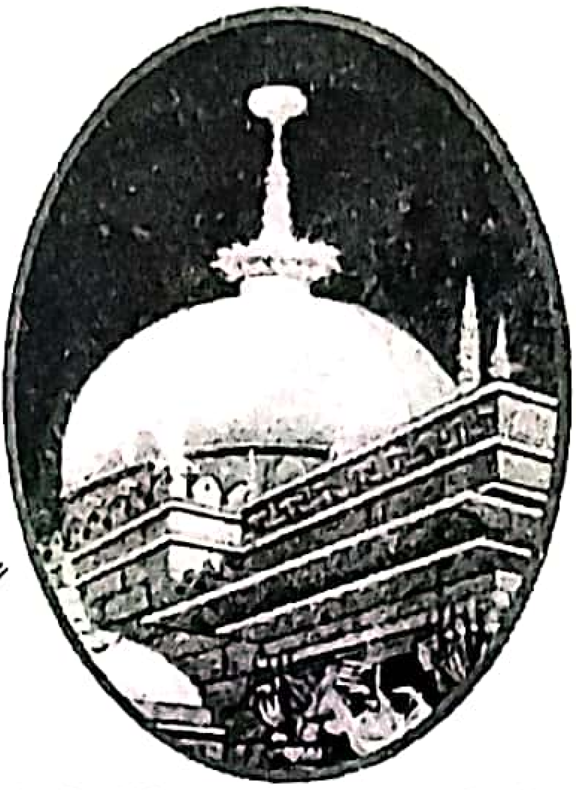

تحقیق و ترتیب: منور شعور

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عارفانہ اقوال کی روحانی و سائنسی توجیہہ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ فرماتے ہیں

"نفی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے نظر ہٹا لے اور اثبات سے مُراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ ہے۔ خودبیں خدابیں نہیں ہو سکتا۔ پس نفی کی نفی کرنے والا ہونا چاہئے، ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے"۔

سلسلہ عظیمیہ کے خانوادہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب، حضرت خواجہ غریب نواز کے مذکورہ قول میں موجود روحانی حکمتیں اس طرح واضح کرتے ہیں:

"دنیا میں جتنے ہادی آئے ان کی تعلیمات بھی یہی رہیں کہ بندے کے ذہن میں یہ بات نقش ہو جائے کہ بندہ ایک ماورائی ہستی کے رشتے میں بندھا ہوا ہے۔ تمام انبیاء نے اسی طرزِ فکر کو مستحکم کرنے کے لئے نوعِ انسانی کو اچھائی اور برائی کا تصور عطا کیا ہے۔ اگر اچھائی اور برائی کا تصور نہ ہو تو نیکی اور برائی دونوں عمل ناقابلِ تذکرہ ہو جائیں گے۔

شیطان کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ شیطان کو ہم اللہ کی تخلیق کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن شیطان زندگی کا ایک ایسا وصف ہے جو اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہے اور شیطنت کے برعکس اللہ کے احکامات کی بجا آوری اللہ کے لئے پسندیدہ عمل ہے۔

ایک طالب علم جو باشعور ہے اور دوسرے علم میں اعلیٰ مہارت رکھتا ہے۔ جب روحانیت کا علم حاصل کرنا چاہے گا تو اس کے اندر بچے کی افتادِ طبیعت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روحانیت میں اس کی حیثیت ایک بچے سے زیادہ نہیں ہے۔

امام غزالیؒ کا بڑا مشہور واقعہ ہے، آپ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار عالم اور دانشور تھے۔ بڑے بڑے جید علماء ان کے علوم سے استفادہ کرتے تھے۔ بیٹھے بیٹھے ان کو

خیال آیا کہ خانقاہی نظام (روحانی درس گاہ) کو بھی دیکھنا چاہئے۔ انہوں نے دور دراز کا سفر کیا مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا آپ ابو بکر شبلیؒ سے بھی ملے ہیں۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ "میں نے اب تک روحانی مکتبہ فکر کا کوئی مشہور آدمی نہیں چھوڑا جس سے ملاقات نہ کی ہو۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سب کہانیاں ہیں جو لوگوں نے اپنے بارے میں مشہور کر رکھی ہیں"۔ پھر انہیں خود ہی خیال آیا کہ ایک مشہور آدمی رہ گیا ہے اس سے بھی کیوں نہ ملاقات کر لی جائے۔

قصہ کوتاہ، وہ ملاقات کے لئے عازم سفر ہوئے اور حضرت شبلیؒ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ اس وقت مسجد کے صحن میں بیٹھے گدڑی سی رہے تھے۔ امام غزالیؒ حضرت ابو بکر شبلیؒ کی پشت کی جانب کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر فرمایا "غزالی آگیا تو نے بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔ علم سیکھنے کے لئے پہلے عمل کیا جاتا ہے پھر علم آتا ہے۔ اگر تو اس بات سے قائم رہ سکتا ہے تو میرے پاس قیام کر ورنہ واپس چلا جا"۔ امام غزالیؒ نے ایک منٹ توقف کیا اور کہا "میں آپ کے پاس قیام کروں گا"۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر شبلیؒ نے فرمایا کہ "سامنے مسجد کے کونے میں جا کر کھڑا ہو جا" امام غزالیؒ نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر کے بعد بلایا، دعا سلام کے بعد اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ بہت خاطر مدارت کی۔ امام غزالیؒ بہت خوش ہوئے کہ مجھے بہت اچھا روحانی استاد مل گیا ہے جس نے میرے اوپر آرام و آسائش کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ چند روز بعد حضرت شبلیؒ نے امام غزالیؒ سے فرمایا "بھائی اب کام شروع ہو جانا چاہئے اور کام کی ابتداء یہ ہے کہ ایک بوری کھجور لے کر شہر کے بازار میں بیٹھ جاؤ اور بوری کھول کر یہ اعلان کر دو کہ جو آدمی میرے سر پر ایک چپت رسید کرے گا اسے ایک کھجور ملے گی"۔ امام غزالیؒ تین سال تک بازار میں کھجور کی مفت دکان لگائے بیٹھے رہے اور تین سال تک ان کے سر پر چپت لگتے رہے۔ تین سال کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت ابو بکر شبلیؒ نے امام غزالیؒ کو وہ علم منتقل کر دیا جس کی تلاش میں وہ سالہا سال سے سرگرداں تھے۔ امام غزالیؒ جب بغداد پہنچے تو صورتحال یہ تھی کہ معمولی کپڑے زیب تن تھے، ہاتھ میں ایک ڈول تھا، ڈول میں رسی بندھی ہوئی تھی۔ شہر والوں کو جب علم ہوا کہ امام غزالیؒ واپس تشریف لا رہے ہیں تو ان کے استقبال کے لئے پورا شہر امڈ آیا۔ لوگوں نے جب انہیں عام لباس میں دیکھا تو حیران و پریشان ہوئے اور کہا "یہ آپ نے کیا صورت بنا رکھی ہے؟" امام غزالیؒ نے فرمایا "اللہ کی قسم! اگر میرے اوپر یہ وقت نہ آتا تو میری زندگی ضائع ہو جاتی"۔ امام غزالیؒ کے الفاظ بہت فکر طلب ہیں۔ اپنے زمانے کا یکتا عالم فاضل، دانشور یہ کہہ رہا ہے کہ روح کا سراغ نہ ملتا تو زندگی ضائع ہو جاتی۔

امام غزالیؒ کھجور کی تقسیم پر علمی مناظرہ شروع کر دیتے تو انہیں یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

یہی صورتحال آسمانی علوم کی ہے۔ طالب علم کے اندر جب تک اپنی انا کا علم موجود ہے وہ آسمانی علوم نہیں سیکھ سکتا۔ مسلمان جب کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو پہلے اللہ کی نفی کرتے ہیں پھر اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ لا الہ کوئی معبود نہیں۔ الا اللہ مگر اللہ، اس کی عام تفسیر تو یہ ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے زمانے میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی لوگ بتوں کو خدا مانتے تھے۔ لا الہ کا مفہوم یہ ہوا کہ بت معبود نہیں مگر اللہ معبود ہے۔ باریک بین نظر اور گہرے تفکر اور براہ راست طرز فکر سے غور کیا جائے تو اس کی تشریح یہ ہو گی کہ لا الہ ہمارے شعوری علوم کے احاطہ میں اللہ کے جاننے کی جو طرز ہے ہم اس کی نفی کرتے ہیں اور اللہ کو اس طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح اللہ خود کو اللہ کہتا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کو جس طرح جانا اور جس طرح بتایا ہم اسی طرح اللہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ پہلے ہم نے اپنے علم کی نفی کی پھر علم کا اثبات کیا۔ علم کی نفی کی تو اپنی نفی کی اور جب اپنی نفی کی تو اللہ کے سوا کچھ باقی نہ بچا"۔

Scanned with CamScanner

کتاب اسرار الواصلین صفحہ 94 پر موجود ایک مکتوب میں قطب الدین صاحب" کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت خواجہ غریب نوازؒ تحریر فرماتے ہیں:

"کلمہ شہادت، نماز، روزہ وغیرہ کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ باطنی حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہری صورتوں پر قناعت کر لینا فضول ہے۔ وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو ان کے حقائق تک نہیں پہنچتا"۔

پیغمبرانہ تعلیمات کے مطابق ہر شے کے دو رُخ ہیں۔ ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ کسی بھی شے یا عمل کی حقیقت یعنی باطن تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے باطن سے واقف ہوا جائے۔

اہلِ باطن کی ریسرچ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی زندگی کو رواں رکھنے والے تمام تقاضے اور تمام احساسات و کیفیات اطلاعات پر قائم ہیں۔ بھوک پیاس، تکلیف، راحت، محبت، نفرت، رحم، ظلم، گرمی، سردی، صحت، بیماری ..... یہ اور اس کے علاوہ زندگی کو قائم رکھنے والے تمام تقاضے اطلاعات پر ہی تو قائم ہیں۔ ہمیں اگر بھوک کا خیال نہ آئے تو ہم کھانا نہیں کھا سکتے۔ پیاس بھی ایک اطلاع ہے جو اگر ہمیں موصول نہ ہو یا ہم کسی وجہ سے اسے وصول نہ کر سکیں تو ہم پانی نہیں پیتے۔

گوشت پوست سے مرکب اور رگوں پٹھوں سے بنا ہوا یہ پتلا اصل انسان نہیں ہے بلکہ اصل انسان کا لباس ہے۔ جس طرح گوشت کی حفاظت کے لئے ہم اون، کھال، روئی یا دوسری چیزوں سے بنا ہوا لباس پہنتے ہیں اسی طرح اصل انسان یعنی روح نے گوشت پوست کے جسم کو اپنا لباس بنایا ہوا ہے۔ جب تک یہ یقین پختہ نہ ہو کہ گوشت پوست کا جسم محض لباس ہے اور اصل روح ہے، کسی بھی شے کی حقیقت سے واقف نہیں ہوا جا سکتا۔ اور انسان مفروضات میں اُلجھا رہتا ہے۔ حقیقت اور مفروضہ دونوں چیزیں ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتیں۔ مفروضات میں تبدیلی ہوتی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر وہ فنا ہوتی رہتی ہے۔ حقیقت جو قائم بالذات ہے، صرف اُس انسان کے اوپر منکشف ہوتی ہے جو روح اور روح کی صلاحیتوں سے واقف ہوتا ہے۔

مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں کہتے ہیں ؎

در صحابہ کم بدے حافظ کسے
گرچہ شوقے بود حال شاں رابے
زانکہ چوں مغزش دراٗ گند و رسید
قشر جوز وفتق و بادام ہم
مغز چوں آگند شاں شد پوست کم

مولانا رومؒ اپنے اشعار میں اکثر مسلمانوں کے اس رویئے کی جانب نشاندہی کر رہے ہیں جو اپنی ظاہری عبادات کو ہی سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں۔ آج بھی عالم اسلام میں قرآن مجید کے حفظ کا رواج تو بہت زیادہ ہے لیکن افسوس ہے کہ محض حافظے پر ہی انحصار کیا جاتا ہے اور آیات میں پوشیدہ علوم و معانی کے بحر ذخار پر توجہ دینا کوئی ضروری نہیں سمجھتا۔ اس طرح اکثر حافظ تو محض ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ بن کر رہ جاتے ہیں اور لاکھوں میں ہی شاید کوئی ایسا بندہ ملے جو قرآن کا حافظ بھی ہو اور اُسے قرآن کا حقیقی فہم بھی حاصل ہو۔ مولانا رومی نے اپنے اشعار میں بتایا ہے کہ الفاظ تو محض مغز معانی کا پوست یعنی چھلکا ہوتے ہیں۔

پوست (چھلکا) نہ تو جسمانی طور پر کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی روحانی طور پر ..... مولانا کہتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں بہت کم ہی حافظ قرآن ہوتے تھے، لیکن چونکہ وہ روح قرآن سے واقف تھے اس لئے کثرت سے آیات ازبر نہ ہونے کے باوجود بھی اُن کا درجہ ایسا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی اُس کو نہیں پا سکتا۔ مولانا کہتے ہیں کہ کسی اچھے پھل میں جب مغز پختہ ہو جاتا ہے تو اکثر اُس کا چھلکا باریک رہ جاتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات یہ چھلکا پھٹ بھی جاتا ہے۔ جب کہ اکثر بغیر مغز کے پھل کے چھلکے سخت ہوتے ہیں۔ جب مسلمان اجتماعی طور سے انحطاط پذیر ہوتے چلے گئے تو ظاہری طرزوں پر زور بڑھتا چلا گیا اور باطنی

حقائق سے دوری پیدا ہوگئی۔ اعمال کی باطنی حقیقت پر توجہ نہ دینے والے ایسے شخص کو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے احمق قرار دیا ہے جس کی توجہ محض ظاہری اعمال پر ہی مرکوز ہو جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نزدیک صلوٰۃ دینِ اسلام کا ستون ہے۔ اس اہم ترین فریضہ کی باطنی حقیقت سے دوری کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ اس ضمن میں حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کتاب توجیہات میں صفحہ **249** پر تحریر کرتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب تم نماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کرو کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں یا یہ محسوس کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے"۔

اس ارشاد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں اعضاء کی حرکت کے ساتھ ساتھ ذہن کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے۔ صرف قیام، رکوع و سجود ہی نماز نہیں بلکہ ذہن کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اصل میں نماز ہے۔

اس طرح نماز دو قسم کی ہوگئیں۔ ایک نماز تو ایسی ہوگئی جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے:

"اور وہ لوگ جو نمازی ہیں اور اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں ایسی نمازیں ان کے اپنے لئے ہلاکت اور بربادی بن جاتی ہیں"۔ (سورۃ الماعون)

عام طور پر ہوتا ہی یہی ہے کہ ادھر نیت باندھی اور ادھر دماغ میں فلم چلنے لگی۔ جسم نماز کے لئے موجود ہوتا ہے مگر دماغ غیر حاضر رہتا ہے۔ دماغ اِدھر اُدھر کی باتیں سوچتا رہتا ہے اگر جماعت میں شریک ہے تو یہ نہیں پتہ چلتا کہ امام نے کیا قرأت کی اور اگر تنہا پڑھ رہا ہے تو خود کیا پڑھا۔ بعض دفعہ رکوع اور سجود میں گڑبڑ ہو جاتی ہے کہ بندہ نماز میں ہوتے ہوئے بھی نمازوں سے غافل ہوتا ہے۔ ان ہی نمازوں کو انسان کے لئے ہلاکت و بربادی کہا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی نمازیں انسان میں بہت سے نقائص پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً ایسے نمازی کے ذہن میں یہ بات جم جاتی ہے کہ وہ چونکہ پابندی سے نماز پڑھتا ہے اس لئے اسے اللہ کی خصوصی توجہ حاصل ہے۔ اس کے ذہن میں یہ غرور پیدا ہو جاتا ہے کہ جو لوگ نمازی نہیں ہیں وہ اس سے کمتر ہیں۔ ایسے نمازیوں پر شیطانی غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ جنس سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ قنوطیت کا شکار جلد ہو جاتے ہیں۔ اُن کے اندر ذہنی وسعت نہیں ہوتی۔ ذہن محدود دائرے میں بند ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اچھائی پر آمادہ دیر سے ہوتے اور برائی سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔ غیر نمازی کتنے ہی اچھے کام کریں کتنی ہی نیکی کے کام انجام دیں ان کی نظر میں یہ لوگ برے ہی ہوتے ہیں۔ غافل نمازی جب دعا مانگتے ہیں تو یہ سمجھ کر کہ چونکہ وہ نمازی ہیں اس لئے ان کی دعا قبول ہو جائے گی مگر عدم قبولیت کی صورت میں سارا الزام اللہ پر ڈال دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا نماز ایسی نماز ہوتی ہے جسے نفس کی نماز کہنا چاہئے۔ ایسی نمازوں سے فائدے کے بجائے الٹے نقصانات ہوتے ہیں۔ دوسری نماز وہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اس کا ذمہ لے لیا ہے جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو میں اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا"۔

وہ نمازیں جو خشوع و خضوع اور حضوری کے ساتھ پڑھی جائیں اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی نمازوں کی ذمہ داری لی ہے اور ایسے ہی نمازیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ ایسی نمازوں کو حق کی نمازیں کہنا چاہئے۔ جو لوگ حق کی نمازیں پڑھتے ہیں انہی کے لئے نماز رحمت کا سبب بنتی ہے۔ حق کی نماز پڑھنے والے آدمی کے بارے میں ہے کہ جب ایسا آدمی نماز کے لئے قیام کرتا ہے تو

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ نمازی اور اللہ کے درمیان تمام پردے ہٹ جاتے ہیں۔ ایسی ہی خضوع و خشوع اور حضوری والی نماز میں جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہوتا ہے۔ نا صرف اللہ کی قربت کا احساس ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کا لمس بھی محسوس ہوتا ہے۔ ایسی ہی نماز کو مومنوں کی معراج کہا گیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب نماز قائم کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ان کے اوپر شدت سے رقت طاری ہو جاتی تھی اور گداز سے معمور فضا میں غیر مسلم عورتیں اور بچے بھی رونے لگتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ قیام صلوٰۃ میں اتنے زور سے روتے تھے کہ رونے کی آواز پچھلی صف تک پہنچتی تھی۔

حضرت علیؓ کی ران میں ایک تیر لگا اور آر پار ہو گیا جب تیر نکالنے کی کوشش کی گئی تو آپ کو بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ کسی صحابی نے مشورہ دیا کہ تیر اس وقت نکالا جائے جب آپؓ نماز میں ہوں۔ چنانچہ آپ نے نماز کی نیت باندھی اور اس حد تک یکسو ہو گئے کہ گرد و پیش کی کوئی خبر نہ رہی۔ تیر کو نہایت آسانی کے ساتھ نکال کر مرہم پٹی کر دی گئی اور آپؓ کو تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہوا۔

حضرت زین العابدینؒ ایک روز مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے کہ یکایک مسجد کے چھپر میں آگ لگ گئی اور آناً فاناً بھڑک اٹھی لیکن آپ بدستور نماز میں مصروف رہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے۔ بہت شور مچایا لیکن آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور باہر تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کی کہ حضرت ہم نے تو اتنی زور زور سے آوازیں دیں لیکن آپ نے پرواہ تک نہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ "تم مجھے دنیا کی آگ سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے مگر میں اس وقت خدا کے دربار میں کھڑا تھا"۔

حضرت سفیان ثوریؒ ایک دن خانہ کعبہ کے قریب قائم الصلوٰۃ تھے جب آپ سجدے میں گئے تو کسی دشمن نے پاؤں کی انگلیاں کاٹ دیں۔ سلام پھیرا تو خون پڑا دیکھا اور پاؤں میں تکلیف محسوس کی۔ تب آپ کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے انگلیاں کاٹ ڈالی ہیں۔

حضرت ابو الخیر اقطعؒ کے پاؤں میں آکلہ تھا۔ طبیبوں نے مشورہ دیا کہ پاؤں کٹوا دینا چاہئے مگر وہ راضی نہ ہوئے آپ کے مریدوں نے طبیبوں سے کہا کہ نماز کی حالت میں ان کا پاؤں کاٹ دیا جائے کیونکہ اس وقت انہیں اپنی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ پاؤں کٹا ہوا تھا۔

ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حق کی نماز ادا کرنے والے کس طرح ذہنی یکسوئی، حضوری اور خضوع و خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری دیتے ہیں۔ اس وقت ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ غافل نمازی نفس کی نماز پڑھنے والا کس طرح حق کی نماز ادا کرنے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی امانت رکھتا ہے مگر خیانت کرتا ہے دوسرا آدمی نہ امانت رکھتا ہے نہ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

نماز میں جو خضوع و خشوع اختیار نہیں کرتا، جس کا ذہن اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر دوسری طرف مصروف ہو۔ اللہ تعالیٰ کس طرح اس کو معاف کرے گا وہ تو اللہ کا مجرم ہے اسے اللہ کی رحمت کس طرح حاصل ہو گی۔ ترک صلوٰۃ والے کو تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے مگر غافل نمازی کی تو اپنی نمازیں ہی ہلاکت کا سبب بن جائیں گی"۔

(جاری ہے)

میر پور خاص میں

سن ریز ہربل شیمپو، شین سم کریم، سن ریز ہربل آئل سوکل کیور، انسلان، جرمان اور دیگر مصنوعات اس کے علاوہ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کی شائع کردہ کتب مندرجہ ذیل دواخانہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں

لعل شہباز دواخانہ۔ دکان نمبر C/485

بلدیہ شاپنگ کمپلیکس۔ میر پور خاص

Scanned with CamScanner

مہمان نواز

اللہ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک قصہ جن کا دسترخوان کثیر مخلوقِ خدا کے لئے دراز تھا۔

دانیال

حبرون شہر کی فصیل ختم ہوتے ہی باربردار اونٹوں کا یہ قافلہ سنسان چٹیل میدانی راستے پر پہنچ گیا۔ خاموشی میں اونٹوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی آواز تھی جو مسلسل اس خاموشی پر گرز برسا رہی تھی۔ ورنہ یہ فضائیں تو صرف تپتی دوپہر میں ہوا کے جھکڑوں ہی سے آشنا تھیں یا پھر تاریک راتوں میں بھولا بھٹکا جانور اس ویرانی کا نوحہ پڑھ جاتا۔ اونٹوں کے اس قافلے کا بوڑھا سردار الیعزر چند اوراق کو الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ ان اوراق میں کئی چھوٹے بڑے گوشوارے اور فہرستیں درج تھیں۔ الیعزر نے اپنے قلم سے ان کو چند جگہ سے قلم زد کیا اور پھر لپیٹ کر حفاظت سے رکھ دیا۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی اور شرافت کا اپنا رنگ تھا اس کے ساتھ ہی وہ زیرک اور معاملہ فہم بھی تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت حبرون بلکہ پورے فلسطین کے سب سے بڑے عوامی طعام خانہ یا لنگر خانے کا نگراں تھا۔ فلسطین کے اس سب سے بڑے لنگر خانے کے روحِ رواں اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ تھے۔

حضرت ابراہیمؑ عراق کے شہر ار میں پیدا ہوئے۔ آپؑ نے تمام زندگی توحیدی مشن کے فروغ و اشاعت میں گزاری۔ سب سے پہلے باپ آزر نے ہر طرح کی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کی جو بت پرستوں میں مذہبی تقدس کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ باپ اور اہلِ خاندان کے بعد معاشرے میں شرک کے مختلف پیرو کاروں سے برسرِ پیکار رہے۔ اس کے بعد سب سے سخت مزاحمت نمرود بادشاہ سے ہوئی لیکن حق غالب آیا اور باطل سرنگوں ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے توحیدی مشن کا دائرہ مزید وسیع کیا تو آپؑ مصر تشریف لے گئے۔ مصر کا بادشاہ بھی بہت ظالم اور جابر تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ نے پیغامِ توحید اتنے دلنشین انداز میں نہایت حکمت کے ساتھ پیش کیا کہ بادشاہ بھی اللہ کی وحدانیت کا اعلان کر بیٹھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی مساعی کا یہ دور بھی نہایت صبر آزما ہے۔ بادشاہِ مصر نے پیغامِ توحید پر لبیک کہا اور اپنی صاحبزادی ہاجرہ کا نکاح حضرت ابراہیمؑ سے کر دیا۔ یہاں سے حضرت ابراہیمؑ فلسطین تشریف لے گئے اور حبرون کے مقام پر مستقل قیام کیا۔ حبرون میں آپؑ کو بہت سے فلاحی کام کرنے کا بھی موقع ملا۔ آپؑ نے حبرون کے قریب واقع مقام مکفیلہ کی وسیع و عریض اراضی خریدی اور اس میں قبرستان بنا دیا۔ حضرت سارہ کو انتقال کے بعد مکفیلہ ہی

میں مدفون کیا گیا۔ حبرون ہی میں حضرت ابراہیمؑ نے بہت بڑا لنگر خانہ تعمیر کرایا جس میں مخلوقِ خدا سیر شکم ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ بہت مہمان نواز واقع ہوئے تھے لہٰذا آپؑ کا دستر خوان وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا جس کے انتظام و انصرام پر مامور افراد کی تعداد ہی سینکڑوں میں تھی۔

بار بردار اونٹوں کا یہ قافلہ ایک نخلستان پر جا کر رکا۔ الیعزر اپنے اونٹ سے نیچے اترا اور قریب ہی بہنے والے ایک آبی چشمے سے اپنا چہرہ دھویا۔ اُس نے اپنے دائیں ہاتھ کا چھجہ بنا کر دور افق پر نظر آنے والے مکانات کے دھندلے عکس کی طرف دیکھا اسی وقت اُس کا نائب سلوم حاضر ہوا۔ نیم دراز قد کا ادھیڑ عمر سلوم مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا۔

"چچا جان! آپ کو اس عمر میں آرام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کم بخت زارح تاجر کی نیت پر مجھے شک نہ ہوتا تو میں آپ کو کبھی بھی تکلیف نہ دیتا"۔

الیعزر نے تشکر بھرے انداز میں سلوم کو دیکھا "میرے بچے تمہارے خلوص کا بہت شکریہ..... میرا تم سے اس کے علاوہ کیا رشتہ ہے تم میرے نائب ہو مگر پھر بھی مجھے اپنے باپ کی طرح عزت دیتے ہو۔ بیٹے زارح تاجر کو معلوم ہے کہ ہم ابراہیم نبی کے لنگر خانے کے لئے ستر اونٹوں پر گندم لے کر جاتے ہیں اور آج تک رقم کی ادائیگی میں لیت و لعل سے کام نہیں لیا۔ یہ اہلِ سدوم کم بخت بہت ناشکرے ہو گئے ہیں۔ خداوند نے ان کو اپنی ہر نعمت سے نوازا اور یہ لوگ اب مادی طور پر بہت ترقی کر گئے ہیں۔ مال و اسباب کی ریل پیل ہے مگر ظلم، ناانصافی اور بے حیائی کی حد پار کر گئے ہیں۔

ابراہیم نبی نے ان کی اصلاح احوال کے لئے اپنے بھتیجے لوط نبی کو بھیجا ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ قوم حضرت لوطؑ کی تعلیمات کا بھی استہزاء کر رہی ہے۔ بیٹے وہاں بے حیائی اور فحاشی تو اس قدر بڑھ گئی ہے کہ میں تمہیں بھی وہاں بھیجنا نہیں چاہتا لیکن مجھے ابراہیم نبی کی تربیت پر پورا یقین ہے کہ یہ تربیت تمہیں بھٹکنے نہ دے گی"۔

الیعزر خاموش ہوا تو سلوم نے کہا "زارح تاجر سے ہمارا رابطہ لوط نبی کے ذریعے ہی ہوا تھا۔ لوط نبی نے فرمایا تھا کہ اس میں کچھ شرافت پائی جاتی ہے مگر اب یہ بھی سدوم کے لالچی اور خود غرض ماحول میں رنگ گیا ہے۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر زارح نے ہمیں گندم نہ دی تو لنگر کا انتظام کیسے چلے گا اور ہم ابراہیم نبی کو کیا منہ دکھائیں گے"۔

"بیٹے خداوند پر بھروسہ رکھو۔ وہ ضرور کوئی اچھی سبیل نکالے گا"۔ یہ کہہ کر الیعزر خاموش ہو گیا جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا پھر بولا "اہلِ سدوم سرکشی اور بے حیائی میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ خداوند کے کرم سے وہاں معیشت بہت مضبوط تھی اور ہر لحاظ سے ترقی کر رہے تھے مگر اب اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہر سطح پر روبہ زوال ہیں۔ میں ان لوگوں کے انجام سے بہت شاکی ہوں۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ عہدِ شباب میں میں ایک بازار سے گزر رہا تھا۔ ان لوگوں میں اس قدر تعصب پایا جاتا ہے کہ ایک دکاندار نے من مانی قیمت پر اصرار کیا اور غصے میں ایک پتھر اٹھا کر میرا سر پھوڑ دیا۔ میں اسی حالت میں شکایت لے کر قاضی کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ تم چونکہ ہمارے ایک شہری سے بلاوجہ جھگڑے اس لئے تم جرمانہ ادا کرو اپنے شہری سے ہم بعد میں بات کریں گے۔ مجھے ڈر ہے یہ قوم خود کو نشانِ عبرت نہ بنا لے"۔

سلوم نے کچھ نہ کہا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ الیعزر نے اپنا مشکیزہ پانی سے بھرا اور قافلے کو کوچ کا حکم دیا۔

❊❊❊

زارح تاجر کا رویہ سلوم کے خدشات کے عین مطابق تھا۔ اس نے الیعزر سے کہا "آپ کو گندم اسی صورت میں ملے گی جب آپ اس کی پیشگی ادائیگی کریں گے"۔ الیعزر نے تحمل سے کہا "میرے دوست کیا کبھی ہم نے پچھلی ادائیگی روکی ہے۔ ہمارا شروع ہی سے یہ

Scanned with CamScanner

معمول ہے کہ رقم کی ادائیگی مال پہنچنے کے بعد کی جاتی ہے۔ کچھ دفتری اندراجات بھی ضروری ہوتے ہیں"۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا اب آپ کی مرضی....." زارح نے طوطا چشمی سے کہا۔ الیعزر نے پھر کہا "دیکھو بھائی ہم تمہارے پرانے صارف ہیں۔ اس طرح مت کرو۔ گندم کی اتنی بڑی کھیپ دوسرے تاجر سے فوری طور پر کرنا ممکن نہیں۔ یہ بھی تو سوچو کہ اس لنگر سے بے شمار مخلوق اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ اگر فراہمی رک گئی تو اس کا کیا ہوگا"۔ زارح نے کوئی جواب نہ دیا اور دوسرے کام میں لگ گیا۔ یہ الیعزر اور سلوم کی کھلی بے عزتی تھی۔ الیعزر پریشانی کے عالم میں واپس مڑا اور حضرت لوطؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ بیان کیا۔

حضرت لوطؑ نے فرمایا "خداوند خدا نے مجھے اس قوم کی اصلاحِ احوال کی ذمہ داری سونپی ہے۔ میں اپنی سی کوشش کر رہا ہوں۔ یہاں کے بڑے اور سرکردہ لوگوں سے میں مل چکا ہوں۔ اہلِ سدوم کے مفاد پرست اور طاقتور عناصر میری راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ میرے روحانی استاد اور رشتے میں چچا جان ہیں چنانچہ آپ لوگوں کو گندم نہ دینے میں بھی انہی طاقتور عناصر کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے"۔

سلوم نے ادب و احترام سے کہا "حضرت اگر یہ مسئلہ ہے تو آپ کسی دوسرے تاجر سے ہمارا رابطہ کروا دیجئے ویسے بھی ہم یہاں اجنبی ہیں اور آپ اسی شہر کے ہیں"۔

"میں کوشش کر کے دیکھ لیتا ہوں"۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا "لیکن اگر یہ بات ٹھیک ہے کہ سدوم کے اہلِ ثروت لوگوں نے زارح کو گندم دینے سے منع کیا ہے تو یہ پابندی انہوں نے دوسرے تاجروں پر بھی لگائی ہوگی۔ آپ لوگ مجھے شام تک کی مہلت دیجئے تاکہ میں صحیح صورتحال معلوم کرلوں"۔

الیعزر اور سلوم نہایت پریشانی کے عالم میں حضرت لوطؑ کے مہمان خانے میں ٹھہر گئے۔ یہاں ملازمین نے ان کی ہر لحاظ سے خاطر تواضع کی لیکن ان فرض شناسوں کا ذہن گندم کے حصول پر اٹکا رہا۔ شام ہونے سے کچھ پہلے حضرت لوطؑ ان دونوں کے پاس آئے اور فرمایا "افسوس! میرا خدشہ بالکل درست نکلا۔ سدوم کا کوئی تاجر چچا جان کے کسی آدمی کو گندم دینے پر آمادہ نہیں۔ آپ لوگوں کے پاس گندم کا کچھ ذخیرہ نہیں ہے؟"

الیعزر نے پریشانی سے کہا "نہیں۔ دراصل زارح کئی دنوں سے لیت و لعل کر رہا تھا اس لئے پچھلا ذخیرۂ گندم بھی استعمال ہو چکا ہے"۔

حضرت لوطؑ کے پُرنور چہرے پر بھی فکرمندی کے آثار دکھائی دیئے "خداوند بہتری کی کوئی صورت نکالے۔ آپ لوگ کسی دوسرے ذریعے سے کوشش کیجئے۔ مجھے افسوس کہ میں آپ لوگوں کے کسی کام نہ آسکا"۔

حضرت لوطؑ کے گھر سے واپسی کے بعد الیعزر اور سلوم بہت پریشان تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ان فرض شناس ملازمین کو یہی بات کھائے جارہی تھی کہ ان کے نیک دل مخدوم کو اس بات کا کتنا دکھ ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ بذاتِ خود ایک مہربان مہمان نواز تھے یہ طرزِ فکر آپؑ کے ساتھیوں میں بھی پوری طرح جلوہ گر تھی۔ قافلے کی روانگی کے ساتھ ہی سلوم کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے الیعزر سے کہا "خالی ہاتھ جانے سے بہتر تو یہ ہوگا کہ میری جان ہی چلی جائے"۔

"خدا نہ کرے"۔ الیعزر نے کانوں کو ہاتھ لگایا "کوئی دوسری راہ تلاش کرو۔ اگر ہم سدوم کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں کوچ کر جائیں تو بہت سا وقت ضائع ہوگا۔ حبرون میں اکٹھا اتنی گندم حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔ کیوں نہ ایسا کریں کہ کئی تاجروں سے تھوڑی تھوڑی گندم لے کر کام چلالیں"۔

Scanned with CamScanner

''یہ بات تو ٹھیک ہے چچا جان.....''سلوم نے کہا ''مگر میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ ابراہیم نبی کے دل پر اس بات کا کتنا اثر ہوگا۔ میں انہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا''۔

''واقعی میں بھی اسی فکر میں ہوں''۔ الیعزر نے کہا۔ وہ چند لمحوں کے لئے سوچ میں پڑ گیا پھر اس کے چہرے پر امید کی روشنی پھیل گئی ''سلوم میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے''۔

''وہ کیا؟'' سلوم نے پوچھا۔ الیعزر نے اسے قریب بلا کر ترکیب اسے بتائی۔ سلوم نے ایک لمحہ کو سوچا اور پھر کہا ''ٹھیک ہے۔ میں ابھی قافلے کو فوری طور پر رکواتا ہوں''۔

***

قافلہ سدوم کی فصیل سے چند منازل کے فاصلے پر ایک ویرانے میں روک لیا گیا۔ قافلہ کے تمام مزدور اور افسر کدالیں اور بیلچے لے کر زمین کھودنے لگے۔ دراصل الیعزر نے سلوم سے کہا تھا کہ ہم ان اونٹوں میں گندم کے بجائے مٹی بھر کر لے چلتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ حبرون میں شدت سے منتظر ہوں گے۔ ان کے پاس جا کر کہہ دیں گے کہ ہم گندم لے آئے ہیں تاکہ وہ پریشان نہ ہوں۔ پھر ہم لوگ کسی نہ کسی طرح گندم کا انتظام کرلیں گے۔

الیعزر نے تمام ملازمین کو سختی سے پابند کردیا کہ یہ پریشان کن خبر حضرت ابراہیمؑ کو نہ ہونے دیں کہ وہ ناکام ونامراد لوٹے ہیں۔

تمام اونٹوں پر مٹی بھر دی گئی تو یہ قافلہ حبرون کی طرف دوبارہ روانہ ہوگیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ خبر ملی کہ الیعزر گندم لے آیا ہے تو آپؑ بہ نفسِ نفیس الیعزر کے پاس پہنچے۔ الیعزر اور سلوم دونوں ساتھ ہی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے چند لمحوں تک اپنے ان فرمانبردار ماتحتوں کو دیکھا اور الیعزر سے فرمایا ''خوش آمدید۔ آج گندم کے بجائے کیا آٹا لے آئے؟''

الیعزر کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک بوری کی طرف اشارہ کیا ''وہ دیکھو اس میں سے آٹا گر رہا ہے''۔ الیعزر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ خالی الذہنی کی حالت میں بوری تک پہنچا اور اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں آٹا موجود تھا۔ الیعزر اور سلوم پر جنون سا طاری ہوگیا انہوں نے جلدی جلدی تقریباً تمام بوریوں کو کھول کر دیکھ لیا لیکن ان سب میں مٹی کے بجائے آٹا موجود تھا۔ الیعزر نہایت وارفتگی کے عالم میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا جو نورانی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا ہو۔

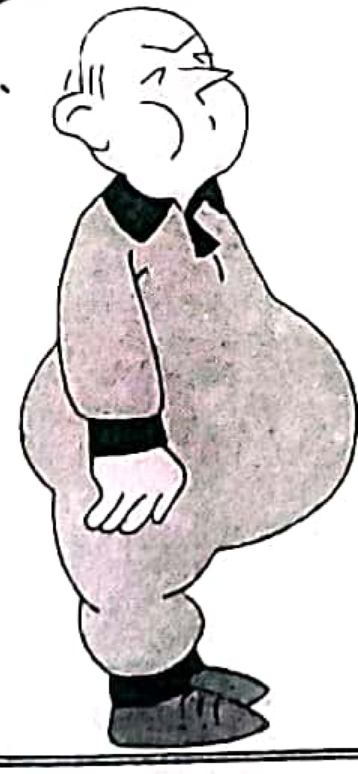
وزن کم کرنے اور بڑھا ہوا پیٹ گھٹانے کے لئے مفید
عظیمی لیبارٹریز کی جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ،
عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید
ہربل ٹیبلیٹ

سوئل کیور
عظیمی دواخانہ کے اسٹاکسٹ سے طلب فرمائیں۔

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کرسکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کردیں۔

ننھی منی مخلوق

آج کے دور کو ترقی کی معراج کا دور کہا جاتا ہے۔ اس معراج کا تجزیہ کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ترقی کے معنی ظلم و ستم کا ختم نہ ہونے والا لامتناہی سلسلہ ہے۔ ترقی یہ ہے کہ بھوکے ننگے انسانوں کو ترقی کا فریب دے کر ان کے اوپر اپنی علمی برتری کی دہشت بٹھادی جائے۔ دھرتی ماتا اپنے بچوں کے لئے جن وسائل کو جنم دیتی ہے۔ انہیں ہڑپ کرکے ہلاکت خیز ہتھیار بنائے جائیں۔ بھوکے اور افلاس زدہ لوگوں سے کھربوں ڈالر چھین کر ایسا ایٹم بم بنایا جائے جو لاکھوں آدمیوں کو ایک لمحہ میں لقمۂ اجل بنا کر نگل لے اور پھر اس درندگی کی تشہیر کرکے اللہ کی مخلوق کو اس قابل بھی نہ رہنے دیا جائے کہ وہ اپنی بقاء کے لئے کچھ سوچ سکے اور اپنی نسل کی حفاظت کے لئے کچھ کرسکے۔

بربریت کا یہ عالم ہے کہ خود کو سپرپاور ثابت کرنے کے لئے ہتھیاروں کا انبار جمع کرلیا جاتا ہے اور پھر انبار کے اس آتش فشاں سے ایک ماں ایک باپ (آدم و حوا) کی اولاد، دو بھائیوں کو آپس میں لڑادیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دو بھائی یگانگت اور محبت سے رہیں گے تو سپرپاور بننے کا عمل خواب بن جائے گا۔ کتنا ذہین اور عقلِ کل ہے دانشور Scientist کہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو چیز وجود میں آجاتی ہے اس کا استعمال لازمی ہوجاتا ہے۔ کبھی ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ جنت نظر دنیا کے باغات، ہنستے بستے شہروں اور ہرے بھرے کھلیانوں کو سپرپاور کیوں نیست و نابود کردینا چاہتی ہے۔ اسی لئے کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتی کہ حاکمیت صرف اللہ کی ذات کے لئے مخصوص ہے اور ہم فکر و آلام اور عدم تحفظ کی چکی میں اس لئے پس رہے ہیں کہ ہم نے زرپرست اور متعصب لوگوں کو اپنا ان داتا سمجھ لیا ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم زیادہ نہیں تو کم سے کم اللہ کی ننھی منی مخلوق کی طرح ہی عقل و شعور سے کام لیں اور اپنے خداوند اللہ کے اس حکم کی پیروی کریں:

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو"۔

قیامت گزر جانے سے پہلے ہم نے اگر فطری عمل سے کام نہ لیا تو صفحۂ ہستی سے ہمارا وجود حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ قرآنِ پاک ببانگِ دہل یہ اعلان کررہا ہے:

"جو قومیں خود اپنی تبدیلی نہیں چاہتیں، زمین پر اُن کا وجود خس و خاشاک سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا"۔

(اقتباس: آوازِ دوست۔ خواجہ شمس الدین عظیمی
مرسلہ: فہیم ناز تبسم۔ غوثیہ کالونی، سمندری)

خوش رہنے کا طریقہ

خوش رہنے کے لئے کئی مواقع ہوتے ہیں۔ آپ اس لئے بھی خوش رہ سکتے ہیں کہ آپ اپنے گھر والوں سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کا بھی حکم یہی ہے۔ یہ محبت دنیاوی کامیابی سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے۔ آپ اس لئے بھی خوش رہ سکتے ہیں کہ آپ اپنا کام دیانت داری سے انجام دے رہے ہیں اور دیانت دار شخص کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے۔ آپ اس لئے بھی خوش رہ سکتے ہیں کہ آپ کبھی اس کام میں کسی کی مدد یا تائید نہیں کرتے، جسے آپ غلط

Scanned with CamScanner

سمجھتے ہیں۔ آپ ہمیشہ صحیح کام کرنے کی حمایت اور غلط کام سے اجتناب کرتے ہیں۔ آپ اس لئے بھی خوش رہ سکتے ہیں کہ آپ ہمیشہ متوازن زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں اور حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھتے۔ اپنا کچھ وقت کام میں صرف کرتے ہیں۔ کچھ وقت آرام کے لئے اور کچھ وقت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کرتے ہیں۔ آپ اس لئے بھی خوش رہ سکتے ہیں کہ آپ کا ضمیر مطمئن ہے کہ آپ بے لوث خدمت خلق کرتے ہیں اور انسان کی راحتوں کا سامان کرتے ہیں۔

(اقتباس: شاہراہِ زندگی۔ حکیم محمد سعید
مرسلہ: جاوید اقبال انصاری۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

دیر آید درست آید

دیر کبھی نہیں ہوتی یہی تو بات ہے آپ لوگوں نے جلدی اور دیر کے پیمانے بنالئے ہیں اور گھڑی کی سوئی کی مانند چلتے ہیں...... خوشی کے چند لمحے آتے ہیں تو دیر کہہ کر آپ ان کی عمر مختصر کردیتے ہیں سفر جاری رہنا چاہئے اس پر دیر اور جلدی کے بوجھ نہ لادیں بس چلتے جائیں، تھک جائیں تو بیٹھ جائیں دم لے کر پھر چل پڑیں اس میں دیر کی کیا بات ہے اور جلدی کیا ہے؟ رات ضرور آتی اور، ..... اور صبح بھی ضرور ہوتی ہے۔ جب یہی روزمرہ ہے تو پھر کیسی دیر؟

(اقتباس: جنت کی تلاش۔ رحیم گل
مرسلہ: انیلہ اسلم۔ جوہر ٹاؤن، لاہور)

سقراط اور کاہنہ

افلاطون نے مکالمہ "اپالوجی" میں لکھا ہے کہ سقراط کے ایک شاگرد چیری فون نے اپالو کی ایک کاہنہ سے سوال کیا:

"کیا ایتھنز میں سقراط سے بڑھ کر کوئی دانشور ہے؟" کاہنہ نے جواب دیا "نہیں"۔ سقراط کو جب پتہ چلا تو وہ الجھن میں پڑ گیا۔ اس کا اپنا خیال یہ تھا کہ یہ "اطلاع" غلط ہے مگر کاہنہ کی بات کی ٹٹول میں اس نے ایتھنز کی گلیوں میں گھومنا پھرنا شروع کر دیا تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ ایتھنز کا عقلمند ترین شخص کون ہے؟ سب سے پہلے وہ ایک بڑے سیاستدان کے پاس گیا اور اس سے مختلف سوالات کئے۔ گفتگو کے دوران وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ شخص اپنے آپ کو بڑا عقلمند سمجھتا ہے لیکن وہ بہت بڑی خود فریبی میں مبتلا ہے جو صرف اقتدار کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے لوگوں سے ملا اور نیکی اور عدل وغیرہ پر سوال کئے۔ گفتگو کے دوران سقراط کو اپنے مخاطب کی کم علمی اور جہالت کا احساس ہوا۔ بڑے لوگ کبھی اپنے فیصلے یا بات کو غلط ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ ایتھنز کا ہر سیاستدان، خطیب اور ادیب خود کو بڑا عالم سمجھتا تھا۔ سقراط نے ان کا لبادہ اتارا تو اندر سے کچھ نہ نکلا۔ اس پر لوگ سقراط سے چڑ گئے۔ سقراط بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ کاہنہ کہتی تھی "لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کچھ نہیں جانتے" مگر اُسے کم از کم اتنا تو علم ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا ہے۔ اپنی جہالت سے باخبر ہونا، جہالت سے نکلنے کے مترادف ہے۔

(اقتباس: بات سے بات۔ بشیر یوسوال
مرسلہ: شہزاد حسین۔ لاہور)

کلامِ باہو

کلمے دے گل تداں پوسی جداں کلمے دل نوں پھڑیا ہو
بے درداں نوں خبر نہ کائی، درد منداں گل مڑھیا ہو
کفر اسلام دی کل تداں پوسی جداں عین جگر وچ وڑیا ہو
میں قربان تنہاں توں باہو، جنہاں کلمہ صحیح پڑھیا ہو

ترجمہ: کلمہ طیبہ سے صحیح تعلق اس وقت قائم ہوتا ہے جب کلمہ دل کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جو لوگ درد عشق سے خالی ہیں وہ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ ہاں، صاحب دل اسے حرز جاں بنا کے رکھتے ہیں کفر اسلام کا فرق اس وقت معلوم ہوتا ہے، جب کلمہ جگر کو توڑ کے انسان کے اندر داخل ہوجائے۔ اے باہو! میں ان پر قربان جاؤں جنہوں نے کلمہ صحیح طور پر پڑھ لیا۔

(مرسلہ: اشفاق سلیم خان۔ کراچی)

قندیل

سعیدہ خاتون

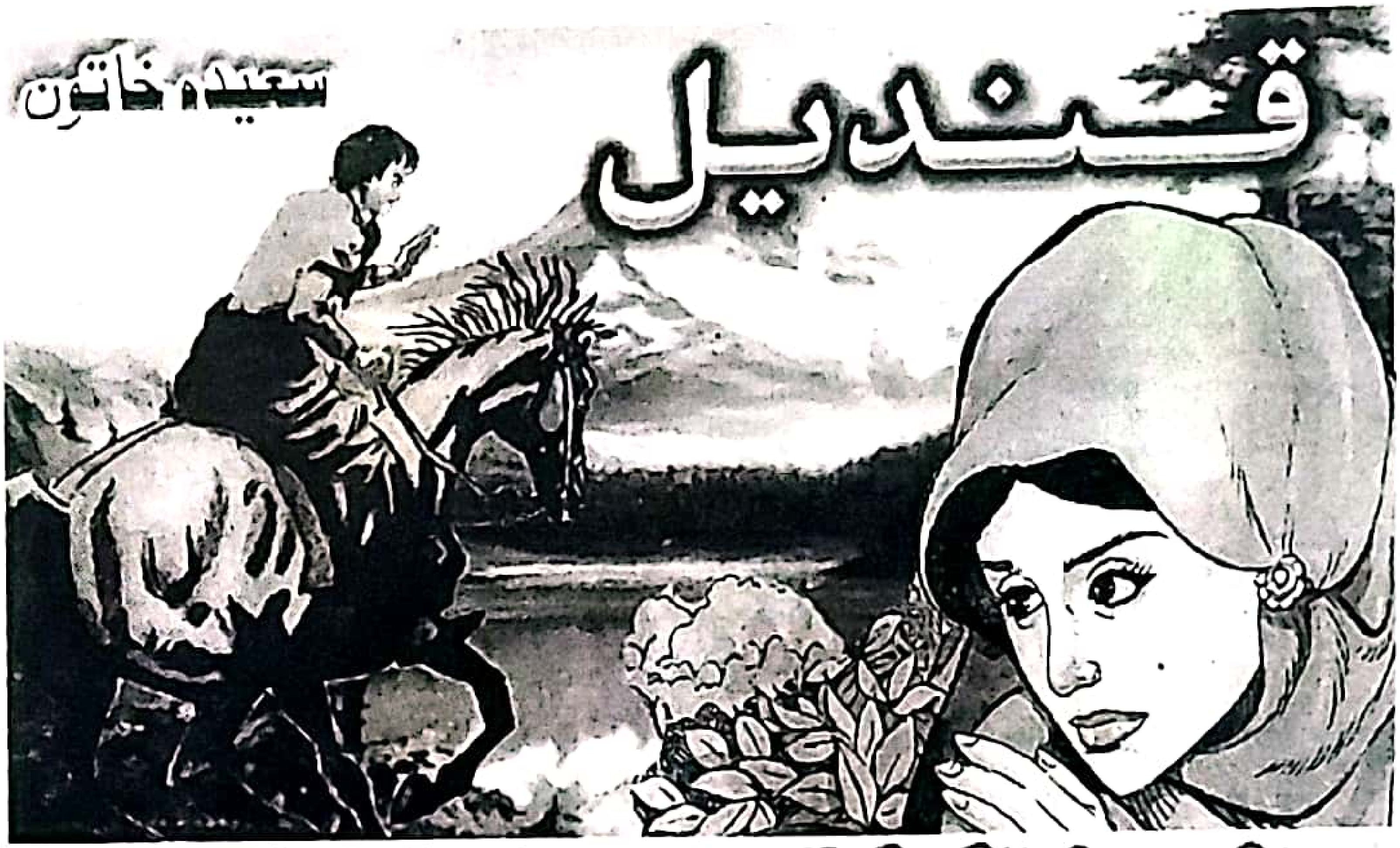

یہ لوحِ محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک انمٹ کہانی ہے
جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جانے والی ہے......

....چوبیسویں قسط....

یہ سنتے ہی عاقب فرشتے کے ساتھ فضاء میں بلند ہوا اور وادیٔ نوم سے نکل کر دونوں اعراف کے بارڈر کی طرف اڑنے لگے۔ جو بارڈر زمین سے لگتا ہے۔ آن کی آن میں دونوں اس مقام پر پہنچ گئے جہاں مرنے کے بعد زمین سے آنے والے اعراف میں داخل ہوتے ہیں۔ فرش پر قدم رکھتے ہی عاقب کا دل زور سے دھڑکا اور دھڑکن کے ساتھ ہی گلبدن کی صدا اس کے اندر گونج گئی۔ پاس ہی رحمٰن بابا اور خضر بابا کھڑے تھے۔ عاقب نے انھیں دیکھتے ہی بے ساختہ پوچھا " رحمٰن بابا۔ خضر بابا۔ گلبدن آرہی ہے ؟؟!"

دونوں نے مسکرا کر اس کی تائید کی۔ "ہاں بھئی تمہاری گلبدن آرہی ہے۔ تم اس کا خیر مقدم نہیں کرو گے "۔ عاقب ہنس پڑا۔ خوشی سے اس کا چہرہ اور نورانی ہو گیا۔ اس کے روئیں روئیں سے خوشی کی لہریں نکلنے لگیں۔ اتنے میں گلبدن زمین کی سرنگ سے نکل کر اعراف کی زمین پر نمودار ہو گئی۔ اس کے چہرے پر سفر کی تھکان جھلک رہی تھی۔ عاقب ایک جست میں اس کی طرف بڑھا اور گلبدن کہہ کر اس سے لپٹ گیا۔ موت کی درماندگی زندگی کی قوت میں بدل گئی۔ روشنیاں ان کے جذبات کو خوشبو بن بن کے اُڑانے لگیں۔ دل شوقِ وارفتگی میں کہہ اُٹھے۔ موت ایسی حسین ہوگی۔ اس کا تو ہمیں اندازہ ہی نہیں تھا۔ دونوں جب اپنے آپ سے نکلے تو عاقب نے گلبدن کو خضر بابا اور رحمٰن بابا سے ملوایا۔ خضر بابا اور رحمٰن بابا نے گلبدن کی پیشانی چومی اور اعراف میں نئی زندگی کی کامیابی اور کامرانی کے لئے دعا دی۔

عاقب گلبدن کو اپنے گھر لے آیا۔ یہاں اس کے ممی بابا بھی آگئے۔ فرشتوں نے اپنے مہمانوں کی خوب تواضع کی۔ گلبدن سے دنیا کی باتیں ہوتی رہیں گلبدن نے ان لوگوں سے کہا "میں سوچا کرتی تھی کہ موت کی کیفیت کیا ہوگی اور آدمی موت کو کس طرح محسوس کرتا ہوگا"۔

عاقب نے مسکرا کر پوچھا "تو پھر تم نے موت کو کیسا پایا اور کن مراحل سے گزریں ؟"

گلبدن نے بتانا شروع کیا "عاقب کے انتقال کے

Scanned with CamScanner

گزشتہ قسط کا خلاصہ:۔ رحمٰن بابا عاقب کو وادیٔ نوم تک پہنچا دیتے ہیں جہاں خضر بابا کی ڈیوٹی ہے۔ عاقب وادیٔ نوم میں داخل ہو کر وہاں موجود فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے خضر بابا تک پہنچا دیا جائے۔ خضر بابا کی خدمت میں حاضر ہو کر عاقب کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میں گلبدن کافی رنجیدہ ہے۔ پھر خضر بابا عاقب کو وادیٔ نوم کی سیر کراتے ہیں، وہاں پر موجود فرشتوں سے تعارف کراتے ہیں اور سب کی ذمہ داریوں کے متعلق عاقب کو آگاہ کرتے ہیں۔ خضر بابا عاقب سے کہتے ہیں اگر تم دنیا میں موجود گلبدن کی مدد کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے اسے کوئی بھی پیغام دے سکتے ہو۔ ایک دن عاقب یہاں سے غار والے جوانوں کو دیکھتا ہے جو اس کو دنیا کا موجودہ احوال بتاتے ہیں کہ قیامت صغریٰ کے بعد دنیا کی فضا کافی صاف ستھری ہو گئی ہے، نئی زندگی روحانی طرزوں پر قائم و دائم ہے اور لوگوں کی عمروں میں بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ غار والے جوانوں کو رخصت کر کے عاقب جب آگے بڑھتا ہے ایک فرشتہ آتا دکھائی دیتا ہے جو کہتا ہے رحمٰن بابا نے آپ کو بلوایا ہے آپ فوراً میرے ساتھ آ جائیں۔

بعد میں بہت افسردہ رہنے لگی تھی۔ دنیا میں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ بچے میرا غم بانٹنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ میں محسوس کرتی تھی کہ عاقب یہیں کہیں میرے ساتھ ہی ہیں۔ بچوں کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد تو عاقب کی یاد اور زیادہ آنے لگی۔ پھر وہ دن بھی آ گیا کہ میری بیماری اپنے عروج پر پہنچ گئی"۔ گلبدن نے دیکھا کہ سب لوگ اس کی گفتگو دلچسپی اور توجہ سے سن رہے ہیں۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی "ایک دن بیماری کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور اس کے بعد مجھے ماورائی مخلوق نظر آنے لگی۔ چند روز کے بعد میری بیماری بہت شدید ہو گئی۔ آخر میں نے دیکھا کہ خضر بابا میرے پاس آئے ہیں۔ خضر بابا ڈاکٹروں والا ایپرن کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا "عاقب عالم اعراف میں تمہاری راہ دیکھ رہا ہے کیا تم چلنے کے لئے تیار ہو؟" میں نے حامی بھر لی۔ میں بیڈ پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ میرے سامنے ایک اسکرین لگی ہوئی تھی۔ خضر بابا نے فرمایا کہ اس اسکرین پر اپنی نگاہیں مرکوز کر لو۔ میں نے اس اسکرین پر اپنے جسم کا باطن دیکھا جیسے ایکسرے۔ میں نے دیکھا کہ میں لیٹی ہوں۔ میرے جسم کے اندر روشنی بھری ہوئی ہے جیسے غبارے کے اندر ہوا بھری ہوتی ہے۔ اس طرح جسم کے اندر روح کی روشنی سر سے پاؤں تک سمائی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ جسم محض ایک خول ہے جو روح کی حفاظت کے لئے ہے۔ جیسے بچہ رحم میں بند ہوتا ہے۔ روح جسم کے اندر اس طرح بند ہے کہ پاؤں کے اندر پاؤں، ہاتھ کے اندر ہاتھ، گردن کے اندر گردن غرض یہ کہ جسم کے اندر روح اسی طرح سمائی ہوئی ہے جیسے جسم دکھائی دیتا ہے۔ خضر بابا کے ہاتھ میں روشنی کا ایک آلہ تھا۔

انہوں نے آلہ کو جسم کے پاؤں سے چھوا اس کا لمس روح کے پاؤں نے محسوس کیا اور پاؤں کی روشنی اوپر سمٹ گئی۔ اس طرح وہ جسم کے ہر حصے کو چھوتے اور اس کی روشنی سمٹتی جاتی۔ روح جس حصے کو چھوڑتی وہ حصہ جسمانی حس سے محروم ہو جاتا لیکن روح کی روشنی بڑھ جاتی۔ جب پیٹ روح کی روشنیوں سے خالی ہوا تو معدے کی مشینری بند ہو گئی۔ بھوک پیاس کا احساس بھی ختم ہو گیا۔ جیسے جیسے روح کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی میرا موت کا خوف ختم ہو کر سکون و اطمینان میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ گویا جسم سے حس منتقل ہو کر روح میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی اب روح کی روشنیاں دل کے مقام سے آہستہ آہستہ اوپر کی جانب سمٹیں۔ دل کی مشین ایک جھٹکے سے بند ہو گئی جیسے مشین روٹین میں چلتے چلتے بند ہو جائے تو کچھ جھٹکے لگتے ہیں۔ نبضیں ڈوبنے لگیں، دل کی حرکت غیر معمولی ہو گئی پھر مجھے لگا جیسے میرا دل مردہ ہو گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ میں مر گئی ہوں۔ اب تو میری زندگی روح ہے۔ میں جسم نہیں بلکہ روح ہوں اور اس خیال کے ساتھ ہی ساری توجہ روح کی جانب مبذول ہو گئی۔ یوں لگا جیسے روح کی روشنی ایک دم سے نہایت تیزی کے ساتھ سمٹ کر حلق میں آ گئی ہے۔ میری

سانسیں تیز اور بے ترتیب ہو گئیں اسی لمحے روح کی ساری روشنیاں سمٹ کر آنکھوں میں آگئیں۔ آنکھ کی پتلی کے سوراخ سے روح کی روشنی باہر نکل آئی۔ میں نے یعنی روح کی نظر نے دیکھا کہ نور کا وسیع و عریض سمندر ہے۔ اس سمندر کے اندر سے روح مچھلی کی طرح آہستہ آہستہ باہر نکلتی جا رہی ہے باہر نکلتے ہی میں نے ایک نظر پانی کے اندر دیکھا سمندر کی تہہ میں اپنا مردہ جسم بیڈ پر لیٹا دکھائی دیا"۔

گلبدن اپنی موت کی کیفیات بتا کر خاموش ہوئی تو خضر بابا نے کہا "جسم روح کا لباس ہے۔ جب تک روح اس لباس میں رہتی ہے جسم چلتا پھرتا ہے جیسے بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے بچہ اپنے تمام تقاضے ماں سے پورے کرتا ہے۔ ماں کھاتی ہے تو بچہ کھاتا ہے، ماں پیتی ہے تو بچہ کی پیاس بجھتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو بچے کے تمام تقاضے انفرادی بن جاتے ہیں۔ اب بچے کو خود اپنی نشوونما کے لئے کھانا پینا پڑتا ہے، سانس لینا پڑتا ہے۔ موت کا لمحہ حواس کی تبدیلی کا لمحہ ہے۔ قانونِ قدرت کے اعتبار سے ہر شئے دو رخوں پر مبنی ہے۔ حواس کے بھی دو رُخ ہیں۔ جسمانی حواس اور روح کے حواس۔ دونوں حواس ایک ورق کے دو صفحے ہیں جو رُخ سامنے ہو حواس اسی رخ میں کام کرتے ہیں۔ لیکن ایک حالت میں یہ حواس دونوں رُخوں میں کام کرتے ہیں جیسے ورق کھڑا کر دیا جائے تو دونوں طرف کے صفحے سامنے آجاتے ہیں۔ حواس کی اسی بلندی کو اعراف کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "کچھ انسان اعراف کی بلندی پر بیٹھے ہوں گے اور وہاں سے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کریں گے"۔ اعراف وہ فصیل ہے، جہاں زمانی اور مکانی فاصلے ایک لائن میں آجاتے ہیں۔ مکانی فاصلہ جسمانی حواس اور زمانی فاصلہ روحانی حواس کو تخلیق کرتا ہے۔ جہاں زمانی اور مکانی فاصلے ایک حدود پر اکٹھے ہو جاتے ہیں وہ لاشعور کی وہ حد ہے جہاں سے شعور شروع ہوتا ہے۔ اس مقام پر شعور لاشعور کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اس طرح غیب میں روح کے ساتھ پیش آنے والی کارکردگی کو دیکھ لیتا ہے"۔

کچھ دیر ہلکی پھلکی باتوں کے بعد خضر بابا عاقب اور گلبدن سے مخاطب ہوئے۔ "تم جانتے ہو کہ اصل وقت ازل سے ابد تک کا زمانہ ہے۔ ازل میں نورِ خداوندی حجابِ محمود کے پردے سے نکل کر ابد کی مسافتوں کو طے کرتے ہوئے مقامِ ابدیت پر جلوہ افروز ہوا۔ پردۂ عدم سے نکل کر پردۂ ظاہر پر ظہور پذیر ہوا۔ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کے نور کا پھیلاؤ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ابد تک کے زمانے کو مختلف اوقات میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے نام فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء اور تہجد بیان کئے گئے ہیں۔ تہجد زمانۂ ازل کی وہ گھڑی ہے جس لمحے نورِ خداوندی ذاتِ باری تعالیٰ کے اذن پر پردۂ عدم سے نکل کر لوحِ محفوظ پر اپنی شانوں کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تہجد کے مقام پر ذاتِ مطلق کا امر اپنے نور پر نزول کرتا ہے۔ اللہ ذوالجلال والاکرام کے امر و حکم پر نور اپنی صفات کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور زمانے کے تمام ادوار فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء سے گزر کر مقامِ معبودیت سے مقامِ عبدیت میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تاکہ نور کے ذرّے ذرّے کی نظر مطلق کو پہچان کر اس کی خالقیت اور ربوبیّت کا اقرار کرے اور نور کی صفات کے کمالات کو دیکھ کر امرِ الٰہیہ کے امور کی حکمتوں کا اعتراف کرے"۔

خضر بابا نے عاقب اور گلبدن کے کندھوں پر ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے اپنا بیان جاری رکھا "تم جانتے ہو کہ تمہارے سینوں میں قندیل روشن ہے۔ یہ روشنی تمہیں زمانۂ ازل کے ادوار سے گزرنے میں مشعلِ راہ بنے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ سعید روحیں جب عالمِ غیب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سفر کریں گی تو ان کا نور ان کے دائیں کو دوڑتا ہوگا۔ وہ اپنے نور کی روشنی میں غیب کے عجائبات کی سیر کریں گی۔ تم دونوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے۔ آج رات تہجد کے وقت تمہیں میرے ساتھ زمانے کے ادوار سے گزرنا ہے۔ تاکہ بندگی کا حق ادا کر سکو۔ یاد رکھو۔ بندگی کا حق

معبودِ برحق کی پرستش اور عبادت سے ادا ہوتا ہے"۔

عاقب اور گلبدن کے کندھوں پر خضر بابا کے ہاتھوں کے دباؤ سے دونوں کے اندر کرنٹ کی لہریں منتقل ہونے لگیں۔ دونوں نے محسوس کیا کہ ان لہروں کے ذریعے خضر بابا کے پیغام کی روشنی ان کے وجود کے ہر گوشے میں پہنچتی جاتی ہے۔ ان کی نظر اپنے وجود کے اندر خضر بابا کی روشنی کی لہروں کو پھیلتا ہوا دیکھنے لگیں۔ جیسے پانی سے بھرے شیشے کے گلدان میں پودے کی جڑیں صاف دکھائی دیتی ہیں۔

اس کے بعد خضر بابا نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کے اسمائے الٰہیہ کا جمال ہیں۔ جمال کا دیکھنا ہی جمال کی تعریف ہے۔ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والے علوم مشاہداتی علوم ہیں۔ کتابوں میں پڑھ کر یہ علوم اس وجہ سے حاصل نہیں ہوتے کیونکہ الفاظ کے حروف انوار کے لئے پردہ بن جاتے ہیں۔ آدمی کی نظر پردے کو دیکھتی ہے انوار کو نہیں دیکھتی۔ نظر جس چیز کو دیکھتی ہے اس کا عکس دماغ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ پھر یہی عکس بار بار دماغ کے پردے پر منعکس ہوتا رہتا ہے۔ یعنی نظر کا دیکھا ہوا یہ پہلا عکس یقین کی بنیاد ہے۔ یقین کی دو سمتیں ہیں۔ ایک سمت حقیقت ہے دوسری سمت مفروضہ ہے لیکن چونکہ یہ دونوں سمتیں ایک ہی بنیاد پر کھڑی ہیں اس وجہ سے حقیقت اور مفروضہ دونوں ہی یقین کے لباس میں دکھائی دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر نظر دھوکہ کھا جاتی ہے۔ مگر جیسے ہی یقین کے پردے میں حقیقت کی روشنی نظر آتی ہے تمام مفروضہ نظریات ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حقیقت کی یہی روشنی قلب کی آنکھ بن جاتی ہے۔ غیب کا ہر مشاہدہ یقین کی بنیاد پر انسان کے اندر کام کرنے والی صلاحیت بن کر ابھرتا ہے۔ حقیقت کی ہر روشنی روح کی فطرت ہے۔ غیب کے مشاہدے سے روحانی طرزِ فکر متحرک ہو جاتی ہے۔ تمام مفروضہ نظریات و صلاحیتیں روح کی فطرت سے جدا ہیں۔ یہ عالم ناسوت کی روشنیوں کا ردعمل ہے جس کی وجہ سے عالم ناسوت کی حدود سے نکلتے ہی نظر پر ان کی خرابیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ اگر عالم ناسوت کی روشنیوں کا ردعمل انسان کے حواس کے دائروں میں شدید ہو تو آدمی کے اندر سفلی تحریکات بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ مرنے کے بعد اسفل میں جا گرتا ہے۔ یعنی انسانی نفس کی کمزوریاں حرکت میں آجاتی ہیں جن کا روح کی فطرت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ روح اپنی ذات میں فطرتاً معصوم ہے۔ روح کی ذاتی حرکت امر ربی کی حرکت ہے۔ روح کا شعور امر ربی کا شعور ہے۔ غلطی کا مرتکب انسانی شعور و عقل بنتا ہے روحانی شعور نہیں بنتا۔ روحانی شعور غیب کے انکشافات کرتا ہے"۔

ایک دن صبح صادق کے وقت عاقب کی آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی روح کے حواس شعوری حواس سے متصل ہو گئے۔ اسی لمحے شعور میں تجسس ابھرا۔ ممتا کی نظر کیا ہے اور کس طرح دیکھتی ہے۔ ذہن کا سوال جواب کا پیش رفت نکلا۔ اس نے دیکھا روح آسمان کی جانب بڑے انہماک سے دیکھ رہی ہے۔ عاقب نے بھی اس کی تقلید میں آسمان کی جانب نظر ڈالی۔ تمام آسمان خوبصورت رنگ برنگی تصاویر سے مزین تھا۔ دل نے کہا یہ عالم تمثال کا پردہ ہے۔ اس نے اب غور سے اس پردے کو دیکھا تو یہ آسمان دکھائی دیا۔ ذہن یا عقل بولی یہ پردہ ہی آسمان ہے۔ اس آسمان پر رنگین شعاعوں سے بہت واضح اور خوبصورت تصاویر بنتی جا رہی تھیں۔ روح کی نظر بہت دیر تک ان تصاویر کو دیکھتی رہی۔ جس طرح کیمرہ اپنے اندر تصویر محفوظ کر لیتا ہے اسی طرح روح کی آنکھ نے بھی اپنے اندر آسمان پر نمودار ہونے والے عکس اتار لئے۔ آسمان پر عکس بدلتے جا رہے تھے اب روح نے آسمان سے نظر ہٹائی اور نیچے زمین کی جانب نظر کی۔ نہایت ہی احتیاط سے نظر کی روشنی میں ایک انتہائی لطیف عکس جو ہو بہو آسمان کے عکس جیسا تھا، روشنی میں نیچے اترا۔ روح کی نظر زمین پر ایک عورت پر تھی۔ نظر کی روشنی میں یہ لطیف ترین جلوہ یا عکس اتر کر اس کے اندر سمٹ کر بیٹھ گیا۔ عاقب کے لب فطرت کی معصومیت پر

مسکرا اٹھے۔ اسی لمحے روح نے اس کی جانب دیکھا۔ کہنے لگی " مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مصور الارحام سے معمور کیا ہے۔ لوحِ محفوظ کی تمثالیں اس پردے پر اترتی ہیں۔ دراصل یہ تمثالیں پردے کے اندر اترتی ہیں۔ وہاں سے آہستہ آہستہ اس پردے پر ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ عالمِ تمثال کے پردے پر تصویر کا ہر رنگ اسمائے الٰہیہ کی صفت ہے۔ کائنات کا ہر نقش اپنی ذات میں اسمائے الٰہیہ کی فطرت پر ہے۔ لوحِ محفوظ کی ہر تمثال اللہ تعالیٰ کی بہترین صناعی ہے۔ روح اللہ کے امر کو کائنات میں جاری و ساری رکھنے کے کام پر مقرر و مامور ہے۔ جس صناعی کو اپنے اسماء کے انوار سے مزین کر کے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ خالقیت کی شان کر رہی ہے۔ اسی صناعی کو امرِ ربی یا روح خالق کے حکم پر دہرا رہی ہے۔ امرِ ربی اللہ کا ارادہ ہے۔ روح اللہ کے ارادے پر کام کرتی ہے۔ روح کی کارکردگی میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ عاقب کے ذہن میں ایک دم سے سوال پیدا ہوا۔ پھر خرابی کہاں ہے؟ اس کے کچھ کہنے سے پہلے روح بولی " روح کا ہر کام اسمائے الٰہیہ کی فطرت پر ہے۔ میں اسمائے الٰہیہ کی فطرت کے مطابق مصور ہوں۔ جس طرح اسمائے الٰہیہ میرے افق پر تصویر کشی کرتے ہیں میں ہو بہو اسی طرح کرتی ہوں"۔ اب اس نے عاقب کو دوبارہ وہی منظر دکھایا کہ آسمان پر ایک نہایت ہی حسین تصویر ہے۔ روح نظر بھر کر اس کو دیکھتی ہے پھر زمین پر نظر کرتی ہے اور نظر کی روشنی میں یہ جلوہ آسمان سے زمین کی جانب اترتا چلا آتا ہے۔ زمین پر ایک عورت کے اندر سمٹ کر سما جاتا ہے۔ یہ حسین جلوہ ہو بہو آسمان کی تصویر جیسا تھا۔ اب اس کی نظر روح کی نگاہ کی روشنی میں اس عورت پر تھی۔ اس کی اندھیری کوٹھری میں ایک پائپ نما سوراخ کے ذریعے دھواں داخل ہونے لگا۔ روح کی بنائی ہوئی تصویر متاثر ہونے لگی۔ عاقب دھوئیں کو دیکھ کر پہلے ہی جان چکا تھا کہ تصویر کے اصلی رنگ دھوئیں کی سیاہی کے پیچھے چھپ چکے ہیں مگر امرِ ربی کی ہر حرکت کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح جاری و ساری ہے۔ اسے کون روک سکتا ہے۔ زمین کی تخلیق دھوئیں کے خول میں گھری تھی۔ اس نے دیکھا روح کی نظروں میں ایک دم سے ممتا کی روشنی چمکی اور اس روشنی نے دھوئیں کے اس خول کا احاطہ کر لیا۔ روح کی توجہ مسلسل اسی تصویر کی جانب تھی۔ عاقب نے روح کی روشنی میں اس کی توجہ کی جانب دیکھا۔ روح کی توجہ اور تحفظ کی فکر قطار اندر قطار فرشتوں کے روپ میں دخان کے اندر اترتے چلے جا رہے تھے۔ ان فرشتوں نے اس تخلیق کو ہر طرف سے گھیر لیا تاکہ اس کی ہر حرکت کنٹرول میں رہے۔ روح بولی جس طرح ذاتِ خالق کی صفتِ خالقیت کا مظاہرہ روح کے ذریعے ہو رہا ہے یعنی روح عالمِ تمثال کے تمثل کو اللہ کے امر کے انوار سے سیراب کر کے جسمِ مثالی کی صورت میں ڈھالتی ہے جسمِ مثالی روح کی تخلیق ہے۔ یہی جسمِ مثالی مادی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا میں تخلیقی قانون کے مطابق مادی وجود کے لئے عورت و مرد سبب بنتے ہیں۔ پس یہ مادی وجود جسمِ مثالی کے مادی جسم کی تخلیق میں روح کے شریک ہیں۔ اگر عورت و مرد اپنی روح سے واقف ہوں اور اپنے اندر کام کرنے والے امر کی حرکات سے تعاون کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کی تخلیق میں کوئی نقص رہ جائے۔ ایسی صورت میں خلق کی کمزوری کے پس پردہ کوئی نہ کوئی حکمت سامنے آجاتی ہے جس سے دل پر سکون رہتا ہے اور اللہ پر یقین بھی پختہ رہتا ہے"۔

عاقب نے روح سے پوچھا تو کیا صرف صلبی اولاد ہی کی تخلیق میں انسان کے ارادے کا دخل ہے یا روح کے اور بھی کاموں میں انسانی ارادہ شامل ہوتا ہے؟ روح بولی "انسان کے ذہن پر ہر خیال جسمِ مثالی کی ایک تصویر ہے جو روح کے امر کی صورت ہے۔ انسانی ذہن کے اندر یہ روشنیاں تخلیقی مدارج سے گزرتی ہیں اور کسی نہ کسی صورت میں خواہ یہ صورت مادی ہو یا ماورائی ہو، تخلیق ہو جاتی ہیں۔ مادی صورت کو انسان کی آنکھ دیکھ لیتی ہے یا

ظاہری حواس کسی طرح پہچان لیتے ہیں مگر ماورائی صورت کو انسان کے باطنی حواس پہچانتے ہیں اور ظاہری حواس ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد انسان اپنے ارادے کی تخلیق کردہ دنیا میں پہنچ جاتا ہے اسی کو اعمال کا ریکارڈ کہتے ہیں"۔ عاقب کے ذہن میں خیال گزرا کہ جانے کتنے ہی خیالات اور اعمال ہم سے الٹے سیدھے ہوتے رہتے ہیں جن کی خبر بھی نہیں ہوتی یا ہم توجہ بھی نہیں دیتے۔ اس میں آدمی کا کیا قصور، یہ تو زندگی ہے بس گزر رہی ہے۔ روح فوراً بولی، وہ اس کے ہر خیال سے واقف تھی بولی "انسان تو ایک مشین ہے جو روح کے خیالات کی تصویر کا پی بنا رہی ہے۔ مشین درست ہوگی تو کاپی بھی صحیح بنے گی ورنہ جیسی بھی بنے گی اسی کو دیکھنا پڑے گا"۔ نظر کی خاصیت ہے کہ وہ حسن وجمال کو پسند کرتی ہے۔ بد صورت شئے کو زیادہ دیر دیکھنے سے دماغ پر دباؤ پڑتا ہے۔ یہی انسان کی سزا ہے۔ میری نظر دور افق پر جا پہنچی۔ ہری بھری جنتوں میں روح اپنے محبوب کے ساتھ تھی۔ دل پہچان گیا، اللہ کے ارادے کی تصویروں کا عکس روح کی آنکھ میں ہے۔ روح کی آنکھ کا عکس میرا تصور ہے۔ میرا تصور ہی میری جنت ہے۔

اب عاقب کو چلتے پھرتے ہر دم محسوس ہونے لگا جیسے آسمان سے تجلی کا نزول ہوتا ہے اور یہ تجلی نیچے آتے آتے تک ساری دنیا میں دائرے کی صورت میں پھیل جاتی ہے اور روشنی کے اس دائرے میں سارا عالم آجاتا ہے۔ اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر غور کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تجلیاں سارے عالمین کو فیڈ کرتی ہیں۔ اللہ کی تجلیاں سارے عالمین پر محیط ہیں۔ ان تجلیات میں اسمائے الٰہیہ کا ادراک ہے اور یہی ادراک تقسیم ہو کر کائنات کے افراد کا شعور بن جاتا ہے۔ اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی لامحدودیت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ تجلی کا نور ازل سے ابد تک تمام عالمین پر محیط تھا۔ میری نگاہ آفاق پر تجلیوں کو گرتا ہوا دیکھنے لگی۔ آفاق پر نمودار ہوتے ہی تجلی کی روشنی نہایت تیزی سے پھیلتی جاتی اور اس پھیلتی ہوئی روشنی کے اندر نہایت چمکیلے ذرات ستاروں کی صورت میں پھیلتے جاتے۔ یہاں تک کہ تجلی کی روشنی کے اندر تمام عالمین آجاتے اور تجلی کی روشنی تمام عالمین کو گھیر لیتی۔ عاقب کی نظر روشنی کی فضا میں چمکیلے ذرات پر گئی اور پھر وہیں ٹھہر گئی۔

(جاری ہے)

عظیمی دواخانہ

ناظم آباد نمبر 1۔ گلستان جوہر بلاک 18

اوقات:

پیر تا جمعرات شام 5 سے 8 بجے تک

وقار یوسف عظیمی سے مسائل اور امراض کے سلسلے میں بالمشافہ ملاقات کے لئے.....

ناظم آباد نمبر 1: اتوار دن 10 بجے سے 1 بجے تک۔ پیر اور جمعرات شام 5 بجے سے 8 بجے تک۔

رابعہ سٹی گلستانِ جوہر: منگل، بدھ شام 5 بجے سے 8 بجے تک

مزید معلومات کے لئے

فون نمبر: 6688931

6685469

پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

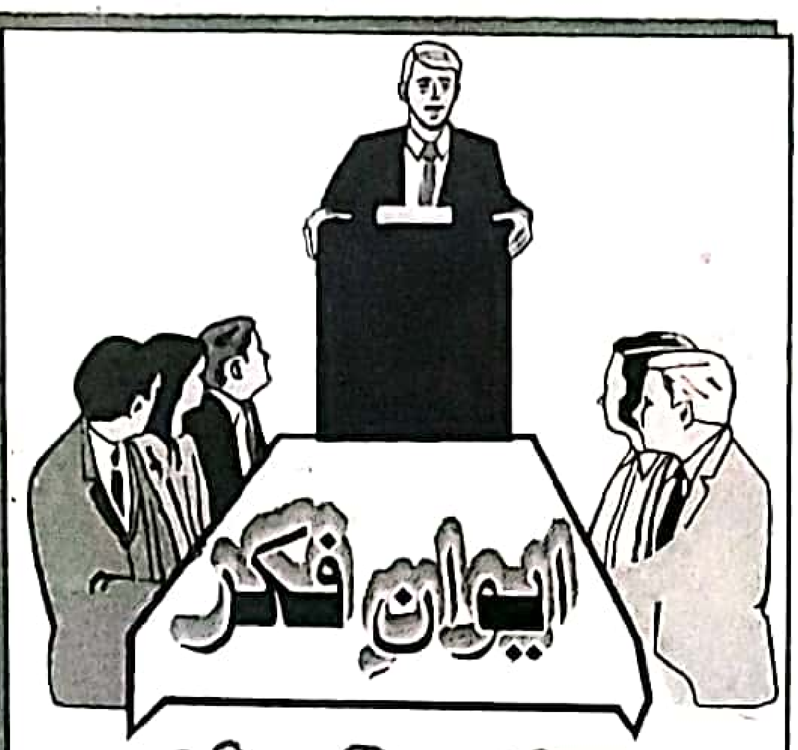

مرتبہ: احسن عظیم محامد

مختلف معاشرتی موضوعات پر اجتماعی طور پر غور و فکر اور اظہارِ رائے کے لئے اوپن فورم

نصف ایمان

مدثر جمال۔ کراچی

ایوانِ فکر کے کالم میں قارئین کو آزادانہ اظہارِ رائے کے مواقع دینے پر ادارۂ روحانی ڈائجسٹ کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں بھی اس کالم کے ذریعے ایک نہایت اہم موضوع قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور بہنوں اور بھائیوں کو اس اہم مسئلے پر بھی غور و فکر کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔

ہمارا مذہب اللہ کا پسندیدہ مذہب ہے۔ اس مذہب کی تعلیم کے مطابق آدمی کا آدھا ایمان یہ ہے کہ وہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھتا ہو۔ جیسا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "صفائی نصف ایمان ہے"۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس لئے نہیں ہے کہ اسے محض کتابوں میں لکھ کر ان کتابوں میں دفن کر دیا جائے یا طغرے بنا کر گھر کے ڈرائنگ روم میں سجا دیا جائے۔ حضور ﷺ کے دور میں یہودی نہایت گندے تصور کئے جاتے تھے اسی لئے بعض احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے جب مسلمانوں کو صفائی کی ترغیب دی تو یہ بھی فرمایا کہ یہودیوں کی طرح گندے مت رہو۔ صحرا نشین بدّو یا دیہاتی تو نہانے دھونے سے ہی دور بھاگتے تھے جب مسلمان ہوئے تو ان پر دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنا لازم قرار دیا گیا۔ دانتوں اور منہ کی صفائی کے لئے مسواک پر بہت زور دیا گیا۔ ماضی میں مسلمان یہودیوں کی گندگی کی مثالیں دیا کرتے تھے اب شاید یہودی ہم مسلمانوں کی گندگی کو عبرت قرار دیتے ہوں گے۔ خود امریکہ میں یہودیوں کی بستیاں ایسی ہیں جہاں قدم رکھتے ہی وہاں پہنچ کر غیر معمولی صفائی ستھرائی کا احساس ہوتا ہے۔

گزشتہ دنوں سنگاپور میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس کا مقصد اس بارے میں غور کرنا تھا کہ بیت الخلاء کیسے ہونے چاہئیں؟ اور کیا اقدامات کئے جائیں کہ بیت الخلاء میں جا کر آدمی فرحت و انبساط محسوس کرے؟

یہ ہیں وہ یہود و نصاریٰ اور ایسی قومیں جنہیں ملحد اور کافر کہتے ہوئے ہماری زبانیں نہیں تھکتیں اور دوسری طرف ہم ہیں کہ گلی کی گٹر لائن کسی وجہ سے پھٹ جائے یا ٹوٹ جائے تو کوئی اسے ٹھیک کروانے والا نہیں ملتا۔ محلے میں ایسے لوگ بھی بڑی تعداد میں ہوتے ہیں جو روزانہ مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں۔ اس گندگی کو پھلانگتے ہوئے ان کے کپڑے بھی یقیناً اکثر ناپاک اور آلودہ ہو جاتے ہوں گے مگر عموماً سب ہی حکومت، بلدیہ اور اربابِ اختیار کو برا بھلا کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ آیئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپنے کتنے معاملات میں ہم حکومت کے تعاون کا انتظار کرتے ہیں۔ کسی کی گلی میں گٹر لائن ٹوٹ جائے اور وہاں کوئی سیاسی یا مذہبی رہنما آرہا ہو تو لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ بلدیہ اس گٹر لائن کو صحیح کرنے آتی ہے یا نہیں اور سب مل کر اس کی صفائی کروا دیتے ہیں۔ کسی کے گھر میں تقریب ہو اور اس کے لئے گلی میں ٹینٹ لگانا ہو تو اس وقت بھی گٹر صحیح کرانے کے لئے کوئی بلدیہ کے جمعدار کا انتظار نہیں کرتا اور خود ہی پیسے خرچ کر کے اسے صحیح کروالیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات

ثابت ہو جاتی ہے کہ ہم خود یہ بُرائیاں دور کر سکتے ہیں لیکن اسے دوسروں پر ڈال کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے فرار چاہتے ہیں۔ بے حسی یہاں تک بڑھتی ہے کہ ہم گندگی پھلانگ پھلانگ کر نماز کے لئے مسجد میں تو چلے جاتے ہیں لیکن شاید یہ نہیں سوچتے کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ آدھا ایمان تو ہماری بے حسی کے ہاتھوں اس گندگی میں بہہ گیا باقی اللہ جانے کس نوعیت کا ہے۔

گندگی کا دوسرا مظاہرہ آتے جاتے کسی دیوار کے ساتھ پیشاب کرتے حضرات نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کو شاید اس بات کا احساس ہی نہیں کہ وہ اس طرح ناصرف اپنا وقار کم کر رہے ہیں بلکہ اپنی قوم و ملت کے لئے جگ ہنسائی کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر نہایت ڈھٹائی سے دیر تک زیر جامہ ہونے والی کارروائی مزید باعثِ شرم محسوس ہوتی ہے۔ چند سال پہلے ایک جاپانی انجینئر ہماری کمپنی میں مشینوں کی جانچ کے لئے آیا تھا۔ ایک مرتبہ کار میں ہم لوگ جا رہے تھے تو اچانک اس نے گاڑی روکنے کا کہا۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی۔ انجینئر نے گاڑی پیچھے کروائی۔ اس نے ایک شخص کو پان کی پیک تھوکتے دیکھا تھا۔ انجینئر سمجھا کہ شاید اس آدمی کو خون کی قے ہو گئی ہے اس لئے اس کی مدد کے لئے فوراً گاڑی رکوائی۔ اصل بات جان کر اسے متلی ہونے لگی اور بالآخر اسے اتنی گھن آئی کہ فوراً گاڑی سے اتر کر قے کر دی۔ پان اور گٹکا کھانے والے شوقینوں کی ہمارے ملک میں کوئی کمی نہیں ہے۔ پان لکھنؤ کے مسلمانوں کی تہذیب کا نشان ہے لیکن پان کے ساتھ جو سلوک ہم لوگ کر رہے ہیں وہ گندگی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پچھلے دنوں کے ڈی اے کی بلڈنگ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ عمارت کراچی کی خوبصورت عمارتوں میں سے ایک ہے۔ سیڑھیوں سے اوپر چڑھتے ہوئے فلور کے کونے پر ہم نے پان کی پیک کے نشانات دیکھے۔ ہمیں نہایت افسوس ہوا کہ اتنی اچھی عمارت کے ساتھ اتنا بُرا سلوک۔ یہ سلوک آپ کو اکثر پبلک مقامات پر نظر آئے گا۔ سینما ہال، بازاروں، شاپنگ سینٹرز، تھیٹرز، ہوٹل، گلی، محلوں اور چوراہوں پر پان کی پیک کے نشانات آپ کو ضرور نظر آجائیں گے۔ گندگی کے ان بے شمار نشانوں کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایسی قوم ہے جس کی مذہبی تعلیمات میں یہ بات ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے ؟؟

لکھتے ہوئے عجیب ہی لگتا ہے لیکن پان کے علاوہ بھی تھوکنے کا کراہت آمیز رواج ہمارے ہاں بہت زیادہ ہے۔ چلتے پھرتے اور گزرتے ہوئے بلا سوچے سمجھے تھوکنے کی عادت بہت غیر مہذب ہے۔ اس گندگی کو دیکھ کر نفاست پسند آدمی کی طبیعت خراب ہونے لگتی ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ دو چار آدمی کسی جگہ بیٹھے گپ شپ کر رہے ہیں اور گندگی بھی پھیلاتے جا رہے ہیں مگر شاید گندگی کو گندگی سمجھنے کا شعور ہی ختم ہو گیا ہے اسی لئے کوئی اپنے ساتھی کی اس غلطی کی نشاندہی نہیں کرتا۔ چلتی گاڑیوں سے تھوکنے کی قبیح حرکت اور زیادہ خراب ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے کئی مرتبہ سڑک پر کھڑے لوگوں کو اس متعفن گندگی میں نہاتے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ بس میں سفر کرتے ہوئے ایک موٹر سائیکل سوار نے موٹر سائیکل بس کے آگے روک کر گاڑی رکوائی اور بس میں چڑھ گیا کہ کس نے پان کی پیک تھوکی ہے۔ اس کے سفید براق کپڑے پان کی پیک سے سُرخ ہو چکے تھے اور ہیلمٹ سے بھی یہ گندگی ٹپک رہی تھی۔ اکثر لوگوں کے اندر یہ عادت بھی بڑی مستحکم ہے کہ اپنے گھر کا کچرا گلی میں پھینک دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا گلی ان کی نہیں ہے یا یہ محلّہ کسی غیر کا ہے ؟ کسی غیر کا محلّہ بھی تو ہمارے علاقے، ہمارے شہر اور ہمارے ملک کا حصہ ہے۔ کیا ہم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ اس کچرے کو کچرے خانہ یا کچرہ کنڈی میں ڈالیں بلکہ اکثر تو کچرہ کنڈی کے باہر ہی کچرے کا ڈھیر نظر آتا ہے اور کچرہ کنڈی خالی ہوتی ہے شاید ہم اجتماعی بے حسی کا شکار ہیں۔ ہم راہ چلتے ہوئے کانٹا اٹھا کر ایک طرف پھینک دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسے پسند فرمایا ہے لیکن ہمیں گندگی کے ڈھیر نظر نہیں آتے۔ اُبلتے گٹر، خاک و دھول اُڑاتی ٹوٹی پھوٹی گلیاں اور سڑک دکھائی نہیں دیتیں۔ کیا یہ چیزیں

آدمی کے لیۓ کانٹے سے زیادہ تکلیف دہ نہیں ہیں ؟ !؟ لیکن اکثر لوگوں کے نزدیک سنت کی ادائیگی صرف یہی ہے کہ وہ راستے سے کانٹا ہٹا دیں چنانچہ اُن کی نگاہیں صرف کانٹے ہی تلاش کرتی رہتی ہیں تاکہ اُسے وہ اُٹھا کر کنارے کر دیں اور "ثواب" کے حقدار ٹھہریں۔

یہ ساری باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ "ہاں گندگی بُری چیز ہے"۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اس گندگی کو ختم کرنے کے لئے آپ لوگ صفائی ستھرائی کے پرچار کے لئے مفید مشورے دیں۔ ایسے مشورے جو لوگوں کے کام آئیں۔ ان کے اندر تہذیب و تمدن اور طہارت پیدا کریں۔ آپ خود بھی اس اجتماعی بے حسی سے نکلیں اور دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانے سے گریز کریں اور اپنے عمل اور اپنی تحریر (ایوانِ فکر میں جواب) کے ذریعے اس نیک کام میں حصہ لیں۔ صفائی ستھرائی کی گردان کریں۔ باربار کی تحریک سے شاید ہم اپنے آپ کو بدلنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور نصف ایمان کے حصول کے لئے جو کوشش اور جدو جہد کی جائے گی کیا وہ جہاد نہیں ہوگا..... ؟! آپ صفائی کا شعور پیدا کر کے مسلمانوں کو ان کا نصف ایمان عطا کرنے کی کوشش کریں۔ براہِ مہربانی قلم اٹھایئے اور اپنی قیمتی رائے سے نوازیئے۔ میں آپ کے جوابات کا منتظر ہوں۔

اس مضمون میں مدثر جمال نے "نصف ایمان" کے عنوان سے کچھ سوالات اٹھائے ہیں اس حوالے سے آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟..... ہمیں لکھ بھیجئے۔ اپنی تحریریں اس طرح ارسال کریں کہ فروری کی 15 تاریخ سے قبل ہمیں موصول ہو جائیں۔ منتخب تحریریں اگلے ماہ ایوانِ فکر کے کالم میں شامل کی جائیں گی۔ خوبصورت اور مدلل الفاظ پر مبنی بہترین تحریر پر مراسلہ نگار کو جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے تحریر کردہ پمفلیٹس کا ایک سیٹ بطور تحفہ ارسال کیا جائے گا۔ تاہم بہترین تحریر کا اعزاز حاصل کرنے والے فرد کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا قلم کاغذ سنبھالئے اور جلد از جلد درج ذیل پتے پر اپنے خیالات تحریر کر کے بھیج دیجئے۔

ایوانِ فکر۔ روحانی ڈائجسٹ

1-D،1/7۔ ناظم آباد، کراچی۔ 74600

گزشتہ ماہ ایوانِ فکر میں "**جورو کا غلام...؟؟**" کے عنوان سے رئیسہ خاتون نے اظہارِ خیال کیا تھا۔ اس پر قارئین کرام کی بڑی تعداد نے اپنے تاثرات ارسال کئے۔ یہاں ہم منتخب تحریریں پیش کر رہے ہیں۔ اس ماہ کی بہترین تحریر "مقام شکر ہے مقام شکایت نہیں" کے عنوان سے شمع زہرا۔ گلشن اقبال، کراچی کی قرار پائی ہے۔ آپ اپنا مکمل پتہ لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ آپ کا تحفہ آپ کو ارسال کیا جاسکے۔

اختلاف برائے اختلاف

ڈاکٹر محمد تبسم۔ فیصل آباد

ایوانِ فکر میں محترمہ رئیسہ خاتون نے جو سوال اٹھایا ہے میرے خیال میں وہ صرف اختلاف برائے اختلاف ہے۔ یہ بات صرف آپ کے ذہن میں ہے کہ آپ کی بہو آپ کے بیٹے کو آپ کے متعلق غلط باتیں کہتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ایسی کوئی بات ہی نہ کرتی ہو۔ آج کا دور بہت تیز رفتار ہے۔ جس میں ہر فرد کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تاکہ ہم بھی دوسری قوموں کی طرح ترقی کر سکیں، ورنہ شاید ہم اس ساس بہو کی لڑائی کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ اب کوئی کام کسی مخصوص جنس کے لئے نہیں رہ گیا ہے۔ ہر کام مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔ اس لئے آپ اختلاف برائے اختلاف کو بھول کر آگے اور ترقی کا سوچئے۔

گاڑی کے دو پہیے

قرۃ العین احمد، کراچی

رئیسہ خاتون کا کہنا ہے کہ ان کی بہو فرماں بردار ہے، سب کو عزت دیتی ہے، مل جل کر رہتی ہے، سب کا ادب واحترام کرتی ہے۔ بیٹا بھی فرماں بردار ہے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اگر وہ ایسی بیوی کے ساتھ پیار و محبت سے رہتا ہے تو اس میں برائی کیا ہے؟ بلکہ ان کو تو خوش

ہونا چاہئے کہ جس بہو کا انہوں نے انتخاب کیا ہے یہ انتخاب کتنا صحیح ہے۔ اس نے ان کے بیٹے کو کتنا خوش رکھا ہوا ہے اور یقیناً اس وجہ سے گھر کا ماحول بہت اچھا ہو گا اور یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کہ گھومنے جانا اور ہوٹل میں کھانا کھانا وغیرہ وغیرہ... اگر یہ سب باتیں تہذیب کے دائرہ میں رہ کر کی جائیں تو کوئی برائی نہیں ہے بلکہ اگر یہ آفر رئیسہ خاتون خود اپنی فیملی کو دے دیا کریں کہ آج میری طرف سے تم سب کو باہر ڈنر پر چلنا ہے۔ یہ اور اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتیں اگر وہ خود ہی شیئر کر لیں تو اس میں ان کی خود بھی عزت بڑھے گی۔

قابل رشک گھرانہ

رفعت آراء۔ ڈپارٹمنٹ آف کیمسٹری، کراچی یونیورسٹی

محترمہ رئیسہ خاتون صاحبہ! سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارکباد دینا چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے فرمانبردار بیٹا اور بہو عطا کئے۔ اپنے مضمون کے آخر میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ "اگر کسی جگہ میں غلط ہوں تو میں اپنی غلطی تسلیم کرلوں گی"۔ نہایت معذرت کے ساتھ عرض کرتی ہوں کہ آپ کسی جگہ نہیں بلکہ ہر جگہ غلط ہیں۔ آپ کو اپنے بیٹے سے شکایت ہے کہ وہ جورو کا غلام ہے۔ چھٹی والے دن گھر کے کام کاج میں بیگم کا ہاتھ بٹاتا ہے، بیوی کی دل بستگی کا سامان کرتا ہے، اسے اپنے ساتھ شاپنگ کراتا ہے اور باہر کھانا کھلاتا ہے۔ خاتون! اگر آپ نے سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا ہو تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھر والوں خصوصاً اپنی بیویوں کے لئے سکون کا باعث تھے۔ وہ گھر کے کام بھی کرتے تھے اور امورِ سلطنت بھی سنبھالتے تھے۔ سفر میں بھی اپنی بیویوں کو ساتھ رکھتے تھے اور تفریح کے لئے باہر بھی لے جایا کرتے تھے۔ اگر آپ کا بیٹا یہ کام کر رہا ہے تو یہ پیغمبرانہ طرزِ فکر کے عین مطابق ہے اور بیوی کا خیال رکھنا تو خوشنودیٔ خداوندی ہے۔

حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی

سعدیہ شیخ۔ راولپنڈی

پیغمبرانہ تعلیمات کی روشنی میں دیکھیں تو خدا نے صرف حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور نہیں دیا بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی پر زیادہ زور دیا ہے۔ ہمارے پیارے رسول پاکؐ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑے سیتے، خود اپنے جوتے مرمت فرماتے، خود بکریوں کا دودھ دوہتے، اگر وہ پاک ہستی خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کام کرتی تھی تو آج کا مرد گھریلو کاموں میں اپنی عورتوں کا ہاتھ بٹانے میں کیوں شرمندگی محسوس کرے گا؟.....

لاعلمی؟ یا ناسمجھی؟.....

نزہت یاسمین۔ شعبۂ علوم اسلامی، جامعۂ کراچی

محترمہ رئیسہ خاتون نے اپنے مضمون میں یہ تذکرہ بھی کیا کہ اول تو عورت گھر سے باہر کی دنیا دیکھنے کی روادار ہی نہیں اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ باہر نکلے بھی تو شوہر ذی وقار چند قدم آگے چلیں، خواہ پیچھے چلنے والی ٹوپی برقعے کی وجہ سے کسی کھلے مین ہول کی نظر ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن شوہر اپنی مردانگی پر ہرگز آنچ نہ آنے دے۔ اسلام ہر حصہ اور ہر معاشرے کے لئے قابلِ اطاعت دین ہے اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور اسلام جدید ٹیکنالوجی اور اس سے حاصل ہونے والی آسانیوں کے حصول سے ہرگز منع نہیں کرتا۔ آج کا مرد بھی ان جدید اصولوں سے فوائد حاصل کرتا ہے وہ دفتر وقت پر پہنچنے کے لئے تیز رفتار سواریوں پر سفر کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر بات روایت کی پاسداری ہی کی ہے تو اسے بھی ماضی کی طرح بیل گاڑیوں اور گھوڑوں پر سفر کرنا چاہئے تھا۔ اگر موجودہ دور کی عورت محض اپنی آسانی کی خاطر ہی سہی نئی اور جدید چیزوں کا استعمال کرے اور دشواریوں کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرے تو یہ اقدام لائقِ تحسین اور لائقِ تائید ہے۔

زنگ آلود ذہن

اُمِ رباب، نانو آنہ شرقی۔ حافظ آباد

رئیسہ خاتون کے خیالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا محترمہ میرا خیال ہے کہ اخلاقیات کی حد نئی نسل پار نہیں کر رہی بلکہ آپ جیسے خیالات رکھنے والے زنگ آلود ذہن اس دھارے میں بہہ رہے ہیں جو ذہنی طور پر آج بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں آج سے پانچ سو سال پہلے تھے۔ آپ کا کہنا ہے کہ آپ کے زمانے میں مرد جب گھر میں داخل ہوتا تھا تو بچے اور عورتیں خاموش ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ کیوں؟ کیا مرد انسان نہیں ہوتے یا جنوں جیسی ہیبت رکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی انسان گونگا بن جائے۔ بے شک مرد جس طرح کما کر سارے گھر کا خرچ چلاتا ہے اس کا جذبہ قابلِ قدر اور احترام اپنی جگہ ہے لیکن اسی مرد کو انڈرسٹینڈنگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اسے جسمانی آرام

یوگا پریکٹس

حسن و صحت میں اضافے کے لئے کار آمد اور مفید سلسلہ

محمد شارق

شہنشاہِ چین "چہ ہانگ ٹی" نے 221 قبل از مسیح میں ایک وفد ہندوستان اس مقصد کے لئے بھیجا کہ وہاں کے سادھوؤں اور جوگیوں سے وہ "پراسرار آبِ حیات" لے کر آئیں جو سادھوؤں کو کبھی بوڑھا نہیں ہونے دیتا اور مسلسل ان کی عمر میں اضافہ کرتا رہتا ہے تاکہ شہنشاہ بھی اسے پی کر مستقل جوان اور سدابہار رہے۔ چنانچہ وفد ہندوستان پہنچا اور سادھوؤں کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ سادھوؤں نے سدا جوان اور پُرکشش رکھنے والا وہ "آبِ حیات" چینی وفد کے حوالے کردیا۔ جسے پاکر شہنشاہ نے حیرت انگیز اور بھرپور فوائد حاصل کئے۔

آپ جاننا چاہیں گے کہ وہ آبِ حیات کیا تھا۔ وہ آبِ حیات یوگا کے وہ انداز نشست تھے جنہیں اگر کوئی اپنالے تو وہ اپنے گم گشتہ شباب کو دوبارہ حاصل کرلے اور اگر اپنانے والا جوان ہے تو یقین جانیے مستقل شباب اس کے اختیار میں ہوگا اور وہ ایک سحر انگیز شخصیت کا مالک ہوگا۔ مصر کی مشہور ملکہ "قلوپطرہ" جس کے حسن کا آج بھی شہرہ ہے، جب اس کے حسن و جمال اور سحر آفرینی کا راز پوچھا گیا تو جواب میں اس نے کہا "یوگا"۔

یوگا دراصل سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "ملنا" یا "ملاپ" ہے۔ یہ ہندومت سے ماخوذ ہے اور اس کی افزائش اور ارتقاء ہندوستان ہی میں ہوا۔ مخصوص مذہبی پس منظر کی وجہ سے یہ صرف ہندوستان کے طول و عرض ہی میں محدود سمجھا گیا۔ ایک زمانہ تھا جب یہ فن یہاں کے جوگیوں اور سادھوؤں کے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔ عام خیال یہی تھا کہ یہ ہندو فقراء کی وضع کی ہوئی ورزشیں اور آسن ہیں جو ان کی عبادت کا ایک حصہ ہیں اور صرف یہی لوگ ان پر عمل پیرا ہوسکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہ فن ہمیشہ عوام کی دسترس سے دور جوگیوں اور سادھوؤں کے قبضے میں رہا اور بڑے پُراسرار طریقے سے نسل در نسل راہبوں، یوگیوں، سادھوؤں اور صحرانوردوں میں منتقل ہوتا رہا۔ صرف اونچی ذات کے ہندو برہمن ہی اس سے استفادہ کرسکتے تھے۔ یوگا پر سنسکرت کی مشہور کتاب "گرانڈ اسمیتھا" میں مذکور ہے:

"یوگا کو عوام سے ایسے پوشیدہ رکھا جائے جیسے قیمتی خزانے کی حفاظت کی جاتی ہے"۔ چونکہ ہندومت میں عبادت کا حق و اختیار صرف اونچی ذات کے ہندوؤں کو حاصل ہے۔ لہٰذا اس فن کو عبادت کا حصہ سمجھنے والے عام لوگ ہمیشہ اس سے خائف رہے۔ جبکہ محبت و اخوت کا درس دینے والے "شری رام چندر جی" فرماتے ہیں:

"یوگا مذہب نہیں ہے اسے ہر کوئی اپنا سکتا ہے خواہ وہ کسی مذاہب اور عقیدے کا ہو"۔ لیکن اونچ نیچ اور ذات پات پر یقین رکھنے والے ہندو برہمنوں نے "شری رام چندر جی" کی تعلیمات پر پردہ ڈال کر یوگا کو ہمیشہ عوام سے چھپا کر مذہب کی قید میں رکھا۔ جیسے جیسے شعورِ انسانی ترقی کرتا چلا گیا پراسراریت کے طلسم ٹوٹتے چلے گئے۔

Scanned with CamScanner

آج زمانہ بالکل بدل چکا ہے پچھلے وقتوں کے راز اب راز نہیں رہے۔ یوگا بھی جدید سائنسی ریسرچ سے آراستہ ہو کر عوام کے سامنے بے پردہ ہو چکا ہے۔ اب یہ فن محض گیان دھیان اور عبادت کا حصہ نہیں ہے بلکہ مذہب کی قید سے آزاد ہو کر ایک ایسی زبردست سائنٹیفک تکنیک کی شکل میں سامنے آیا ہے جس نے یورپ اور امریکہ میں حیرت انگیز نفسیاتی تحریک کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ وہ قومیں جو بظاہر چاند، ستاروں کو تسخیر کر چکی ہیں لیکن اپنی مشینی اور سرمایہ دارانہ طرزِ حیات کے بوجھ کے نیچے دلی کراہ رہی ہیں انہیں یوگا کی مشقوں میں اپنے لئے راہِ نجات نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بڑی تیزی سے یوگا کی تعلیم دینے والے متعدد ادارے یا "ہیتھ یوگ آشرم" وجود میں آرہے ہیں۔ جہاں مختلف اندازِ نشست کے ذریعے ذہنی سکون حاصل کرنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ اعصابی تناؤ دور کیا جاتا ہے۔ صحت کی بحالی کی تدابیر بتائی جاتی ہیں اور صحت کو تادیر قائم رکھنے کے گُر سکھائے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یوگا سے مختلف جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ جب سے مغرب نے یوگا میں دلچسپی لینا شروع کی ہے ساری دنیا کی توجہ اس حیرت انگیز اور معجزاتی تکنیک کی جانب مرکوز ہو گئی ہے۔ مختلف ادارے لوگوں کو یوگا کی رغبت دلا رہے ہیں اور مختلف طریقوں سے افراد کو یوگا کی افادیت سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں آج بھی لوگ یوگا سے یہی مراد لیتے ہیں کہ کسی دیوار کے سہارے سر کے بل کھڑے ہو جاؤ تو یہ یوگا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس طرح بھی یوگا کے آسن ہوتے ہیں مگر یوگا صرف یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی جسمانی ورزشیں کئی طرح کے اندازِ نشست کے ذریعے کی جاتی ہیں جو صحت و تندرستی کی نشوونما اس کی بحالی اور اسے تادیر قائم رکھنے کے لئے ناقابلِ یقین اثر دکھاتی ہیں۔ جس کے لئے کچھ خرچ بھی نہیں کرنا پڑتا اور ہر خاص و عام، عورت، مرد، بچہ و بوڑھا اسے آسانی سے اختیار بھی کر سکتا ہے۔

یوگا سے جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ ذہنی سکون بھی حاصل ہوتا ہے۔ جسم اور روح کا باہمی تعلق ہوتا ہے۔ یوگا کی ورزشیں صرف جسم ہی نہیں بلکہ روح کی صحت کا سامان بھی رکھتی ہیں۔ یہ ورزشیں جسمانی نظام سے ہم آہنگ اور اس کی روحانی ضرورت کا تقاضہ پورا کرتی ہیں۔ ان ورزشوں پر عمل کر کے ہر شخص جسمانی طور پر تندرست و توانا اور روحانی اعتبار سے غیر معمولی طاقت کا مالک بن سکتا ہے۔

یوگا میں سانس کی ورزشیں بھی شامل ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دورانِ خون کو زیادہ فعال اور روح کو زیادہ ہشاش بشاش بنایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح کو بے شمار مخفی اور پُراسرار قوتوں سے نوازا ہے۔ یوگا کے ذریعے ان پراسرار اور خوابیدہ قوتوں کو بیدار کیا جاسکتا ہے۔ ماہرینِ یوگ نے ان پراسرار قوتوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت سے تجربات کئے، بے شمار مخفی قوتوں کا سراغ لگایا اور کئی قسم کی ریاضتیں ایجاد کیں اور ان ریاضتوں کے ذریعے جسم کے ہر ہر عضو کو کنٹرول کیا۔ حتیٰ کہ بعض نے یہاں تک ملکہ حاصل کرلیا کہ جب چاہا دل کی حرکت بند کرلی، عمل تنفس کو معطل کیا اور ایک معینہ مدت کے لئے سو گئے اور پھر مقررہ وقت پر جاگ گئے۔ ایسے ہی ایک جوگی کا واقعہ 1837ء میں لاہور میں پیش آیا۔ جب "ہری داس" نامی ایک ہندو یوگی لاہور میں وارد ہوا۔ اس نے اہلِ لاہور کو مختلف کمالات دکھانے کے بعد دعویٰ کیا کہ اگر اسے زندہ دفن کر دیا جائے تو وہ بغیر کھائے پئے اور بغیر ہوا کے چالیس روز تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ خبر اس وقت کے برٹش کونسل کے سربراہ تک پہنچی۔ جو مخفی علوم کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے فوراً ہی یوگی کو بلوایا۔ دورانِ ملاقات یوگی کی پراسرار شخصیت سے وہ بے حد متاثر ہوئے اور یوگی کے دعویٰ کو آزمانے کی حامی بھر لی۔ چنانچہ ضروری دستاویزات تیار کی گئیں اور ایک دن مقرر کر دیا گیا۔ مقررہ روز سے ایک دن پہلے

یوگی نے صرف ایک گلاس دودھ پیا۔ دوسرے دن اس نے یوگا کی مشق نولی Nauli سرانجام دی جس کا مقصد پیٹ کے نچلے حصے کو صاف کرنا تھا۔ اس مشق سے فراغت کے بعد یوگی نے ایک ململ کا کپڑا جس کے ایک سرے پر ڈوری بندھی ہوئی تھی نگل لیا۔ اسے معدے میں دس منٹ تک رہنے دیا تاکہ وہ رطوبت جذب کرلے۔ بعد ازاں اس کپڑے کو باہر کھینچ لیا۔ اس مشق کو یوگا کی اصطلاح میں "داہوتی" کہتے ہیں۔ اس عمل سے فراغت کے بعد یوگی کے چیلوں نے اس کی زبان چوتھائی انچ کے قریب جڑ سے کاٹ دی اور اسے الٹا کر کے حلق میں پھنسا دیا۔ بعد ازاں تمام جسمانی سوراخ موم سے بند کردیئے گئے۔ یوگی نے ہچکی لی اور "مر گیا"۔ دل کی دھڑکن اور نبض رُک گئی۔ سانس کی آمد و رفت ختم ہوگئی۔ چنانچہ اسے تابوت میں بند کر کے پولیس کا پہرہ لگایا گیا اور پھر ٹھیک چالیس روز بعد تابوت میدان میں لایا گیا۔ خلقت تھی کہ اُمڈی پڑ رہی تھی۔ بہر کیف تابوت کی مہریں چیک کی گئیں پھر برٹش کونسل کے سربراہ اور ڈاکٹر ہول برگ کی موجودگی میں تابوت کھلوادیا گیا۔ اور یوگی کے مردہ جسم کو باہر نکالا گیا۔ یوگی کے چیلوں نے اس کے جسم کو گرم پانی سے دھویا اور زیتون سے اس کی مالش کی۔ زبان جو حلق میں موڑ دی گئی تھی واپس لائی گئی۔ تمام جسمانی سوراخ جو موم سے بند کردیئے گئے تھے کھول دیئے گئے۔ یکایک یوگی نے ہچکی لی اور آنکھیں کھول دیں۔ یہ عوام کے لئے ایک ناقابلِ یقین واقعہ ہے لیکن یوگا کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔ ایک اور یوگی کے بارے میں جناب "ارسنٹ وڈ" ڈین آف سان فرانسسکو یونیورسٹی نے اپنی مشہور کتاب "پریکٹیکل یوگا" میں لکھا کہ "میں نے الٰہ آباد میں ایک ہندو یوگی کو دیکھا وہ محض اپنی قوتِ ارادی سے کسی شخص کو آدھے گھنٹے کے لئے چھ فٹ کی بلندی پر معلق کردیا کرتا تھا اور پھر ساتھ ہی ساتھ یوگی نے تمام ناظرین کو دعوت دی کہ وہ معلق شدہ شخص کے اوپر نیچے لکڑی گھما کر دیکھیں کہ کہیں وہ کسی ڈوری وغیرہ سے تو بندھا ہوا نہیں ہے۔ جناب ارسنٹ وڈ نے خود اپنی چھڑی معلق شخص کے اوپر نیچے گھما کر اپنی تسلی کی، واقعی وہ شخص بغیر کسی ڈوری کے ہوا میں معلق تھا"۔

یوگا کی مشقوں پر عمل پیرا ہونے والے مبتدی کی قوتِ ارادی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کو اپنے جذبات اور اپنے جسم پر کنٹرول حاصل ہوجاتا ہے۔ یوگا کی مشقوں میں کامیابی کے بعد آدمی کی مافوق الفطرت قوتیں بھی بیدار ہونے لگتی ہیں۔ لیکن قارئین کرام یہ بھی کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ کیونکہ قدرت نے انسان کے اندر بے شمار صلاحیتیں پوشیدہ کردی ہیں۔ ہر شخص ان صلاحیتوں کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس طرح یہ تاثر قطعی غلط ثابت ہوجاتا ہے کہ پُراسرار قوتوں کا اظہار صرف مخصوص لوگوں تک ہی محدود ہے۔ دراصل عام آدمی ان صلاحیتوں کو محض اس لئے حاصل نہیں کرپاتا کہ اس کے اندر ان صلاحیتوں کے استعمال کی طرف یکسوئی اور ذہنی مرکزیت کا فقدان ہوتا ہے۔ ذہنی یکسوئی کی مشقوں کی کتنی ہی طرزیں دنیا میں رائج ہیں۔ مختلف مذہبی عبادات انسان کو ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ شخص اس کے روحانی یا باطنی رخ کی طرف یکسو ہوجائے۔ مراقبہ بھی ذہنی یکسوئی کا اہم ذریعہ ہے۔ اسی طرح گیان دھیان بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اندر کا کھوج لگانا.....

یوگا جس کے اکثر آسن جانوروں کی حرکات کو دیکھ کر متعین کئے گئے ہیں کو دنیا بھر میں مقبولیت اس کے جسم و صحت پر مثبت اثرات کی بناء پر ملی ہے۔ یوگا کی مشقوں پر عمل پیرا ہو کر انسان بیماریوں کے خلاف اپنے مدافعتی نظام کو متحرک کرسکتا ہے۔ جسم کے دیگر نظاموں کی اصلاح کرسکتا ہے۔ سدا بہار خوبصورتی اور دیرپا حسن و دلکشی حاصل کرسکتا ہے۔ آپ یوگا کر کے طویل عرصے تک جوان رہ سکتے ہیں بس تجربہ شرط ہے۔

(جاری ہے)

Scanned with CamScanner

بقیہ: اجنبی پودے

یہاں تک کہ Biological Controla-gents جو ماحولیات کے لئے اچھے سمجھے جاتے ہیں وہ بھی نقصان سے مبرا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے Or-ganism جو بعض خاص کیڑوں اور بیکٹیریا کو قابو کرنے کے لئے متعارف کرائے گئے ہوں اپنے اصل حریفوں کے بجائے دوسری انواع کو اپنا نشانہ بنالیں۔

اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں اگرچہ حملہ آور پودوں پر کافی معلومات نہیں مگر پھر بھی تخمیناً غیر ملکی پودوں کی 700 انواع موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر پاکستان بننے سے قبل کاشت کئے گئے۔ ان میں سے ایک میکسیکو کا پودا پروسوپس جیولیفورا Prosopis Julifora یا Mesqeite ہے۔ سندھ میں دیوی کے نام سے موسوم کیا جانے والا یہ پودا ریگستان میں لگانے کے لئے 1878ء میں انگریزی حکومت نے درآمد کیا۔ آج یہ صوبہ میں ہر قسم کے مقامی پودوں پر حملہ آور ہے اور کئی ایک مقامی پودے نابود ہونے کے قریب ہیں بالخصوص تذکرہ اس کا شکار ہونے والا درخت ببول ہے جو زمین کے کٹاؤ کو روکنے میں بہت مفید ہے۔

آسٹریلیا کا یوکلپٹس تقریباً سو سال پہلے یہاں کاشت کیا گیا جواب بھی بڑے پیمانے پر ملک بھر میں بڑے شوق سے لگایا جارہا ہے۔ یوکلپٹس کے درخت میں ملیریا کے جراثیم کے خلاف مزاحم ہونے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ فلائنگ فوکس Flying Fox کی نشو ونما کے لئے بھی بے حد کارگر ہے۔ فلائنگ فوکس پھل کھانے والے چمگادڑ ہیں جن کی بہتات سے ملکی باغات کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یوکلپٹس کی گری ہوئی پتیاں کیمیائی اور طبعی طور پر مقامی جڑی بوٹیوں کی نشو ونما کو روکتی ہیں اس کے علاوہ اس میں موجود تیل کی وجہ سے بعض اوقات یہ آگ بھی پکڑ لیتا ہے۔ موسم گرما میں سخت تپش، خشکی اور تیز ہواؤں کی بدولت ان درختوں میں آگ لگ جانے کا زبردست خطرہ موجود رہتا ہے۔ اس کے علاوہ یوکلپٹس کو پانی کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس میں پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے یہ درخت پانی کے بے جا ضیاع کا باعث بھی بنتے ہیں۔

• جنوبی امریکہ کی بدنام پانی کی گھاس Water Hyacinth یا Eichhornia Grassipis سندھ اور پنجاب کی آبی حیات پر بڑی تیزی سے حاوی ہو رہی ہے۔ یہ پانی کی سطح پر ایک ناقابل نفوذ تہہ بناتے ہوئے مقامی انواع کی رسد بند کر دیتی ہے۔ ماہرین نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر اس کو ایسے ہی بڑھنے دیا جائے تو یہ دونوں صوبوں کے دریاؤں کو پاٹ کر ان کے آبی نظام کو تباہ کر کے ماہی گیری کو مفلوج کر سکتی ہے۔

آسٹریلیا ہی کا ایک اور درخت میٹلیوکا Metaleuca جو اپنی بے انتہا نمو کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح کو کم کرنے میں مدد دیتا ہے، 1906ء میں اسے فلوریڈا منتقل کیا گیا تاکہ Ever Glades کا آبی لیول کم کیا جاسکے لیکن یہ درخت بھی مضر ثابت ہوا اور اس نے مقامی پودوں اور جانوروں کی اقسام میں منتقل ہو کر پانچ لاکھ ایکڑ رقبہ کو سخت نقصان پہنچایا۔

1984ء میں کولیرپا ٹیکسیفولیا Cauler-pa Taxifolia جو کہ ایک آرائشی الجی ہے، بحیرۂ روم میں حادثاتی طور پر داخل ہو کر بڑے جارحانہ انداز میں حملہ آور ہو گئی جس کے نتیجے میں سمندری انواع کو شدید نقصان پہنچا اور بے شمار مچھلیاں مر گئیں۔

دنیا بھر میں ایسے غیر ملکی اور یلغاری پودوں کی یلغاری روش اور مقامی انواع کی حشر سامانیوں کی مثالیں بھری پڑی ہیں کیوں کہ جب کوئی پودا کسی دوسرے پودے کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس کا اثر اس سے جڑی تمام انواع پر پڑتا ہے جس میں بنی نوع انسان بھی شامل ہے اس لئے ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جس سے ان کی مضرتوں کو ختم کیا جائے تاکہ ایک صحت مند معاشرہ مرتب کرنے میں مدد مل سکے۔

Scanned with CamScanner

خدمت میں عظمت

سید محمد تسکین
کراچی

ایک امیر آدمی بہت مغرور تھا۔اس لئے اس کا کوئی دوست نہیں تھا ایک دفعہ امیر آدمی اکیلا سیر کرتا کرتا جنگل میں دور نکل گیا جب اُس نے واپسی کا ارادہ کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ راستہ بھول چکا ہے۔ اسی گھبراہٹ میں اُسے سخت بھوک پیاس محسوس ہوئی۔ وہ پانی تلاش کرنے لگا۔ دور ایک جھونپڑی نظر آئی۔اُس نے سوچا چل کر وہاں سے پانی مانگا جائے۔ جھونپڑی کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ امیر آدمی نے اس سے کچھ کھانے پینے کے لئے مانگا۔ بوڑھے آدمی نے امیر آدمی کو بٹھایا اور نہایت ادب سے کھانا اور پانی پیش کیا۔ امیر آدمی بھوکا تو تھا ہی تمام کھانا کھا گیا کھانا کھانے کے بعد امیر آدمی نے بوڑھے آدمی سے کہا ”اس کھانے کے کتنے پیسے ہوئے؟“ بوڑھے نے کہا ”جناب آپ ہمارے مہمان ہیں اور میں آپ سے پیسے کیسے لوں؟“ امیر آدمی نے بڑے غرور سے کہا ”مفت کھانا ہماری شان کے خلاف ہے بتاؤ کتنے پیسے ہوئے؟“ جب امیر آدمی نے بہت ضد کی تو بوڑھے آدمی نے کہا کہ ”اگر آپ ضد کرتے ہیں تو جو چاہے دے دیجئے“۔ امیر آدمی نے یہ سن کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا مگر جیب خالی تھی اُس نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا مگر وہ بھی خالی تھی۔ اس کی جیب میں پیسے نہیں تھے وہ پیسے گھر بھول آیا تھا یہ دیکھ کر امیر آدمی بہت پریشان ہوا اور بولا ”میں تمہارے کھانے کی قیمت نہیں چکا سکتا۔ اس کے بدلے میں تم مجھ سے کوئی کام کروا لو میں خوشی سے کروں گا“۔ بوڑھے آدمی نے بہت منع کیا لیکن امیر آدمی نہ مانا بوڑھا آدمی سوچ میں پڑ گیا پھر کہنے لگا ”میں نے آج کا سارا کام کر لیا ہے اب میرے پاس کوئی کام نہیں اگر تم کام کرنا ہی چاہتے ہو تو یہ کرو کہ میرے پرندوں کے برتن دھو کر اس میں پانی بھر دو“۔ امیر آدمی خوشی خوشی یہ کام کرنے پر راضی ہو گیا بوڑھے آدمی نے اُسے مشک دے کر کہا ”سامنے والی پہاڑی کے پیچھے چشمہ ہے وہاں سے پانی لے آؤ“۔ امیر آدمی مشک لے کر چل دیا۔ راستہ کٹھن اور ناہموار تھا۔ کئی میل مسافت کے بعد وہ پانی بھر کرلے آیا اس نے پرندوں کے برتن دھوئے اور اُن میں پانی بھر دیا۔ امیر آدمی یہ تمام کام کر کے بہت تھک گیا تھا وہ بوڑھے کی چارپائی پر لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ کچھ دیر ستانے کے بعد اُس نے بوڑھے آدمی سے پوچھا ”کیا روزانہ آپ اتنی دور جا کر پرندوں کے لئے پانی لاتے ہیں؟“ بوڑھے نے جواب دیا ”جی ہاں“ امیر آدمی نے کہا ”آپ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جب کہ چشمہ بہت دور ہے اور آپ بوڑھے بھی ہیں“ بوڑھے آدمی نے جواب دیا ”اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا عین عبادت ہے اور اللہ انہیں لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو اُن کی مخلوق کی بے غرض خدمت کرتے ہیں“۔ امیر آدمی یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور سوچنے لگا کہ ”جب ایک بوڑھا آدمی پرندوں کی اتنی خدمت کر سکتا ہے جو اُسے کوئی معاوضہ بھی نہیں دیتے تو میں امیر اور صحت مند ہو کر بھی اللہ کے بندوں کے کام نہیں آسکتا“۔ امیر آدمی نے فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ ہر ضرورت مند کے کام آئے گا اور کبھی غرور نہیں کرے گا۔

پیارے بچوں آپ نے دیکھا کہ خدمت میں ہی عظمت ہے اور اللہ کے بندوں کی بے غرض خدمت ہی عین عبادت ہے۔

ننھے آرکیٹیکٹ

کاغذ سے تعمیرات کیجئے

پیارے بچو! آج ہم آپ کو کاغذ سے مختلف چیزیں بنانا سکھائیں گے۔ اس کے لئے آپ چند خالی ڈبے یا پیکٹ ایک قینچی، ٹیپ، پنسل اور رنگ، چند سفید کاغذ، گتے اور پلاسٹک شیٹ لے لیں۔

گھر بنایئے: ایک خالی پیکٹ یا ڈبہ لیں اور اس پر سفید کاغذ چپکا دیں۔ اس کے بعد اس پر تصویر نمبر 1 کی طرح Start سے Finish تک نقطہ بنائیں۔ اس کے بعد ان نقطوں کو Start سے Finish تک قینچی کی مدد سے کاٹیں اور سیڑھی کی طرح موڑ لیں۔ دیکھیں تصویر نمبر 2،3 اور 4 اسی طرح کا ایک گتا الگ سے لیں اور اس پر دروازہ کی تصویر بنا کر اندر سے ٹیپ کے ذریعے چپکا دیں۔ اور باقی کھڑکیاں وغیرہ بھی بنالیں۔ دیکھئے تصویر نمبر 5

کیفے بنایئے: کیفے یعنی قہوہ خانے بنانا بہت آسان ہے۔ آپ صرف پیکٹ یا ڈبے پر سفید کاغذ چپکا لیں اور اس پر کھڑکیاں اور دروازہ بنالیں۔ دیکھئے تصویر نمبر 6 اور 7 کیفے کے دروازے اور کھڑکیوں پر شیشہ لگانے کے لئے آپ پلاسٹک شیٹ استعمال کر سکتے ہیں۔

فروٹ شاپ بنایئے: فروٹ شاپ یا دکان بنانے کے لئے آپ ڈبہ یا پیکٹ پر سفید کاغذ چپکا لیں اور گھر کی طرح Start سے Finish تک نقطہ بنائیں دیکھئے تصویر نمبر 8 اور اسے کاٹ کر موڑ لیں اور ٹیپ سے چپکا دیں۔ دیکھئے تصویر نمبر 9 اور 10 اب آپ اس پر کھڑکیاں وغیرہ بنائیں اور اپنی فروٹ شاپ مکمل کر لیں۔ دیکھئے تصویر نمبر 11

1
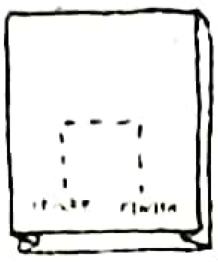

2
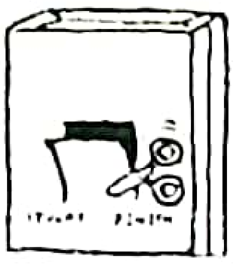

3
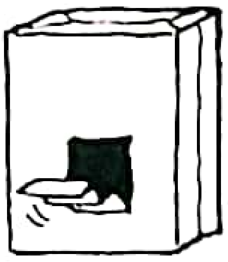

4
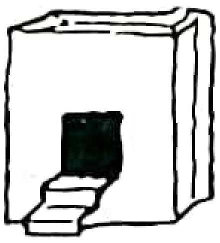

5
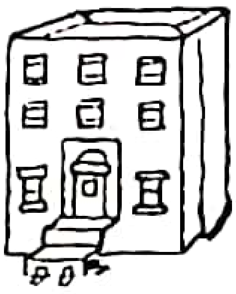

6
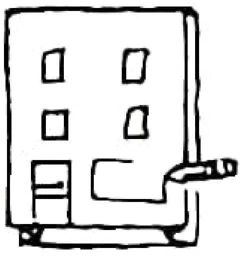

7
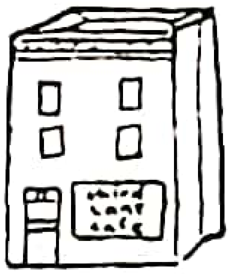

8
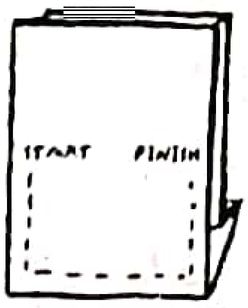

9
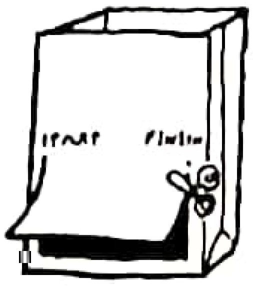

10
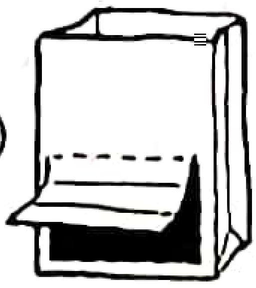

11
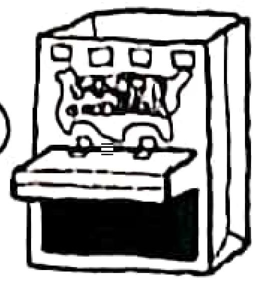

چڑیا گھر —— مہوش یوسفی

زرافہ

زرافے کا قد زیادہ سے زیادہ 19 فٹ ہوتا ہے۔ جتنا لمبا اس کا دھڑ ہے اس سے دوگنا لمبی اس کی گردن ہے۔ زرافہ کی گردن پر ملائم بال ہوتے ہیں اس کے جسم پر سیاہی مائل بھورے اون کے خوبصورت مستطیل دھبے پائے جاتے ہیں جس میں سفید دھاریوں کا خوبصورت جال بنا ہوا ہوتا ہے اس کا پورا جسم سفید لکیروں کے ساتھ گہرا بھورا ہوتا ہے۔ ہونٹ تقریباً ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔ ناک خچر کی طرح ہوتی ہیں۔ سر پر دو کان بالکل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان دو چھوٹے چھوٹے سینگ ہوتے ہیں۔ زرافہ کی زبان خاصی لمبی ہوتی ہے۔ جسے یہ چالیس سینٹی میٹر (16 انچ) تک باہر نکال سکتا ہے۔ لیکن اسے دنیا کا واحد گونگا چوپایہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زبان رکھتے ہوئے بھی بول نہیں سکتا۔

سائنس زرافہ کی 13 اقسام بتاتی ہے۔ اس کے علاوہ زائیر (کانگو) میں بھی گدھے کے برابر ایک جانور "اوکاپو" پایا جاتا ہے جس کی رنگت اور جلد زرافہ کی طرح ہوتی ہے۔ زرافہ کی سب سے خوبصورت قسم "میند" کہلاتی ہے۔ جس کے جسم پر نہایت خوبصورت مستطیل نما خانے بنے ہوتے ہیں۔

زرافہ صرف افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ دوسرے ممالک میں آپ کی ملاقات اس سے صرف چڑیا گھر یا پھر تصویروں میں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ افریقہ کے جھاڑی نما درخت ببول (کیکر)، تنزانیہ میں پہاڑی ڈھلانوں پر درختوں کی شاخیں، سوانا کی ٹیکریوں پر اُگی اونچی اونچی گھاس اس کی مرغوب غذائیں ہیں جو صرف افریقہ میں پائی جاتی ہیں۔

زرافہ عام طور پر صبحِ کاذب کے وقت روزانہ پانی پیتا ہے کیونکہ اس وقت دوسرے جنگلی جانوروں کا ہجوم نہیں ہوتا اور وہ سکون سے پانی پی سکتا ہے۔ زرافہ بغیر پانی پیئے کئی دن زندہ رہ سکتا ہے۔ زرافہ عام طور پر اکیلے بھی پانی پینے نہیں آتا۔ یہ اپنے دو یا تین ساتھیوں کے ساتھ پانی پیتا ہے۔ اگر ایک پانی پیتا ہے تو دوسرا آس پاس نگاہ رکھتا ہے کہ ممکنہ خطرے سے دوسرے کو آگاہ کر سکے۔ زرافہ مسلسل دو سے تین منٹ پانی پیتا رہتا ہے۔ پانی شاخیں اور گھاس کے علاوہ زرافہ اپنی صحت کے لئے افریقہ میں پائی جانے والی خشک زمینی قطعات کی بھوری مٹی چاٹتا ہے۔ اس مٹی میں سوڈا ایش، نمک اور سوڈیم کلورائیڈ پائے جاتے ہیں جو اس کی جسمانی ہڈیوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ زرافہ کے علاوہ دوسرے جانور جیسے شتر مرغ، افریقی بیل اور لمبی گردن والا ہرن بھی یہی مٹی کھاتے ہیں۔

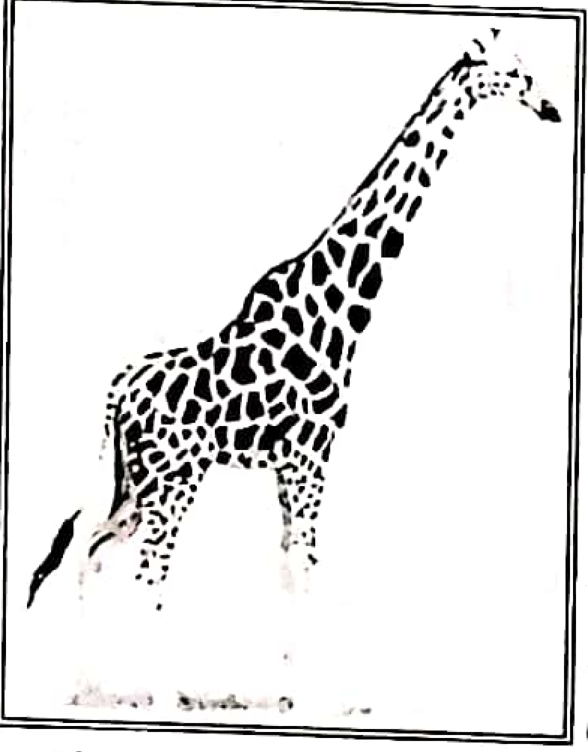

زرافہ جب بھی پانچ پانچ چھ چھ گروہ بنا کر شاخیں یا گھاس چرنے جاتے ہیں تو وہ گھاس چرتے وقت ہمیشہ ایک دوسرے کی مخالف سمت دیکھتے ہیں۔ اگر ایک مشرق کی طرف دیکھتا ہے تو دوسرا مغرب، تیسرا شمال، چوتھا جنوب کی طرف منہ کئے پتے یا گھاس کھا رہا ہوتا ہے۔ یوں وہ ہر سمت نگاہ رکھتے ہیں کہ کوئی جنگلی جانور حملہ نہ کر دے۔

چونکہ جانوروں میں سب سے لمبا جانور زرافہ ہے۔ اس لئے وہ درختوں سے بھی اونچا اور دور تک دیکھ سکتا ہے۔ زرافہ کے سننے کی حس بھی تیز ہوتی ہے۔ اس لئے دوسرے جانور جیسے ہرن، جنگلی گدھے وغیرہ، زرافہ کے ارد گرد ہی گھاس چرنے آتے ہیں اور جونہی کوئی خطرہ ہوتا ہے۔ زرافہ ان کو آگاہ کر دیتا ہے اور یہ جانور اس کی لمبی گردن کو دعائیں دیتے ہوئے محفوظ مقام پر چھپ جاتے ہیں اور زرافہ خود اپنے گروہ سے جا کر مل جاتا ہے۔ ہرن اور گدھے کے علاوہ زرافہ کا ایک اور دوست ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جنگل میں ایک چھوٹا سا پرندہ زرافہ کے جسم یا گردن کے ارد گرد نظر آتا

ہے۔ یہ پرندہ "اوکسی پیکر" کہلاتا ہے۔ جو زرافہ کے جسم اور اون کے اندر موجود کیڑے مکوڑے اور موٹی موٹی جوئیں نکال کر کھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ پرندے زرافہ کے کان بھی صاف کر دیتے ہیں اور جسم سے گرد و غبار اور ریت بھی جھاڑ دیتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی یہ پرندہ زرافہ کے لئے خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر زرافہ کے جسم پر کوئی زخم ہوتا ہے تو یہ اسے اپنی تیز دھار چونچوں سے خراب کر دیتا ہے کیونکہ اس زخم میں پرورش پانے والے کیڑے اس کی مرغوب غذا ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ زخم بگڑ جاتا ہے بعض اوقات زرافہ کی موت کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

زرافہ کی لمبی گردن جہاں اتنے فائدے دیتی ہے وہاں بلائے جان بھی ہے کیونکہ یہ فوراً ہی اس کے دشمنوں کی نگاہ میں آجاتی ہے۔ اس کے سب سے بڑے دشمن ببر شیر اور انسان ہیں اس کے علاوہ گیدڑ، بھیڑیے اور گدھ کا خطرہ محسوس کرتے ہی زرافے گھوڑے کی طرح دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی رفتار 50 کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ زرافہ کی ہلاکت یا تو دوڑتے ہوئے کسی شاخ سے گردن اٹک جانے کی وجہ سے ہوتی ہے جہاں اسے گدھ اور دوسرے جنگلی جانور چیر پھاڑ ڈالتے ہیں۔ یا پھر کئی شیر اکٹھے مل کر اس پر حملہ کرتے ہیں اور بالآخر اس کو کھا جاتے ہیں زرافہ کا گوشت شیر کی پسندیدہ غذا ہے۔ جب شیر اکیلا ہو تو وہ اس پر چھپ کر حملہ کرتا ہے عام طور پر جب زرافہ اکیلا پانی پی رہا ہو اور آس پاس سے بے خبر ہو۔

زرافہ کا بچہ پیدائش کے وقت سات فٹ لمبا ہوتا ہے اور روزانہ اعشاریہ تین میٹر کے حساب سے سات سال تک بڑھتا رہتا ہے۔ زرافہ کے بچے سے دوسرے زرافہ بھی محبت کرتے ہیں اور اس کی ہر ممکن حفاظت کرتے ہیں۔ زرافوں کے بچے جنگل میں ماں کے ساتھ ساتھ گھومتے ہیں اور اگر ماں اپنے بچوں کی نگرانی کے لئے بچے کے ساتھ نہ جا سکے تو دوسری مادہ زرافہ یہ کام اپنے ذمہ لے لیتی ہے۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ زرافہ بھائی چارے اور دوستی کی عمدہ مثال پیش کرتے ہیں۔

آرٹسٹ بنئیے

دی ہوئی ترتیب کے مطابق ڈرائنگ مکمل کیجئے

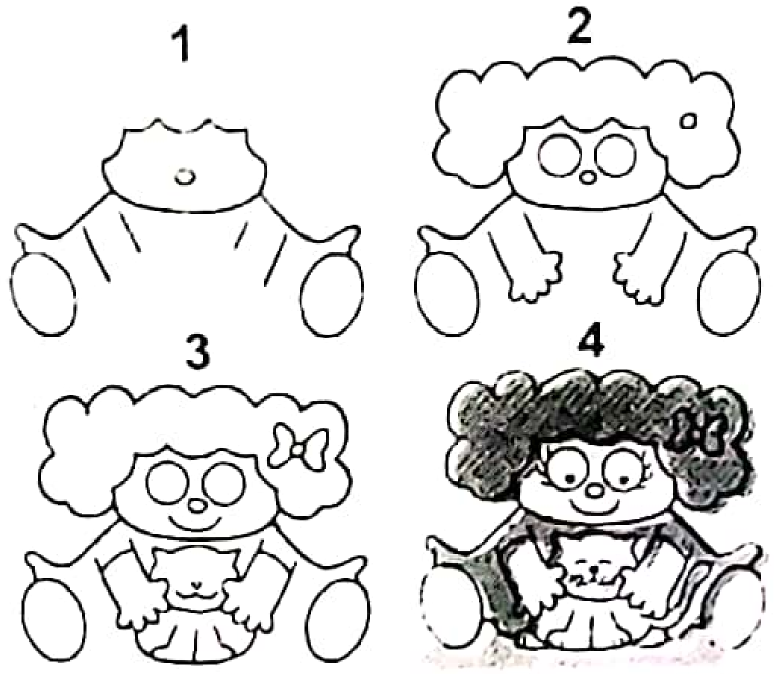

رنگ بھریئے

☺......ایک دوا فروش ہجوم میں اپنی دوا کی بڑی تعریف کررہا تھا۔ اس نے کہا "حضرات! میں یہ دوا بیس سال سے فروخت کررہا ہوں۔ لیکن یقین کریں آج تک کسی نے شکایت نہیں کی"۔ ہجوم میں سے آواز آئی "مردے شکایت نہیں کیا کرتے"۔
(مرسلہ: بصوری سلطان بخش۔ حیدر آباد)

☺......استاد: (شاگرد سے) "بتاؤ سب سے زیادہ چونا کہاں پایا جاتا ہے؟"
شاگرد: "سب سے زیادہ چونا میری دادی کے پان دان میں پایا جاتا ہے"۔
(مرسلہ: حسن نور۔ کراچی)

☺......ایک آدمی نے بیوی کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آکر خودکشی کا فیصلہ کرلیا اور بیوی سے کہا "اب اگر تم نے جھگڑا کیا تو میں شہر کی بیس منزلہ عمارت سے کود کر جان دے دوں گا"۔ بیوی نے کہا "اس شہر میں تو دس منزلہ سے اونچی عمارت ہی نہیں ہے"۔ ان صاحب نے کہا "کوئی بات نہیں میں دس منزلہ عمارت سے دو مرتبہ چھلانگ لگادوں گا"۔
(مرسلہ: کومل رشید۔ اعظم ٹاؤن)

☺......بیٹا: "امی! میں جھیل پر نہانے جارہا ہوں"۔ امی: "نہیں بیٹے تم ڈوب جاؤ گے"۔ بیٹا: "نہیں امی میں ضرور جاؤں گا"۔ امی (غصے سے) "کمبخت اگر ڈوب گیا تو گھر میں گھسنے نہ دوں گی"۔
(مرسلہ: اسد عباس مرزا۔ حجرہ شاہ مقیم)

☺......ٹریفک سارجنٹ نے ایک تیز رفتار کار کو رکنے کا اشارہ کیا اسٹیرنگ کے سامنے ایک خاتون کو دیکھ کر وہ بولا "آپ کی تیز رفتار کار جیسے ہی قریب سے گزری آپ کو دیکھتے ہی میرے ذہن میں کم سے کم ساٹھ کا خیال ابھرا تھا"۔ "اوہ نہیں آفیسر"۔ خاتون نے جواب دیا۔ "اس کم بخت ہیٹ کی وجہ سے میں ساٹھ سال کی لگ رہی ہوں۔ ورنہ میری عمر تو...؟"
(مرسلہ: عبدالحفیظ۔ کوٹ ادو)

☺......گاہک "اس ٹائی کی قیمت کیا ہے؟" دکاندار: 200 روپے۔ گاہک: 200 روپے میں جوتوں کی اچھی خاصی جوڑی آسکتی ہے۔ دکاندار: تو پھر جوتے لے کر گلے میں لٹکا دیں۔
(مرسلہ: سعدیہ اکرم۔ رحیم یار خان)

☺......بچہ: "پاپا پاپا! آپ کی دا...." باپ (بات کاٹتے ہوئے) "کتنی بار کہا ہے کہ کھانا کھاتے وقت بات نہیں کرتے۔ کھانا کھالیا اب بولو کیا کہہ رہے تھے؟" بچہ "پاپا میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی دال میں مکھی گر گئی ہے"۔
(مرسلہ: عمر جاوید۔ کراچی)

☺......گاہک (دکاندار سے) "آپ کی دکان میں چوہے دان ہے؟" دکاندار "جی ہاں قیمت پندرہ روپے ہے"۔ گاہک: "یہ لیجیے 15 روپے ایک دے دیجیے"۔ دکاندار: "ذرا ٹھہر جائیے"۔ گاہک: "بھئی جلدی کریں مجھے ٹرین پکڑنی ہیں"۔ دکاندار: "بھئی معاف کیجیے۔ ہمارے یہاں چوہے پکڑنے کا چوہے دان ہے ٹرین پکڑنے کا نہیں"۔
(مرسلہ: علی جاوید)

☺......ایک کنجوس کی بیوی مررہی تھی اور کنجوس کام سے دوسرے شہر جارہا تھا اس نے جاتے وقت بیوی سے کہا "دیکھو مرنے سے پہلے لائٹ اور ہیٹر بند کردینا"۔
(مرسلہ: عبدالحفیظ۔ کوٹ ادو)

☺......استاد شاگرد سے: "بتاؤ کل کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟" شاگرد: ٹومارو۔ استاد "شاباش اور پرسوں کو کیا کہتے ہیں؟" شاگرد: "ٹومارو کو ون اور مارو"۔
(مرسلہ: احمد علی۔ لاڑکانہ)

☺......ایک چوہا سنور کے مونچھوں کو تاؤ دے کر اکڑ کر چل رہا تھا ہاتھی نے پوچھا "بھئی چوہے کیا بات ہے۔ آج تو بڑے موج میں ہو"۔ چوہے نے کہا کہ "بلی کی لڑکی اغوا ہوگئی ہے اور پولیس کو مجھ پر شک ہے"۔
(مرسلہ: احسن علی جنید)

☺......جج ملزم سے: "تم نے اپنے دوست رشید کو نوکری دلوا کر دریا میں کیوں دھکیلا؟" "ملزم جناب کیونکہ میری والدہ ہمیشہ کہتی ہیں کہ "نیکی کر دریا میں ڈال"۔
(مرسلہ: شمائل الرحمان۔ کراچی)

☺......نیویارک میں ایک فلیٹ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اندر سے ایک عورت نے آواز دے کر پوچھا "کون ہے...؟" باہر سے آواز آئی "ہم پولیس والے ہیں۔ آپ کے شوہر کی لاش لے کر آئے ہیں۔ ان کے اوپر سے سڑک کوٹنے کا انجن گزر گیا ہے"۔ "تو پھر مجھے دروازے پر بلانا ضروری ہے کیا؟ دروازے کے نیچے سے اندر کھسکا دو"۔ خاتون کی آواز آئی۔
(مرسلہ: یاسمین گل۔ فیصل آباد)

☺......بیوی نے گھر میں داخل ہوتے ہی شوہر سے کہا: اس ڈرائیور کو فوراً فارغ کردو۔ شوہر نے پوچھا لیکن بیگم اس کا قصور کیا ہے؟ بیگم نے غصے سے کہا "بے وقوف اتنی غلط ڈرائیونگ کرتا ہے کہ میں دو دفعہ مرتے مرتے بچی ہوں"۔ شوہر نے کہا لیکن بیگم اسے ایک موقع اور دے دو۔
(مرسلہ: محمد تنویر احمد۔ مرید نگر)

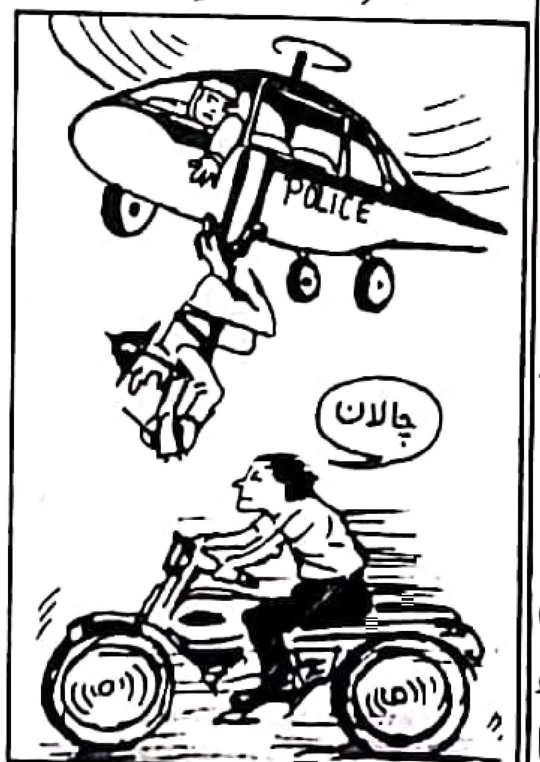

بوجھو تو جانیں

رنگ بادامی شکل میں انڈے
لال کے ان کو کرتے ٹھنڈے

☆☆☆

کوئی نہ دیکھے اور دکھلائے
لیکن وہ سب کو تڑپائے

☆☆☆

سو گھوڑے اور ایک لگام
آگے پیچھے چلیں تمام

☆☆☆

جب بھی وہ میدان میں آئے
قدم قدم پر ٹھوکر کھائے
اچھلے کودے دوڑے بھاگے
سب ہیں پیچھے وہ ہے آگے

مرغی

ناہید افشاں
کراچی

کٹ کٹ کرتی آئی مرغی
فوج کو اپنی لائی مرغی
فوج میں اس کے بچے سارے
ننھے منے پیارے پیارے
ماں کو اپنی جانتے ہیں وہ
بولی بھی پہچانتے ہیں وہ
اُڑتی اُڑتی چیل جو آئی
ماں نے دیکھا تو چلائی
چیخ کو سن کر بچے بھاگے
کچھ پیچھے کچھ ماں کے آگے
دانہ دُنکا جو کچھ پایا
آپ نہ کھایا اُن کو کھلایا

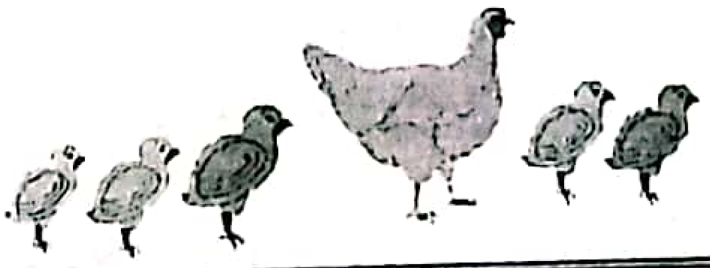

ہارٹ اٹیک

ڈاکٹر محمد اسحاق

جس طرح گاڑی کو چلانے کے لئے پہیوں کے ساتھ ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دل کو کام کرنے کے لئے بھی ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے یہ ایندھن خون میں آکسیجن کی صورت میں اسے دل کی شریانیں فراہم کرتی ہیں۔ اگر کوئی شریان بالکل بند ہو جائے تو پٹھے کے جس حصے کو خون ملنا بند ہو جاتا ہے وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ میڈیکل کی اصطلاح میں اسے "مایو کارڈیئل انفارکشن" MYOCARDIAL INFARCTION جب کہ عام فہم زبان میں "ہارٹ اٹیک" کہا جاتا ہے۔ ہارٹ اٹیک کے دوران دل کا وہ حصہ متاثر ہوتا ہے جہاں شریان میں رکاوٹ پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کی مثال درخت کی شاخوں سے بھی دی جا سکتی ہے مثلاً تنے کے قریب کسی شاخ کو درخت سے ملنے والی غذا میں رکاوٹ پیدا کر دی جائے تو تمام تر شاخ اپنی ذیلی شاخوں سمیت مرجھا جاتی ہے لیکن اگر اس شاخ کے کسی اگلے حصے میں کٹ لگا دیا جائے تو صرف اس کا باقی ماندہ حصہ متاثر ہوگا پیچھے تمام شاخ تندرست رہے گی۔

اس طرح دل کی تین بڑی CORONARY ARTERIES شریانیں دل کے پٹھے کو خون فراہم کرتی ہیں ان شریانوں کا نیٹ ورک نہ صرف دل کی بیرونی سطح پر ہوتا ہے بلکہ دل کی پوری موٹائی میں اندر تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ بند ہونے والی شریان اگر چھوٹی ہو تو اس کے ذریعے سیراب ہونے والا مختصر حصہ ہی متاثر ہوگا چنانچہ مردہ پٹھے کا ایریا بہت کم ہوگا لیکن اگر بڑی شریان میں رکاوٹ ایسی جگہ ہے جس کے آگے پٹھے کا زیادہ تر حصہ سیراب ہوتا ہے تو وہ پورا حصہ خطرے میں ہوگا ایک اور اہم سبب جو ہارٹ اٹیک کی شدت کا تعین کرتا ہے وہ اس اہم شریان کا بند ہونا ہے جو بائیں ونٹریکل کو سپلائی دیتی ہے اس ونٹریکل کو ایندھن مہیا کرنے والی شریانیں اپنے کام میں مختلف نوعیت رکھتی ہیں کیوں کہ دل کے پمپنگ سسٹم میں سب سے اہم کردار ونٹریکل ہی سرانجام دیتا ہے۔

علامات:- ہارٹ اٹیک کی ایک بڑی علامت شدید کچلنے والا اور دم گھٹنے والا سینے کا درد ہے جو ابتداء میں سینے کے درمیان میں محسوس ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ متلی ہونا، قے آنا، پسینے آنا، سردی لگنا اور سانس رکنے کی کیفیات بھی شامل ہیں۔ ہارٹ اٹیک کی ایک اور کیفیت موت قریب آنے کا احساس بھی ہوتا ہے۔ ہارٹ اٹیک سے ہونے والے نقصان کی تشخیص کے لئے دور جدید میں مریض کو نرم قسم کے تابکار مادے کی معمولی مقدار دی جاتی ہے یہ مادہ دل کے پٹھے کے ان حصوں میں جمع

ہو جاتا ہے جو حال ہی میں مردہ ہوئے ہوتے ہیں۔ گاما کیمرے کی مدد سے ہارٹ اٹیک سے دوچار ہونے والے مریض کے دل کو دیکھا جاتا ہے جس سے اس کے متاثرہ حصے کی صحیح جگہ اور سائز کا پتہ چل جاتا ہے۔

جدید دور کے اعداد و شمار:- موجودہ دور کے اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں ہر سال تقریباً اڑھائی لاکھ افراد کو ہارٹ اٹیک ہوتا ہے جس میں سے 35 فیصد مریض طبی امداد ملنے سے پہلے ہی موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ پنسلوانیا یونیورسٹی کے پریونشن کارڈیولوجی پروگرام کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ڈینیل ریڈر کا کہنا ہے کہ "ہارٹ اٹیک ایک بالکل غیر متوقع حملہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ مریض کے خون میں ایل پی (اے) کی موجودگی ہوتی ہے"۔

مشہورِ زمانہ فریمنگھیم ریسرچ میں خواتین کے ایک جائزے سے معلوم ہوا کہ ایل پی (اے) کی بہت زیادہ مقدار (عموماً 35 سے 40) سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ٹفٹس یونیورسٹی اور نیو انگلینڈ میڈیکل سینٹر ہسپتال میں امراضِ قلب کے ابتدائی مرحلے کے مریضوں پر کیے گئے ایک مطالعے میں ان مریضوں میں سے 17 فیصد میں ایل پی (اے) کی سطح زیادہ تھی۔

ایل پی (اے) دراصل ایل ڈی ایل کے خاندان کا ایک خاص مرکب ہے۔ اس کے اس قدر خطرناک ہونے کی اصل وجہ اس کا منفرد ڈیزائن ہے۔ عام ایل ڈی ایل کولیسٹرول کی گیند کی مانند ہوتا ہے جس پر پروٹین کی لڑی لپٹی ہوتی ہے جب ایل ڈی ایل ایک شریان سے گزرتا ہے تو یہ پروٹین پلاک پر لپیٹ کر کولیسٹرول کو آگے پھینک دیتا ہے اور کولیسٹرول قدرتی طور پر واپس جذب ہو جاتی ہے لیکن ایل پی (اے) میں اضافی پروٹین کی لڑی ہوتی ہے لہٰذا سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہ پروٹین ایل پی (اے) کولیسٹرول کو آگے بڑھانے کے بجائے شریانی رکاوٹ میں سرایت کر جاتی ہے اور یہ رکاوٹ بڑھ جاتی ہے۔

اسباب:- تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جسمانی حالات اور رہن سہن کے طور طریقوں کی وجہ سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں انسانوں نے شبانہ روز تگ و دو کے بعد اپنے لئے بہت سی آسائشات حاصل کر کے ان سے فوائد حاصل کئے ہیں اس کے کچھ منفی نتائج بھی سامنے آئے ہیں جس میں ہارٹ اٹیک کی بڑھتی ہوئی شرح بھی شامل ہے۔ ریسرچ سے انکشاف ہوا ہے کہ اس دور میں زیادہ تر لوگ سہل پسند ہو گئے ہیں اور جسمانی سرگرمیاں اختیار کرنے سے کتراتے ہیں جس کے باعث ان کی جسمانی کارکردگی متاثر ہوتی ہے کیوں کہ جسمانی صحت اس صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب ہم جسمانی اعضاء کو کام میں لائیں یہی وجہ ہے کہ ہارٹ اٹیک کا عارضہ انہی لوگوں کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جنہیں آسائشاتِ زندگی کی ہر چیز میسر ہے یعنی جن کا تعلق اشرافیہ طبقے سے ہے اس کے برعکس وہ لوگ جن کا تعلق مڈل کلاس اور دیہات وغیرہ سے ہے وہ لوگ اس جان لیوا مرض میں نسبتاً کم مبتلا ہوتے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ وہ لوگ اپنی زندگی کا بڑا حصہ محنت مشقت میں گزارتے ہیں جس سے ان کے جسمانی اعضاء صحت مند رہتے ہیں۔ میڈیکل سائنس بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ دل و دماغ کی کارکردگی کا انحصار مناسب جسمانی سرگرمیوں پر ہے۔ اس کے علاوہ ہارٹ اٹیک کے دوسرے اہم اسباب ہیں جن میں موروثی وجوہات، سگریٹ نوشی، ذیابیطس، بلند فشارِ خون اور ذہنی دباؤ وغیرہ شامل ہیں۔

تمباکو نوشی:- آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک ماہر نے اپنے تحقیقی مطالعے کی بنیاد پر یہ بتایا کہ "تمباکو نوشی کرنے والے 40 سے 50 سال کی عمر کے لوگوں کو ہارٹ اٹیک کا خطرہ اسی عمر کے افراد کی نسبت پانچ گنا زیادہ ہو جاتا ہے"۔ انہوں نے بتایا کہ "تمباکو نوشی ہارٹ اٹیک کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں، سانس کی نالی کے امراض اور

السرو غیرہ کا باعث بھی بنتی ہے۔ اگر تمباکو نوشی کرنے والا کوئی شخص آج یہ عادت ترک کر دے تو تقریباً پانچ سال گزرنے کے بعد اس کے لئے وہ تمام خطرات ختم ہو جائیں گے جو تمباکو نوشی سے پیدا ہو گئے ہیں"۔

ذہنی دباؤ:- جدید تحقیق کے مطابق ذہنی اور نفسیاتی دباؤ کا امراضِ قلب سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ذہنی دباؤ دل کو خون فراہم کرنے والی شریانوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ذہنی اور نفسیاتی دباؤ خون کے بہاؤ میں رکاوٹ بنتے ہیں جس کے باعث ہارٹ اٹیک کا حملہ ہو سکتا ہے۔ ذہنی دباؤ کے باعث انسان سستی، چڑچڑاپن، غیض و غضب اور غصے کا اظہار کرتا ہے جس کی وجہ سے ہارٹ اٹیک کے خطرے میں دوگنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

موروثی وجوہات:- اگر خاندان میں بھائی بہن، والدین یا کسی عزیز کو ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے تو ایسے اشخاص کے لئے ہارٹ اٹیک ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔ خون میں کولیسٹرول اور گلیسرائڈز کی مقدار کا زیادہ ہونا جینز Genes میں ہو سکتا ہے۔ تحقیقات سے یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ عورتوں کی نسبت مردوں میں ہارٹ اٹیک کی شرح زیادہ ہے یہ عورت اور مرد کے ہارمونز کے فرق کی وجہ سے ہے کیوں کہ خواتین میں کولیسٹرول کم کرنے والے ہارمونز ہوتے ہیں جب کہ مردوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

علاج:- ہارٹ اٹیک کے علاج کے ضمن میں ڈاکٹر حضرات کے سامنے دو ترجیحات ہوتی ہیں ایک یہ کہ درد کو دور کیا جائے اور دوسری یہ کہ دل کی دھڑکن میں بے قاعدگی ہے تو اس پر قابو پایا جائے۔ درد سے نجات کے لئے ڈاکٹر مریض کو فوری طور پر نیند لانے والی ادویات کے انجکشن دیتے ہیں برطانیہ کے اکثر ڈاکٹر ایسے موقعوں پر ڈایامارفین استعمال کرتے ہیں۔ اس سے درد میں فوری اور مؤثر افاقہ ہوتا ہے اور بسا اوقات محض اس سے ہی مریض کے دل کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔ ہارٹ

ڈاکٹر محمد اسحاق پاکستان کے نامور ماہر برائے امراضِ قلب ہیں۔ ڈاکٹر اسحٰق نے لندن، گلاسگو، ایڈنبرا اور امریکہ سے کارڈیالوجی میں اسپیشلائزیشن کیا۔ آپ بہت سے تحقیقی مقالے اور مضامین تحریر کر چکے ہیں۔ آپ کی تحریریں ملکی اور بین الاقوامی نوعیت کے میگزین اور جرنل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب قومی ادارہ برائے امراضِ قلب (N.I.C.U.D.) کراچی سے وابستہ ہیں۔ ڈاکٹر اسحاق آغا خان یونیورسٹی کراچی میں بھی تدریسی فرائض انجام دے چکے ہیں۔

اٹیک کا فطری ردِ عمل دل کی تیز دھڑکن اور اضطراب ہے۔ اگر دل کی دھڑکن ایک منٹ میں ایک سو ساٹھ سے تجاوز کر جائے تو دل کا پمپ کرنے کا نظام ناکارہ ہو جاتا ہے۔ بجلی کا جھٹکا بھی دل کی رفتار کی کمی اور آہنگ میں باقاعدگی لا سکتا ہے۔ بجلی کا جھٹکا دینے سے دل کے پٹھوں کی غیر مؤثر کپکپی ختم ہو جاتی ہے اور عموماً یہ اپنے نارمل آہنگ سے دھڑکنے لگتا ہے۔ اس مقصد کے لئے جو آلہ استعمال کیا جاتا ہے اسے "ڈی فیبلی ریٹر" کہتے ہیں۔ یہ ایک لمبی اور پیڈل کی شکل کے دو الیکٹراڈز پر مشتمل ہوتا ہے۔ جسے مریض کی چھاتی پر رکھ کر استعمال کیا جاتا ہے مریض چوں کہ بے ہوش ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے جھٹکوں کو محسوس نہیں کرتا۔ ہوش میں آنے پر مریض کو منہ کے ذریعے یا نبض میں دیئے جانے والے انجکشن کے ذریعے دی جانے والی ادویات عموماً اس امکان کو کم کر دیتی ہیں کہ دل کا بے ہنگم پن دوبارہ پیدا ہوگا۔

ہارٹ اٹیک سے محفوظ رہنے کے ضمن میں سب سے پہلا اقدام پرہیز ہے جیسے مندرجہ بالا ناقص عادات یعنی سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی سے پرہیز خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 220 پر ملاحظہ کیجئے

نزلہ زکام سے پریشان ہونا چھوڑیئے

ماہرین کے مطابق نزلہ زکام کا مرض عموماً عارضی طور پر ہر فرد کو لاحق ہوتا ہے

جو عام طور پر خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کی مدت طویل ہو جائے تو قدرتی علاج سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

نوید شکیل

کیا آپ کو معلوم ہے کہ نزلہ اور زکام میں کیا فرق ہے؟ امید ہے کہ اکثر قارئین کو اس کا فرق معلوم ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ اس سے لاعلم ہوں چلیں ہم آپ کی یہ مشکل آسان کر دیتے ہیں۔ سانس لیتے وقت ہوا ناک، منہ، حلق، معدے، آنتوں اور پھیپھڑوں کے تمام ہوائی راستوں سے گزرتی ہے ان سب راستوں پر ایک جھلی لپٹی ہوتی ہے جس میں باریک باریک گلٹیاں رطوبت بنانے کے لئے موجود ہوتی ہیں۔ رطوبت کا مقصد ان حصوں کو نم رکھنا اور کام کرتے وقت رگڑ سے بچانا ہوتا ہے۔ ناک میں پیدا شدہ رطوبت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سانس لیتے وقت ہوا کے ساتھ گزرنے والے گرد و غبار کو وہ اپنی چپک کی وجہ سے وہیں روک لے تاکہ وہ آگے پہنچ کر دوسرے حصوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جب ان جھلیوں میں سے کسی ایک میں یا سب میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں موجود ننھی ننھی گلٹیاں رطوبت زیادہ مقدار میں بنانے لگتی ہیں تو یہ اضافی رطوبت فرد وقفہ وقفہ سے خارج کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسی سوزش کی وجہ سے جھلیاں موٹی بھی ہو جاتی ہیں جس سے ہوائی راستے تنگ ہو جاتے ہیں اور سانس لینے میں دشواری ہونے لگتی ہے۔ یہ ساری صورتِ حال نزلہ زکام کی آمد کا سگنل دیتی ہے۔ نزلہ زکام میں فرق بتانے سے پہلے اس کی تعریف ضروری تھی۔ رطوبت کا جسم کے دو حصوں سے اخراج نزلہ زکام کی صورت میں ہوتا ہے اگر یہ اخراج ناک کے ذریعے ہو تو اسے ''زکام'' کہا جاتا ہے اور جب یہی مادہ سینے میں پیدا ہو کر حلق کے ذریعے گرے تو اسے ''نزلہ'' کہتے ہیں۔

نزلہ زکام کے زور پکڑنے کا سازگار زمانہ وہ ہے جب موسم میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہے، سرد یا نم ہوائیں چل رہی ہوں، تیز جھکڑ کے ساتھ گرد و غبار اڑ رہا ہو وغیرہ اس کے علاوہ پانی میں بھیگنا، سردی لگ جانا، برف یا بہت ترش چیزوں کا استعمال بھی اس مرض کو پیدا کرنے میں معاون کردار ادا کرتا ہے۔ نزلہ زکام کی پیدائش میں بعض امراض بھی معاونت کرتے ہیں مثلاً حلق و ٹانسلز کی سوزش و ورم، ناک کے غدود کا متورم ہو جانا اور پھیپھڑوں کے امراض وغیرہ۔ نزلہ زکام کے وارد ہونے کا بڑا اور بہت عام سبب حساسیت (الرجی) بھی ہے۔ یہ الرجی ہوا، موسم، خوشبو، ماحول، غذا اور بہت سے عوامل کے ذریعے ہو سکتی ہے بعض اوقات موسم کے ساتھ ساتھ ہوا میں جو تبدیلی واقع ہوتی ہے اس سے بھی بعض لوگ اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہوا میں پائے جانے والے روئی کے باریک باریک ریشے، فیکٹریز سے خارج ہونے والے مخصوص قسم کے کیمیکلز اور گیس وغیرہ اور پالتو جانوروں وغیرہ سے

Scanned with CamScanner

الرجی بھی بعض اوقات نزلہ زکام کا باعث ہوا کرتی ہے۔

نزلہ زکام لگنے والی بیماری ہے جو ایک مریض سے دوسرے تندرست شخص میں آسانی کے ساتھ منتقل ہو جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق چھینک آنے پر چار فٹ تک کی فضا آلودہ ہو جاتی ہے جس سے ایک صحت مند فرد بآسانی اس مرض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس مرض کی شروعات جسم میں سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے، اعضا ٹوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، کسی کام میں جی نہیں لگتا، ناک اور گلے میں خراش کا احساس ہوتا ہے، ہاتھ پاؤں، کنپٹیوں اور پیشانی میں خفیف سا بوجھل قسم کا درد ہونے لگتا ہے اور چھینکیں آنے لگتی ہیں واضح رہے کہ اگر چھینکیں کثرت سے آئیں تو مرض جلد ہی رفع ہو سکتا ہے، تھوڑے عرصہ بعد ناک سے پانی کی مانند پتلی رطوبت بہنے لگتی ہے جس کی تیزی و خراش اور اس کو بار بار صاف کرنے سے نتھنوں کے کنارے سرخ اور ان میں درد ہونے لگتا ہے یہ رطوبت 24 گھنٹے بعد گاڑھی و زردی مائل ہو جاتی ہے جس سے ناک بند ہونے لگتی ہے، سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ اگر سوزش آنسوؤں کی نالی کی جانب بڑھ جائے تو آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور ان سے پانی بہنے لگتا ہے۔ نزلہ زکام کے باعث سونگھنے کی حس کمزور ہو جاتی ہے اور آواز میں بھی بھاری پن پیدا ہو جاتا ہے، غذا نگلنے میں درد کا احساس ہوتا ہے خصوصاً جب کہ حلق میں بھی ورم اور سوزش پیدا ہو جائے بعض اوقات بار بار کھانسی اٹھتی ہے کھانسی کا حملہ اس وقت ہوتا ہے جب سوزش حلق سے بڑھ کر ہوائی نالیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا نزلہ زکام کے نقصانات کے ساتھ ساتھ ماہرین نے اسے صحت کے لئے بھی موزوں قرار دیا ہے۔ برطانوی رسالے لین سیٹ Lenset کی ایک رپورٹ کے مطابق 5 سے 14 سال کے ڈھائی ہزار بچوں کے مطالعے سے یہ انکشاف ہوا کہ جو بچے اپنی ابتدائی عمر یعنی 7 ماہ سے 11 ماہ کے دوران نزلہ زکام میں مبتلا ہوتے ہیں ان میں بہت سی جراثیمی بیماریوں کے خلاف زیادہ مدافعتی قوت ہوتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق بڑے خاندانوں میں ان جراثیمی امراض میں مبتلا ہونے والے بچوں کا مدافعتی نظام زیادہ مستحکم پایا گیا ان بچوں نے احتیاط سے پرورش پانے والوں کے مقابلے میں نزلہ زکام اور سانس کی شکایات کا زیادہ بہتر مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرلی تھی یہ مطالعہ جرمنی میں ہوا اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ایسے بچے الرجی کا بھی زیادہ بہتر طریقے سے مقابلہ کرتے ہیں۔

نزلہ زکام کے علاج کے سلسلے میں اکثر افراد بہت لاعلمی کا مظاہرہ کرتے ہیں کیوں کہ جو ادویات وہ استعمال کرتے ہیں وہ عام نزلہ زکام کا علاج نہیں ہوتیں بلکہ صرف اس مرض کی شدت یا شدت کے احساس کو روکتی یا کم کرتی ہیں نزلہ زکام کے علاج کے ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ ذہن میں آیا جس کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے۔

کچھ دنوں قبل ہمارے دوست ایک شادی کی تقریب میں مدعو تھے جوان کے کسی خاص رشتے دار کے گھر پر تھی۔ ان کی بیگم صاحبہ تیاری کے سلسلے میں پارلر گئی ہوئی تھیں گھر پہنچنے پر ان کی بیگم صاحبہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اچانک ان کے نتھنے پھولے، آنکھیں بند ہوئیں، منہ کھلا، چہرے کا رخ چھت کی طرف ہوا اور ایک زوردار چھینک کی آواز آئی اور پھر یکایک چھینکوں نے ہیٹ ٹرک کرلی۔ اب جب انہوں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو آنکھوں سے دو کالی کالی بوندیں چشم غزالاں سے نکلنے کو بے قرار تھیں، مصنوعی پلکیں اصلی پلکوں کو ڈور بنائے ہوئے جھول رہی تھیں، لمبی لمبی زلفوں کا پیچ و خم کھایا ہوا جوڑا سر سے دھڑ پر الغرض یہ کہ نزلہ زکام نے ان کی گھنٹوں کی محنت اور ہمارے دوست کی رقم کو ملیامیٹ کر دیا۔ بیگم صاحبہ نے ہمارے دوست سے تعزیت میں جانے سے معذرت کرنے کو کہا اور اپنے ایک فیملی ڈاکٹر کو فون کیا جو ان کا کزن تھا۔ ڈاکٹر نے ان کا

Scanned with CamScanner

معائنہ کرنے کے بعد سوال کیا کہ آپ فوری آرام چاہتی ہیں یا چار پانچ دن انتظار کر سکتی ہیں۔ بیگم صاحبہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا "فوری ڈاکٹر صاحب ہمیں کل بھی ایک تقریب میں جانا ہے..... میں اس حال میں کیسے جا سکتی ہوں!"

ڈاکٹر صاحب نے بیگم صاحبہ کی عجلت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا "اگر آپ نزلہ زکام سے جلد نجات پانا چاہتی ہیں تو اس کا حل یہ ہے کہ ایک ٹب میں ٹھنڈا پانی لیں اور اس میں تقریباً ڈیڑھ کلو برف ڈالیں اور پھر اس پانی سے غسل کریں۔ اس کے بعد بیڈ روم میں جا کر اے سی، ایئر کولر یا پھر پنکھا پوری رفتار سے چلا کر بیٹھ جائیں تقریباً آدھے گھنٹے بعد آپ میرے پاس آیئے میں آپ کو ایک انجکشن لگاؤں گا اور تین گولیاں کھانے کو دوں گا تو انشاء اللہ شام تک آپ کو نزلہ زکام سے نجات مل جائے گی"......

بیگم صاحبہ کے چہرے پر حیرت و تشویش کے تاثرات ایک ساتھ ابھرنے لگے "ڈاکٹر صاحب یہ کیا کہہ رہے ہیں میں نزلہ زکام کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے غسل اور اے سی یا پنکھے کے سامنے بیٹھوں گی تو......"

ڈاکٹر صاحب نے ان کی بات کاٹ کر کہا "جی ہاں! اس طرح آپ کو نمونیا ہو جائے گا لیکن نزلہ زکام سے نجات مل جائے گی نمونیا سے نجات کے لئے میں آپ کو انجکشن اور گولیاں دوں گا جس سے کل تک آپ کو شفا ہو جائے گی"۔

نزلہ زکام دنیا کی ان قدیم بیماریوں میں سے ہے جن کا اب تک کوئی شافی علاج دریافت نہیں ہو سکا اس کی وجہ پانچ مختلف وائرس ہیں جو اس بیماری کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص میں نزلہ زکام کے کسی ایک وائرس کے خلاف ادویات یا انجکشن مزاحم ہوں تو وائرس کی دوسری قسم اس پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔ نزلہ زکام پر قابو پانے کے لئے ایک یا دو نہیں بلکہ نزلہ زکام کا سبب بننے والے تمام وائرس پر قابو پانے والی دوا کی ایجاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس دوا کی ایجاد میں یہاں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی دوا یا انجکشن کی ایجاد میں تحقیق کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے ادویات کو چوہوں اور دوسرے جانوروں پر آزمایا جاتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ چوہوں اور دوسرے جانوروں میں یہ مرض تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

سائنس دانوں کے برعکس اطباء حضرات نزلہ زکام کے ضمن میں کافی عرصے سے علاج کر رہے ہیں ان قدرتی غذاؤں کے استعمال سے نزلہ زکام کا مختلف طریقوں سے شافی علاج برسوں سے کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے کچھ تدابیر ذیل میں دی جا رہی ہیں۔

◎... نزلہ زکام کی عام صورتوں میں عام دستیاب جوشاندہ استعمال کرنے کی تجویز دی جاتی ہے جس کے استعمال کی شرط یہ ہے کہ اسے جوش دے کر گرم گرم صبح شام پیا جائے۔

◎... تازہ لیموں کا رس اور دو چمچہ شہد نیم گرم پانی میں ملا کر صبح شام پیا جائے۔

◎... رات سونے سے قبل دیسی انڈا ابال کر کھانا بھی زکام کے لئے اکسیر ثابت ہوا ہے۔

◎... نیم گرم دودھ میں ایک چمچہ روغن کدو شیریں ملا کر پینا بھی زکام میں مفید ہے۔

◎... اطباء حضرات بعض مریضوں کو زکام سے نجات کے ضمن میں یہ ہدایت بھی کرتے ہیں کہ دہکتے ہوئے کوئلوں پر تھوڑی سی چینی ڈال کر اس کا دھواں سونگھیں۔

◎... نیم کے تازہ پتے لے کر ان کو جوش دیں اور اس میں تھوڑا سا نمک شامل کریں۔ اس نیم گرم پانی سے رات اور صبح کے وقت ناک کو غسل دیں جس طرح وضو کے دوران ناک میں پانی چڑھاتے ہیں اطباء حضرات نے اس طریقۂ علاج پر بہت سے نزلہ زکام کے مریضوں کا علاج کیا ہے۔

شہد کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

فيه شفاء للناس

ترجمہ: اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔

کئی احادیث نبوی ﷺ میں بھی شہد کی شفائی خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں۔

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ شہد کئی امراض کے لئے شفاء ہے۔ بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔ جنسی کمزوری کو دور کرتا ہے قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

عظیمی لیبارٹریز پاکستان کے شمالی علاقوں سے حاصل ہونے والے شہد کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے

AZEEMI's FLORA HONEY

عظیمی لیبارٹریز کا پیک کردہ فلورا ہنی کراچی میں دو طرح کی پیکنگ میں دستیاب ہے

بڑی پیکنگ 120روپے

چھوٹی پیکنگ 65روپے

مندرجہ ذیل اسٹاکسٹ سے دستیاب ہے۔

ہول سیل اسٹاکسٹ

اتحاد انٹر پرائزز۔ ڈینسو ہال

دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینسو ہال

برہانی یونانی اسٹور۔ نیپیئر روڈ

خواجہ اسٹور۔ صدر

صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر

ابراہیم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر

مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر

قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی

عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی

طلحہ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا

خالد یونانی اسٹور۔ میٹروول سائٹ

مختلف امراض میں اکسیر..... نارنگی

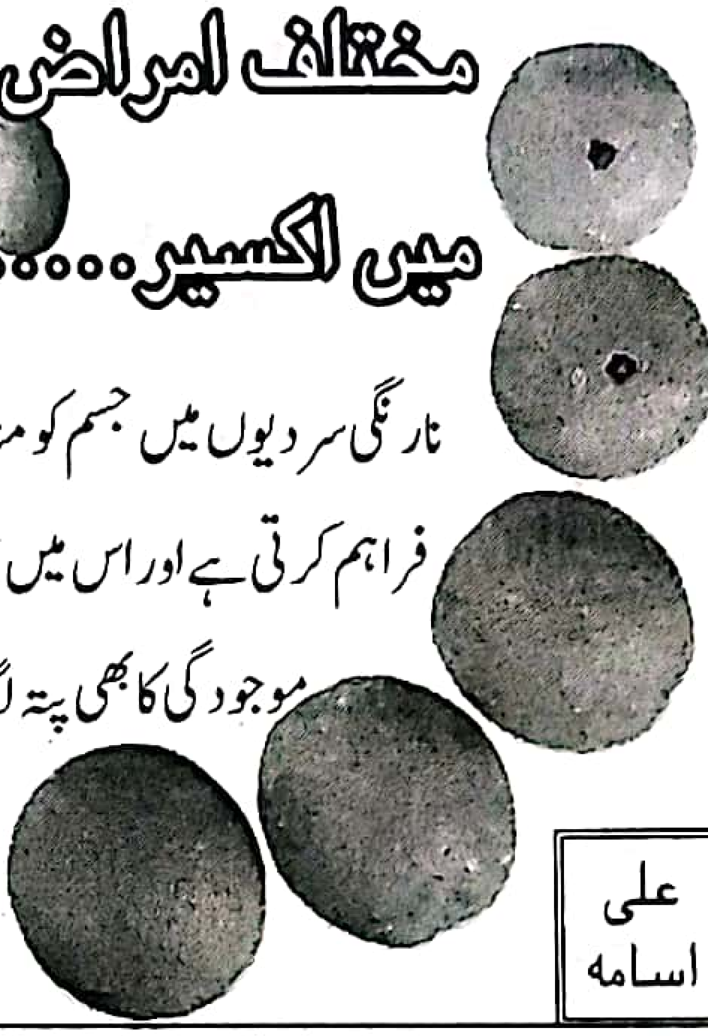

نارنگی سردیوں میں جسم کو مناسب درجہ حرارت فراہم کرتی ہے اور اس میں ایسے قدرتی اجزاء کی موجودگی کا بھی پتہ لگایا گیا ہے جو سرطان کے خلاف مزاحمت فراہم کرتے ہیں۔

علی
اسامہ

دنیا میں جابجا نظر آنے والی اشیاء قدرت کی صناعی کا عظیم مظہر ہیں انہی صحت بخش کثیر الفوائد اشیاء میں پھل سرفہرست نظر آتے ہیں۔ پھلوں میں ایسے قدرتی اجزاء پائے جاتے ہیں جس سے انسانی زندگی کو قائم و دائم رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بہت سی بیماریوں کے خلاف مزاحمتی قوت بہت مضبوط ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی بے شمار پھلوں میں ایک پھل نارنگی ہے جس میں موسم سرما کی تمام مضرتوں کا چابک دستی سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ پھل عموماً نومبر سے مارچ تک ہمیں اپنی لذت اور غذائیت سے لطف اندوز کرتا ہے۔ نارنگی میں بہت سے غذائی اجزاء موجود ہوتے ہیں جو سردیوں سے جسم کی حفاظت کرتے ہیں خاص طور پر وٹامن سی کی ایک بہت کثیر مقدار اس میں پائی جاتی ہے۔

نارنگی سنگترے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ سنگترے کے مقابلے میں قدرے چھوٹی ہوتی ہے لیکن اس کا رنگ اور ذائقہ سنگترے کے مقابلے میں زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ سنگترے کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ حال ہی میں یہ اپنے رنگ کی وجہ سے سرطان کے لئے بھی مؤثر ثابت ہوا ہے کیوں کہ امریکی سائنس دانوں نے سرخ اور اس سے ملتے جلتے رنگ کے حامل پھلوں اور ترکاریوں پر تحقیقات کر کے یہ انکشاف کیا ہے کہ ان میں نباتاتی سرخ مادہ لائکوپین پایا جاتا ہے۔

تحقیق کے مطابق لائکوپین کے مستقل استعمال سے سینے اور رحم کے سرطان کا خطرہ چالیس فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔ نارنگی کا مستقل استعمال جسم کو گرمی پہنچانے کے علاوہ نظام ہضم کو تقویت بخشنے اور خون صاف کرنے کے ساتھ ساتھ اعصابی نظام کو بھی مؤثر بناتا ہے۔ اسی لئے اس کو اگر خاص طریقہ کار کے مطابق استعمال کیا جائے تو بہت سے امراض بشمول سرطان مفید ثابت ہوتی ہے۔ ذیل میں چند امراض کے علاج کے سلسلے میں نارنگی کے استعمال کے طریقے وضع کئے جا رہے ہے جو بہت مؤثر دیکھے گئے ہیں۔

معدے کی تیزابیت:- نارنگی کے رس میں بھوک بڑھانے اور معدے کی تیزابیت کو کم کرنے والے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ نارنگی کا رس معدے کی تیزابیت کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کے لئے بھی مفید ہے جو گیس کی شکایت میں مبتلا ہوں اور جو بھوک کی کمی کا شکار ہوں۔ نظام ہضم کو تقویت پہنچانے کے ضمن میں نارنگی کی پھانکوں کا چھلکا سونٹھ اور پسے ہوئے کالے نمک میں حسب ضرورت ملا کر صبح ناشتے سے قبل استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

بخار اور کھانسی:- بخار اور کھانسی کے دوران جو جراثیم جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں نارنگی ان کے لئے بھی اثر انگیز ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے نارنگی کی پھانک کا گودا نکال کر اس میں حسب ذائقہ شکر چھڑک کر اور پھر

Scanned with CamScanner

توے پر معمولی درجہ حرارت پر سینک کر استعمال کروایا جاتا ہے۔ یہ نسخہ بعض صورتوں میں متلی اور قے کو دور کرنے میں بھی مؤثر رہتا ہے۔

خون کی صفائی:- نظام دوران خون کی خرابیوں کو دور کرنے اور اسے فعال بنانے کے لئے بھی نارنگی کے شربت کا بہت اہم کردار بتایا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نارنگی کے گودے سے ایک پاؤ عرق نچوڑ کر پانی میں تین پاؤ شکر حل کر کے اس کا شربت تیار کرلیں۔ اب چھ گرام چرائتہ رات کے وقت ایک پیالی پانی میں بھگو دیں۔ صبح چرائتے اچھی طرح رگڑ کر پانی چھان لیں اور اس پانی میں تقریباً 35 گرام نارنگی کا شربت ملا کر صبح نہار منہ پئیں۔ یہ ترکیب بخار اور صفراوی امراض میں بھی مفید ثابت ہوئی ہے۔

نظام ہضم کے نقائص:- نظام ہضم کی اکثر خرابیوں میں نارنگی کا گودا بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ ہاضمے کی بیشتر خرابیوں کا سبب غذائی بے اعتدالی اور بسیار خوری ہوتا ہے۔ روغنی غذاؤں، پراٹھوں، کیک، پیسٹری اور مٹھائی کی رغبت سے معدہ متاثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کھٹی اور کڑوی ڈکاریں آنے لگتی ہیں جو بدہضمی کی علامت ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں نارنگی کے گودے پر کالی مرچوں کا سفوف چھڑک کر کھانے سے غذا کو ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے۔

بعض اوقات جب من پسند کھانا سامنے ہو تو بہت زیادہ مقدار میں کھا لیا جاتا ہے جس سے عموماً پیٹ میں درد، بے چینی اور کرب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بیس گرام سے چالیس گرام تک نارنگی کا چھلکا ایک پاؤ پانی میں دو تین جوش دے کر تقریباً 15 گرام کھانے کا نمک شامل کر کے نیم گرم پینے سے قے ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معدہ صاف ہو جاتا ہے۔ پیٹ میں غذا دیر تک رکی رہے اور بار بار منہ میں پانی بھر بھر کر آئے تو ایسی حالت میں چار پانچ نارنگیاں، کالا زیرہ، سونٹھ اور پسا ہوا کالا نمک لگا کر کھانے سے یہ شکایت دور ہو جاتی ہے یہ ترکیب گیس کی شکایت میں بھی مفید رہتی ہے۔

اعصابی شکایات:- نارنگی کے پھولوں میں ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو اعصابی نظام کو تقویت فراہم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اس کا عرق استعمال کرایا جاتا ہے۔ عرق بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نارنگی کے ایک سیر پھولوں کو سات سیر پانی میں ڈال کر چھ بوتلیں عرق کشید کرلیں۔ یہ عرق 25 گرام سے ڈیڑھ سو گرام سادہ پانی یا دودھ میں ملا کر صبح و شام استعمال کرنے سے دماغی صلاحیتیں نکھر جاتی ہیں اور اعصابی تشنج یعنی کھنچاؤ اور اینٹھن کی شکایات دور ہو جاتی ہیں۔ یہ عرق عورتوں کے مرض ہسٹریا میں بھی منفعت بخش خصوصیات کا حامل دیکھا گیا ہے اس کے علاوہ خواتین کے پیٹ کے نچلے حصے میں بوجھ اور درد کی شکایت میں بھی اکسیر سمجھا جاتا ہے۔

آنتوں کی بیماریاں:- طب جدید کے بعض حکماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ نارنگی کا رس جہاں زود ہضم ہے وہیں آنتوں کی اکثر بیماریوں کے لئے فائدہ مند ہے بالخصوص دودھ پیتے بچے اس میں شامل ہیں۔ ایک بیان کے مطابق نارنگی کا 12 گرام رس ایک لیٹر دودھ میں ملا کر پلانا چاہئے بشرطیکہ نارنگی کا رس کھٹا نہ ہو۔ ایسے دودھ سے بچہ کی خوراک نارمل رہتی ہے اور آنتوں کی بیماریوں سے بھی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔

نارنگی کا چھلکا:- نارنگی کا چھلکا بھی بہت سی تکالیف میں فائدہ مند سمجھا جاتا ہے۔ اس کے چھلکے کے جوشاندے میں ہینگ چھڑک کر پلانے سے پیٹ کے کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سوکھے چھلکے کو پیس کر ابٹن میں ملا کر چہرے پر لگانے سے چہرے کی رنگت نکھر جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کیل مہاسے اور چھائیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ نارنگی کے چھلکے سے مربہ بھی تیار کیا جاتا ہے جو بہت لذیذ اور مقوی ہوتا ہے۔ یہ مربہ دل کی گھبراہٹ، اعصابی کمزوری اور نظامِ ہاضمہ کی تکالیف میں مؤثر رہتا ہے۔

*

مولی کے بیش قیمت فائدے

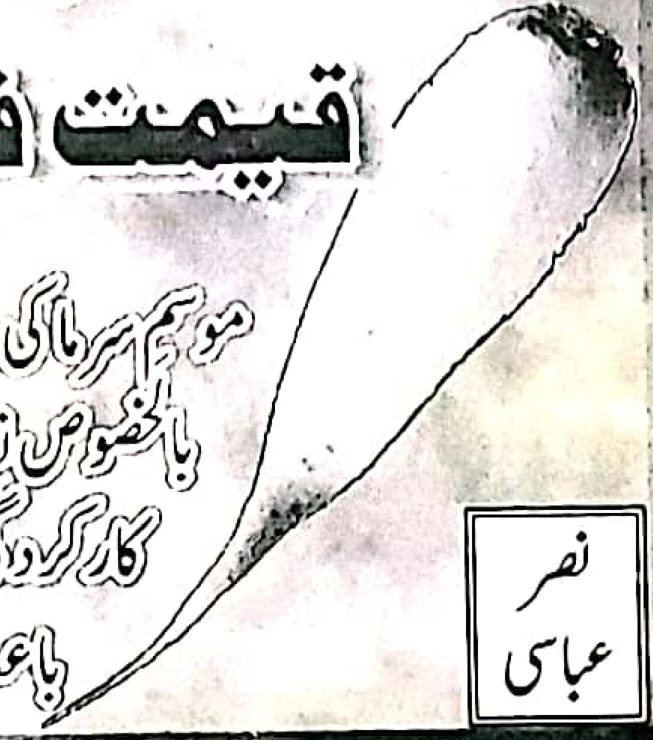

موسم سرما کی یہ مشہور سبزی بالخصوص نظام انہضام کی کارکردگی میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔

نصر عباسی

سبزیوں کا استعمال فطری اصولوں کے عین مطابق ہے ان سے جسم میں ایسی تحریک پیدا ہوتی ہے جس سے جسم کو وافر مقدار میں توانائی حاصل ہوتی ہے۔ تحقیقات کی رو سے سبزیاں مختلف امراض کے خلاف جسم کو مدافعتی قوت فراہم کرتی ہیں۔ ایسی ہی ایک موسم سرما کی سبزی مولی ہے جو بہت سے افراد کی من پسند غذا بھی ہے سندھی زبان میں اسے موری، عربی میں فجل، فارسی میں ترب، بنگالی میں مولا اور انگریزی میں ریڈش Radish کہا جاتا ہے۔ اس کی تاثیر گرم و خشک ہوتی ہے یعنی اسے موسم سرما میں جسم کو مناسب درجہ حرارت بہم پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مولی کی کئی قسمیں ہیں جن میں بعض سفید اور بہت پتلی ہوتی ہیں اور ان کی لمبائی بھی زیادہ ہوتی ہے جب کہ بعض بہت موٹی اور بھدی اور کچھ تو چنگلی کے برابر بھی ہوتی ہیں۔ مولی کی کچھ اقسام کا رنگ سرخ اور بعض کا سیاہ بھی ہوتا ہے۔ مولی کی یہ مختلف قسم کی شکلیں مختلف نوعیت کے پانی اور زمین کی مرہون منت ہیں جس کی بدولت اس کے ذائقے میں بھی تبدیلیاں ہوتی ہیں عموماً مولی کا ذائقہ نمکین اور تیز ہوتا ہے۔ مولی میں پروٹین، چکنائی، نشاستہ، شکر، کیلشیئم، فاسفورس، پوٹاشیئم، وٹامن بی، سی، جی اور ای کے علاوہ قلیل مقدار میں فولاد بھی پایا جاتا ہے۔ اپنے انہی غذائی اجزاء کی بدولت مولی جسم کی کئی تکالیف کا مؤثر علاج ثابت ہوئی ہے جس کے لئے پہلی شرط صاف ستھری مولی کا حصول ہے۔

مولی کے پراٹھے اکثر گھروں میں بہت شوق سے پکائے اور کھائے جاتے ہیں جو نظام ہضم کے لئے بہترین فوائد کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ پراٹھے زود ہضم ہوتے ہیں اور معدے پر نہایت مفید اثرات مرتب کرتے ہیں۔

◎... خون کی صفائی کے لئے تازہ مولی کا رس 40 گرام سے 80 گرام تک استعمال کرایا جاتا ہے جب کہ اس کے بیج تین گرام سے سات گرام تک کھلائے جاسکتے ہیں۔

◎... 50 گرام مولی، 20 گرام مصری اور 5 عدد بھوری مرچیں پانی کے ساتھ پیس کر چھان لیں۔ انہیں بواسیر کے مسوں پر لگانے سے خارش، جلن اور درد کو آرام محسوس ہوتا ہے۔

◎... یرقان میں بھی مولی کو مفید دیکھا گیا ہے اس کے لئے مولی کے پتوں کو کچل کر ان کا پانی نکالیں اور اسے مناسب درجہ حرارت پر پکائیں۔ جب پانی میں جوش آجائے تو صاف پانی چھان کر لال شکر ملا کر پلائیں۔ اس کے علاوہ مولی اور اس کے پتوں کی بھجیا بنا کر بھی استعمال کرایا جاسکتا ہے۔

◎... گردے اور مثانے میں پتھری کی شکایات میں مولی کا رس بہت مفید ہوتا ہے۔ اگر مولی کا رس نکال کر تقریباً 27 گرام کی مقدار میں کئی دن پیا جائے تو گردے اور مثانے کی پتھری خارج ہوسکتی ہے۔

مولی ہر عمر کے افراد کے لئے قبض کی بہترین دوا ہے اس مقصد کے لئے مولی کو کچا یا بھجیا بنا کر بھی کھایا

جاسکتا ہے اس کے علاوہ مولی کے پتے بھی مولی کے ساتھ پکانا چاہیں تو اس میں کوئی اور ساگ بھی شامل کرلیں۔ اس غذائی دوا کے استعمال سے آنتوں کی حرکت تیز ہو جاتی ہے جو قبض دور کرنے کے لئے حوصلہ افزاء علامت ہے۔ مولی کو لمبائی یا گولائی میں کاٹ کر کھانے کے ہمراہ ٹماٹر اور پیاز کے ساتھ بطورِ سلاد استعمال کرنے سے بھی یہی نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

مولی کا نمک بھی ہر عمر اور ہر طرح کے مریضوں کو استعمال کرنے کی ہدایت ہوتی ہے یہ نمک بیش بہا فوائد کا حامل ہے۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑی بڑی پکی ہوئی مولیوں کو صاف کر کے ٹکڑے بنائیں اور دھوپ میں خشک ہونے کے لئے رکھ دیں تقریباً ایک ماہ میں یہ بالکل خشک ہو جاتے ہیں۔ اب ان کو جلا کر راکھ کرلیں پھر اس راکھ کو مٹی کے کونڈے میں ڈال کر اس میں راکھ کے وزن کا آٹھ گنا پانی ڈالیں یعنی اگر راکھ کا وزن 1 گرام ہے تو پانی 8 گرام ڈالیں تین روز تک دن میں تین مرتبہ لکڑی سے ہلائیں۔ چوتھے روز پانی کو ہلائے بغیر آہستہ سے اوپر سے نتھرا ہوا پانی اتار کر راکھ کو پھینک دیں اور پانی کو کسی قلعی دار برتن میں ڈال کر پکائیں۔ جیسے جیسے پانی خشک ہوتا جائے کناروں سے لگا ہوا سفید سفید سفوف کھرچ کر واپس پانی میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ تمام پانی خشک ہو کر پیندے میں صرف سفید سفوف باقی رہ جائے۔ یہ مولی کا نمک ہے اس کو لمبے عرصے تک محفوظ رکھنے کے لئے کارک والی بوتل میں رکھیں۔

◎... پرانی کھانسی کے لئے ایک گرام نمک مولی 6 گرام شکر میں ملا کر صبح شام پانی سے کھلانا مفید ہوتا ہے۔ مولی کا نمک دمہ کے دورے کا بھی مؤثر علاج دیکھا گیا ہے اس مقصد کے لئے 30 گرام نمک شہد میں ملا کر استعمال کرایا جاتا ہے۔

◎... مولی کے نصف پیالی تازہ رس میں ایک چمچہ مصری ملا کر صبح کے وقت پلانے سے دردِ گردہ کی تکلیف دور ہوتی دیکھی گئی ہے۔

◎... مولی کے بیج 3 گرام سے 6 گرام مقدار میں لے کر اس سے دوگنا شہد میں ملا کر کھائیں اور اوپر سے شہد کا شربت پی لیں، یہ تدبیر مٹاپا دور کرنے میں بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔

◎... 6 گرام مولی کا نمک 100 گرام کڑوے تیل میں ملا کر مالش کرنا اور اس کے دو گھنٹے بعد نیم گرم پانی سے غسل کرنا خشک خارش کے لئے مؤثر سمجھا جاتا ہے۔

◎... مولی بڑھی ہوئی تلی کو کم کرنے کے لئے بھی بہت اچھی دوا ثابت ہوتی ہے اس کے لئے مولی کو کاٹ کر سرکہ میں ڈال دیں تقریباً دو یا تین ہفتے گزرنے کے بعد سرکہ میں سے مولی کے قتلے نکال کر دن میں دو یا تین بار کھائیں۔

◎... استسقا کے مرض میں مریض کا پیٹ پھول جاتا ہے اور مریض کو شدید تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔ اس مرض کے تدارک کے لئے اطباء حضرات 84 گرام مولی کا رس لے کر شہد یا شکر سے دن میں دو یا پھر تین بار پینے کی ہدایت کرتے ہیں۔

◎... مولی کا نمک آدھے گرام کی مقدار میں لے کر پانی کے ہمراہ کھالینے سے نزلہ زکام کی شکایت عموماً دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ 6 گرام مولی کے بیج پانی کے ساتھ خواتین کو استعمال کرانے سے حیض بند ہونے کی شکایت میں افاقہ ہو سکتا ہے۔

◎... اگر آپ کے بال کسی قسم کے نقص کا شکار ہو گئے ہوں مثلاً گنج پن وغیرہ تو اس کے لئے مولی کا رس روزانہ تیل کی طرح انگلی کے پوروں سے آہستہ آہستہ رگڑیں۔

مولی کے بارے میں قدیم اطباء تواتر کے ساتھ یہ بات لکھتے ہیں کہ مولی کھانے والے شخص پر بچھو کے زہر کا اثر بہت کم ہوتا ہے بلکہ انہوں نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہاتھوں پر مولی کا عرق لگا لیا جائے تو بچھو کے ڈنک کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر مولی کا عرق بچھو پر ٹپکا دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

قربانی کا گوشت

ڈاکٹر جاوید سمیع

چھری پھیرنے سے لے کر استعمال تک انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے

عید الاضحیٰ سال میں آنے والی دوسری عید ہے اس کو بڑی عید بھی کہا جاتا ہے جیسے جیسے یہ قریب آرہی ہے بکرا منڈیوں اور بازاروں میں لوگوں کی آمدورفت بڑھتی جارہی ہے تاکہ اپنی استطاعت کے مطابق من پسند بکرا، دنبہ یا گائے خرید کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عقیدت کا مظاہرہ کیا جائے۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جہاں قربانی کر کے ذہنی سکون اور طبیعت میں سرشاری کا احساس ہوتا ہے، بھرپور مسرت حاصل ہوتی ہے، باہمی یگانگت کا خوبصورت مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے، مزے مزے کے پکوان من پسند طریقوں سے پکا کر ذائقے کی حس کی تسکین ہوتی ہے وہیں اس ضمن میں اگر احتیاط نہ کی جائے تو بہت سے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ بقرعید کے مہینے میں گوشت استعمال کرنے سے مختلف پیچیدگیاں ہوجاتی ہیں جن میں بدہضمی، تیزابیت، متلی، قے، جلاب وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ بالعموم یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ زیادہ تر قصاب قربانی کرنے میں جلدبازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ بنیادی باتیں بھی فراموش کردیتے ہیں یعنی جگہ صاف ستھری ہے یا نہیں، فرش یا سڑک پکی ہے یا نہیں، نکاسیٔ آب کا انتظام قربانی کی جگہ کے قریب ہی موجود ہے یا نہیں..... جس کے نتیجے میں ماحول اور صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے قربانی کی جگہ کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہے کیوں کہ جوں ہی جانور کی گردن پر چھری پھیری جائے گی ظاہر ہے خون تیزی سے پھیلے گا اور خون جراثیم کی مرغوب ترین غذا ہے۔ جگہ صاف ستھری ہونے کے ساتھ ساتھ پکی بھی ہونی چاہیے کیوں کہ کچے فرش پر قربانی کی صورت میں خون مٹی میں جذب ہوجاتا ہے جس سے جراثیم کے بہت زیادہ پھیلاؤ کا خطرہ رہتا ہے۔ جراثیم کے بڑھنے کی رفتار کا اندازہ ماہرین کی اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ رفتار محض چند گھنٹوں میں لاکھوں تک جا پہنچتی ہے۔ نکاسیٔ آب کا انتظام فوری طور پر کئے جانے کے لئے اس کو قربانی کی جگہ کے قریب ہی رکھا جانا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ فوری طور پر خون کو دھویا جاسکے۔ جراثیم کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا ایک واضح سبب قصاب کی خون آلود چھریاں اور کپڑے بھی ہیں۔ اس ضمن میں انہیں پابند کرنا چاہیے کہ وہ پلاسٹک کے ایپرن کا استعمال کریں، چھری کو جلد از جلد دھو کر خشک کرلیں اور پھر ایک جگہ سے قربانی کا کام ختم کر کے دوسری جگہ زبح کریں۔

عیدالاضحیٰ کے بعد بیماریوں میں اضافہ ہوجانے کا ایک عام سبب ہمارا غیر محتاط رویہ اور بے اعتدالی بھی ہوتی ہے۔ عید پر جو خصوصی اور ذائقے سے بھرپور ڈشز تیار کی جاتی ہیں ہم ان کو بے دریغ نوش کرتے ہیں ان ڈشز میں

کلیجی، کباب، نہاری، حلیم، سری پائے اور گردے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عید پر جو بھی پکوان نوش کئے جاتے ہیں ان کے لئے حد درجہ اعتدال کو جزوِ خاص رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ معدے پر بوجھ نہ پڑے۔ البتہ کلیجی، گردے، سری پائے اس لحاظ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں کہ ان میں چربی زیادہ ہوتی ہے اور ان کی چکنائی غیر سیر شدہ Unsaturated ہوتی ہے یعنی یہ عام درجۂ حرارت پر جم جاتی ہے۔ یہ چکنائی جسم میں داخل ہو کر مضر صحت کولیسٹرول LDL میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ مضر صحت کولیسٹرول LDL کی سطح خون میں اگر بہت زیادہ بڑھ جائے تو امراضِ قلب کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے پکوان کا زائد استعمال کسی طور پر مناسب نہیں ہوتا۔ بالخصوص کلیجی کو پکانے سے پہلے اس کی رنگت اور ساخت سے متعلق اچھی طرح تسلی کرلینا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اگر کلیجی خراب ہو تو اس میں ٹاکسن پیدا ہو جاتا ہے۔ ٹاکسن Toxin ایک نامیاتی مرکب ہے جو بے احتیاطی کے باعث جراثیم کے ذریعے گوشت میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ماہرین اسے نامیاتی زہر بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ جسم میں داخل ہو کر کینسر تک کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ عام طور پر بیمار جانور کے گوشت میں ٹاکسن بہت تیزی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی علامات میں کلیجی کی ساخت اور رنگت خراب ہو جانا شامل ہے مثلاً کسی کلیجی میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں۔ کسی میں سبز رنگ کا مادہ موجود ہوتا ہے تو کسی کی رنگت کافی خراب ہوتی ہے ایسی صورت میں کلیجی پکانے سے گریز کرنا ضروری ہے۔ تازہ اور عمدہ گوشت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی رنگت گلابی یا پیازی ہوتی ہے جو چھونے سے ملائم معلوم ہوتا ہے اور رطوبت نہیں چھوڑتا۔ اگر گوشت کی رنگت صحیح نہ ہو تو وہ صحت کے لئے فائدہ مند نہیں رہتا اس کے علاوہ ٹاکسن آلود کلیجی کا استعمال تو سم قاتل بھی ثابت ہو سکتا ہے کیوں کہ یہ ایسا حیاتیاتی مادہ ہے جو پکانے سے ختم نہیں ہوتا اور اس میں سرطان کے جرثومے بھی موجود ہوتے ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گوشت کو کس طرح محفوظ کیا جائے، اس کو کتنی مقدار میں استعمال کیا جائے کہ یہ صحت پر مفید اثرات مرتب کرے اور کیا تدابیر اختیار کی جائیں کہ اس کی غذائیت بڑھ جائے؟ سب سے پہلے یہاں ہم گوشت کی مقدار کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمارے ملک سمیت دیگر ترقی پذیر ممالک میں بھی عام رجحان یہ ہے کہ گوشت کا استعمال جتنا زیادہ ہوگا صحت کے لئے انتہائی مفید ہے جب کہ تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ انداز فکر بالکل غلط ہے۔ ماہرین صحت نے انسانی غذا کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور غذا کی اس طرزِ فکر کو صحت کے لئے سب سے موزوں قرار دیا ہے۔ ماہرین ان تین حصوں کے پہلے حصے میں سبزیاں اور پھل رکھتے ہیں، دوسرے حصے میں اناج اور تیسرے حصے کے پھر تین حصے کرتے ہیں جس کا ایک حصہ گوشت پر مشتمل ہوتا ہے اور باقی دو حصوں میں دودھ اور اس سے بنی ہوئی اشیاء، چکنائی اور میٹھی اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے گوشت کی کتنی مقدار ضروری ہے۔ ماہرین کے مطابق دن بھر میں زیادہ سے زیادہ 70 گرام اور جسم کو درکار کل توانائی کا 12 فیصد گوشت استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔ یہ متوازن غذا ہر فرد کے لئے بہت مفید بتائی جاتی ہے خواہ وہ بیمار ہو یا صحت مند۔ البتہ بیمار افراد بالخصوص قلبی مریض ثقیل غذاؤں مثلاً سری پائے، حلیم اور نہاری وغیرہ سے بالکل اجتناب کریں اس کے ساتھ ساتھ روغن دار اور مسالے دار کھانوں کے استعمال سے بھی گریز کریں ان کے مقابلے میں پھل اور سبزیوں کا استعمال بڑھا دیں تو بہت مفید ہے۔

عید الاضحیٰ پر سب سے اہم مسئلہ کثیر المقدار گوشت کو محفوظ کرنا ہوتا ہے جو کہ بہت ضروری عمل ہے تاکہ گوشت کو خراب ہونے سے بچایا جاسکے۔ اس کے لئے فریزنگ یعنی منجمد کرنا بہترین عمل ہے لیکن اگر

Scanned with CamScanner

تمام گوشت کو فریز کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے بعض دیگر طریقے بھی ہیں مثلاً دھوپ میں سکھالیں، چولہے یا اوون میں خشک کرلیں یا پھر مسالاجات لگا کر محفوظ کرلیں۔ اصل مقصد گوشت کو جراثیم سے بچانا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں پانی کی مقدار کم کردی جائے۔ دھوپ میں خشک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گوشت مکھیوں، کیڑوں اور دھول مٹی سے محفوظ رہے اس لئے اسے پتلے کپڑے یا جالی سے ڈھک کر رکھا جائے تو بہتر ہے۔ گوشت کو خشک کرنے کے لئے دو تین گھنٹے تک تیز دھوپ میں رکھیں۔ اگر گوشت خشک کرنے سے قبل اس پر لیموں، مالٹے یا کینو کا رس نچوڑ دیں تو یہ نہ صرف محفوظ بلکہ صحت کے لئے مفید بھی ہو جائے گا۔ اس کی وجہ لیموں میں موجود سٹرک ایسڈ ہے یہ ایسڈ تمام ترش پھلوں میں پایا جاتا ہے اس میں اینٹی بیکٹیریل **Antibacterial** خصوصیات ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ اس میں آئرن **Iron** جذب کرنے کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق لال گوشت یعنی گائے اور بکرے کے گوشت میں آئرن کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اگر گوشت پر لیموں کا رس نچوڑ کر کھایا جائے تو یہ آئرن سے مزین سبزیوں مثلاً پالک، بینگن وغیرہ سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہو جاتا ہے۔ دھوپ کم ہونے کی صورت میں گوشت کو پتلے پتلے قتلوں کی صورت میں کاٹ کر مسالے لگا کر چولہے یا اوون میں بھی خشک کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام طریقوں کا فائدہ یہ بھی ہے کہ گوشت میں موجود پروٹین پگھل کر گوشت پر ایک تہہ سی بنا دیتی ہے جو گوشت کو کئی گھنٹوں تک قابلِ استعمال اور جراثیم سے محفوظ رکھتی ہے۔

عید قرباں پر جتنی جلدی ممکن ہوسکے گوشت کو محفوظ کرلیا جائے کیوں کہ عید پر عام دنوں کی نسبت ماحول میں جراثیم کی یلغار زیادہ ہوتی ہے اس کی وجہ جانوروں کے خون اور فاضل مواد سے اٹھنے والا تعفن ہے۔ گوشت تقریباً چھ ماہ کے لئے بھی فریز کیا جاسکتا ہے لیکن ہمارے یہاں خصوصاً گرمیوں میں لوڈ شیڈنگ معمول کی بات ہے اس لئے تین ماہ سے زائد عرصے تک گوشت کو فریز رکھنا قطعاً مناسب نہیں ہو تا وہ بھی اس صورت میں کہ جب فریزر دن میں کئی مرتبہ کھلتا نہ ہو اور اس کا اندرونی درجۂ حرارت منفی 20 ڈگری تک برقرار رہے ورنہ اس سے بھی کم وقت میں استعمال کرلیا جائے۔

فریزنگ کے لئے ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ گوشت بڑے تھیلوں کے بجائے چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں حصے بنا کر اس طرح رکھیں کہ جب وہ ایک بار فریزر سے نکلے تو اسی وقت استعمال ہو جائے۔ کیوں کہ ایک بار فریزر سے نکلا ہوا گوشت برف کے پگھلنے سے پہلے تک ہی محفوظ ہوتا ہے برف پگھلنے کے بعد جراثیم فوری طور پر اسی جگہ حملہ آور ہو جاتے ہیں جہاں سے برف کی مزاحمتی دیوار پگھلتی ہے۔

بقر عید پر گوشت استعمال کرنے کے لئے مزید چند تجاویز پر عمل کرنا صحت کے لئے ضروری ہے۔

◎... کھانوں کو زیادہ مسالے دار اور روغنی نہ بنائیں۔ گوشت کو جس قدر ہوسکے اُبال کر اور کم مسالے میں پکا کر استعمال کیا جائے۔

◎... گوشت کے بنے پکوان کے ساتھ دہی کا استعمال کرنا بھی گوشت کی مضرتوں کو کافی حد تک کم کردیتا ہے۔

◎... کولڈ ڈرنکس صحت کے لئے مضر ثابت ہوئی ہیں اس لئے گوشت سے بنی ہوئی اشیاء کو بہتر طور پر جزو بدن بنانے کے لئے سبزیوں اور پھلوں کا استعمال کیا جائے یعنی سبزیاں بطور سلاد اور پھلوں کا رس کولڈ ڈرنکس کے متبادل کے طور پر استعمال کریں۔

◎... بقر عید کے موقع پر لوگ مسلسل گوشت استعمال کرتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ وقفہ دے کر گوشت استعمال کریں بلکہ ایک روز چھوڑ کر گوشت پکائیں اور بہتر تو یہ ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ گوشت مستحقین کو دے دیا جائے جو اس سے محروم ہیں۔ یہ طریقہ رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ صحت قائم رکھنے کا سبب بھی بنے گا۔

Scanned with CamScanner

آپ بھی پوچھئے

فرحت صدیقی

روزمرہ زندگی میں کام آنے والی مفید تراکیب اور ٹوٹکے
آپ بھی روزانہ کے معمولات میں پیش آنے والے مسائل کا حل معلوم کر سکتی ہیں۔ اپنے سوالات مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کیجئے۔
آپ بھی پوچھئے معرفت روحانی ڈائجسٹ
1-D,1/7 ناظم آباد، کراچی۔ 74600

✉ ...... نیا جوتا اکثر پاؤں میں آبلے ڈال دیتا ہے اس لئے جوتا پہننے سے پہلے جوتے کے نیچے یا پاؤں پر ویسلین یا صابن لگا کر جوتا پہننا چاہئے۔ اس نسخہ کے متعلق خرم حنیف نے ڈیرہ غازی خان سے دریافت کیا۔

✉ ...... عالیہ حسین صاحبہ نے کوٹ اڈو سے تھرماس کے اندر کا شیشہ صاف کرنے کی ترکیب پوچھی ہے۔ آپ تھرماس میں ایک کھانے کا چمچہ سرکہ تھوڑا سا سرف اور گرم پانی ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے بند کر کے رکھ دیں پھر بوتل دھونے والے برش سے اچھی طرح صاف کر کے صاف پانی سے دھولیں۔

✉ ...... ٹنڈو جام میں مقیم نوید شاہ ہاشمی صاحب نے چارپائیوں سے کھٹمل ختم کرنے اور کچن سے لال بیگ وغیرہ سے نجات کا طریقہ پوچھا ہے۔ آپ کو ہمارا مشورہ ہے کہ چارپائی سے کھٹمل دور کرنے کے لئے چاروں پایوں پر اجوائن کی چار پوٹلیاں باندھ دیں اس کے علاوہ کھولتے ہوئے گرم پانی میں پھٹکری گھول کر چارپائی میں ڈالنے سے بھی کھٹمل ختم ہو جاتے ہیں۔

کچن میں لال بیگ پڑ جانا ہمارے اکثر گھروں کا مسئلہ ہے ان سے نجات کے لئے جہاں تک ممکن ہو کچن کو صاف ستھرا رکھا جائے کیوں کہ لال بیگ کچن کے برتنوں اور غذا کو جراثیم آلود کر دیتے ہیں جس سے بیماریاں پھیلتی ہیں اسی لئے کچن کی صفائی پر سختی سے عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ لال بیگ وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے جنرل اسٹورز پر متعدد اقسام کے پاؤڈر اور لیکوڈ دستیاب ہوتے ہیں ان سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ کچن میں لال بیگ وغیرہ کے مقامات پر بورک ایسڈ چھڑک دینے سے بھی ان سے نجات مل سکتی ہے۔

✉ ...... ملیر کراچی سے سونیا آفتاب اور حیدر آباد سے جہانگیر شاہ کپڑوں کو رنگنے کا ایسا طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں جس سے رنگ پکا ہو جائے آپ کو ہمارا مشورہ ہے کہ جب کسی کپڑے کو رنگنا ہو تو پانی میں تھوڑا سا فکسنگ آئل ملا دیا کریں اس طرح کپڑے سے رنگ نہیں اترے گا۔

✉ ...... راولپنڈی سے تعلق رکھنے والی ایک بہن ربیعہ اظہر اپنے دانتوں کی پیلی رنگت اور جلد کی وجہ سے پریشان ہیں۔ دانتوں کی صفائی کے لئے نیم کے تازہ پتے لیں اور ان کو پانی میں خوب جوش دے کر تھوڑا سا نمک ملائیں اور صبح، شام اور رات کو سونے سے قبل کلیاں کریں اس کے علاوہ صبح شام پیلو کی مسواک باقاعدگی سے کرنا بھی مفید ہے۔ آپ نے خط میں اپنی جلد کی ساخت کے متعلق نہیں لکھا اس لئے ہم نسخہ لکھنے سے قاصر ہیں۔ جلد کو خوبصورت بنانے کے لئے اس ماہ شائع ہونے والے مضمون "حسین جلد کا راز" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

✉ ...... جوتوں کی پالش اگر سوکھ گئی ہو تو اس میں تھوڑا سا پیٹرول ملانے سے بالکل نئی ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ ہم سے نارتھ کراچی سے تعلق رکھنے والے شہزاد عمر نے پوچھا ہے۔

✉ ...... چاولوں کو ابالتے وقت اس میں ایک چمچہ لیموں کا رس ڈالنے سے ان کی رنگت صاف اور چاول خوشبودار ہو جاتے ہیں ہم سے اس نسخے کی بابت ملتان سے تعلق رکھنے والی دو بہنوں فوزیہ اختر اور فائزہ اختر نے دریافت کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

لذتِ کام و دہن

خواتین خانہ کے لئے ذائقے اور غذائیت سے بھرپور نت نئی سوغات

شاہانہ عروج

بچوں کے پکوان

آیئے آج ہم آپ کے لئے بچوں کی مزیدار ڈشز کی تراکیب پیش کرتے ہیں کیونکہ اکثر بچے کھانا کھانے میں بہت تنگ کرتے ہیں اور ٹھیک طرح سے کھانا نہیں کھاتے۔ اس لئے آج ہم آپ کو بچوں کے کھانے کے لئے چند ایسی ڈشز کی تراکیب بتاتے ہیں جو امید ہے بچے بڑے ہی شوق سے کھائیں گے اور اس سے ان کی صحت بھی برقرار رہ سکتی ہے۔ تو آیئے ہم ان ڈشز کو بنانے کا طریقہ دیکھتے ہیں۔

چیز اینڈ ایگ سینڈوچ

ڈبل روٹی کے یہ سینڈوچ نہایت ہی مزیدار اور غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں اور بچے انہیں بڑے شوق سے کھاتے ہیں اس میں ٹوٹل کیلوریز 241، پروٹین 19 ملی گرام، کیلشیئم 73 ملی گرام، آئرن 7.2 ملی گرام، وٹامن سی 690 ملی گرام، فیٹ 33 ملی گرام اور کاربوہائیڈریٹ 12 ملی گرام ہے۔

اشیاء : ڈبل روٹی دو سے تین سلائس، انڈا ابلا ہوا، پنیر سلائس یا کش کیا ہوا اور مکھن۔ نمک اور کالی مرچ حسب ذائقہ۔

ترکیب : سب سے پہلے ڈبل روٹی کو لے کر اس کے کناروں کے براؤن حصوں کو چھری کی مدد سے کاٹ لیں۔ اب ابلے ہوئے انڈے کو باریک باریک کاٹ لیں اور مکھن کو پھینٹ لیں۔ مکھن میں نمک اور کالی مرچ حسب پسند ملا لیں پھر اس میں کٹے ہوئے انڈے کو اچھی طرح مکس کر لیں اور ڈبل روٹی میں اس مکسچر کو ڈال دیں اس ڈبل روٹی کے اندر جو مکسچر ہے اس کے اوپر یا تو پنیر سلائس رکھیں یا کش کیا ہوا پنیر ڈال دیں پھر اوپر والا جو ڈبل روٹی کا حصہ ہے اس پر مکھن لگا کر مکسچر والے پیس پر رکھ دیں اور اس کو بیچ میں سے تکونی Shepe میں کاٹ دیں۔ اگر آپ تیسرا ڈبل روٹی کا پیس بھی لے رہی ہیں تو اس میں Vegetables وغیرہ ڈال لیں۔ لیجئے آپ کے بچوں کے لئے مزیدار Sandwich تیار ہے اس کو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

چکن کٹلس

اس میں تقریباً کیلوریز 480، پروٹین 9 ملی گرام، کیلشیئم 96.3 ملی گرام، آئرن 101 ملی گرام، وٹامن اے 290 ملی گرام، وٹامن سی 5 گرام، فیٹ 27 ملی گرام اور کاربوہائیڈریٹ 9 ملی گرام ہے۔

اشیاء : آلو ابلے ہوئے ایک پاؤ، انڈے پھینٹے ہوئے دو سے تین عدد، چکن ابلی ہوئی ایک پاؤ، ہرا مسالہ، نمک مرچ حسب پسند اور گھی یا تیل حسب ضرورت۔

ترکیب : ابلے ہوئے آلوؤں کو اچھی طرح میش کر لیں اور پھر اس کو سائڈ پر رکھ دیں اب اُبلی ہوئی مرغی لے کر اس کو میش کر کے اس میں نمک اور مرچ ڈال دیں اور ہرا مسالہ مکس کر لیں اب اس مکسچر کو میش کئے ہوئے آلو کی ٹکیاں بنا کر اس میں ڈال دیں اور گول یا لمبا Shape دے لیں اب ان کٹلس کو پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈپ کر کے گولڈن براؤن فرائی کریں اور گرم گرم پیش کریں۔

Scanned with CamScanner

VEGETABLE ROLL

اس ڈش میں ٹوٹل کیلوریز 490، پروٹین 14 ملی گرام، کیلشیئم 260 ملی گرام، آئرن 17.1 ملی گرام، وٹامن اے 350 ملی گرام، وٹامن سی 70 ملی گرام، فیٹ 8 ملی گرام اور کاربوہائڈریٹ 70 ملی گرام ہے۔

اشیاء : مانڈے (یہ سموسے والی روٹی ہوتی ہے جو بآسانی بازار میں مل جاتی ہے) دو یا ایک روٹی، گاجر ایک عدد، ابلی Chicken آدھا کپ، ابلے ہوئے انڈے دو عدد، بند گوبھی کٹی ہوئی، آلو، مٹر، شملہ مرچ اور پیاز باریک کٹی ہوئی آدھا آدھا کپ، نمک اور کالی مرچ حسبِ ذائقہ اور Meyonesse دو کھانے کے چمچے۔

ترکیب : سب سے پہلے مانڈے یعنی روٹی کو رول کے حساب سے کاٹ لیں پھر ساری سبزیوں کو جو کے اُبلی ہوئی ہیں علاوہ بند گوبھی اور گاجر کے باریک باریک کاٹ لیں اور ابلے ہوئے انڈے کو بھی کاٹ لیں۔ اب ابلی ہوئی مرغی کو میش کرلیں اب یہ ساری سبزیاں اور میش کی ہوئی مرغی کو آپس میں مکس کر کے مایونیز شامل کردیں پھر اس میں حسب پسند نمک اور کالی مرچ ڈال دیں اب مانڈے کے ایک پیس کو لے کر اس پر یہ مکسچر رکھ دیں اور اس پیس کو رول کرتے جائیں اس طرح سارے رول بنالیں اب انہیں تیز گرم گھی یا تیل میں گولڈن براؤن کرلیں۔ لیجئے آپ کے مزیدار Vegetable Roll تیار ہیں انہیں گرم گرم کیچپ کے ساتھ بچے کے سامنے پیش کریں اور خود بھی لطف اندوز ہوں۔

NOODLES MIX

نوڈلز مکس نہایت ہی مزیدار اور توانائی سے بھرپور ڈش ہوتی ہے۔ بچے اس ڈش کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس میں ٹوٹل کیلوریز 420، پروٹین 14 ملی گرام، کیلشیئم 252 ملی گرام، آئرن 18 ملی گرام، وٹامن A 347.9 انٹر نیشنل یونٹ، وٹامن سی 20 ملی گرام، فیٹ 8 ملی گرام اور کاربوہائڈریٹ 77 ملی گرام ہے۔

اشیاء : ایک پیکٹ Noodles یا Spagtlies دو انڈے ابلے ہوئے، گاجر ایک عدد، ٹماٹر ایک عدد، ابلے ہوئے آلو ایک سے دو عدد، ایک کپ اُبلے ہوئے مٹر، Soya Sauce حسب ذائقہ، سرکہ دو سے تین ٹیبل اسپون اور نمک حسب ذائقہ، شملہ مرچ کٹی ہوئی۔

ترکیب : سب سے پہلے Noodles کو یا Spagt-lies کو اُبالیں اور پھر مٹر انڈا اور آلو اُبالنے کے لئے رکھ دیں۔ ٹماٹر اور شملہ مرچ باریک باریک کاٹ لیں پھر ابلے ہوئے آلو اور انڈے کو بھی باریک باریک کاٹ لیں اور مٹر سمیت یہ سارا سامان Noodles میں مکس کرلیں اور پھر اس میں نمک حسبِ ذائقہ مکس کرلیں۔ لیجئے آپ کی Noodles mix تیار ہے اس میں سرکہ اور Soya Sauce ڈال کر بچوں کو پیش کریں اور خود بھی لطف اندوز ہوں۔

FRENCH TOAST

فرنچ ٹوسٹ ایک ایسی لذیذ ڈش ہے جس کو بچے تو پسند سے کھائیں گے ہی ساتھ میں آپ بھی پسند کریں گی یہ توانائی سے بھرپور اور مزیدار ڈش ہے جسے آپ چائے کے وقت اور ناشتہ میں بھی پیش کرسکتی ہیں۔ اس میں کیلوریز تقریباً 250، پروٹین 31.81 ملی گرام، کیلشیئم 13 ملی گرام، آئرن 2.8 ملی گرام، وٹامن اے 309.9 ملی گرام، فیٹ 22 گرام اور کاربوہائڈریٹ 18 ملی گرام ہے۔

اشیاء : ڈبل روٹی ایک پیک، انڈے دو سے تین عدد، شکر دو ٹیبل اسپون اور OIL۔

ترکیب : سب سے پہلے گھی یا تیل کو فرائنگ پین میں گرم کرلیں اور ڈبل روٹی کے پیس کو لے کر اس کے کنارے کاٹ لیں۔ پھر انڈے لے کر اچھی طرح پھینٹ لیں اور اس میں چینی ملالیں اب اچھی طرح ڈبل روٹی کے پیس کو انڈے میں ڈپ کر کے فرائنگ پین میں ڈال لیں جب ایک حصہ گولڈن ہوجائے تو اسے پلٹ دیں۔ لیجئے آپ کے فرنچ ٹوسٹ تیار ہیں انہیں گرم گرم پیش کریں۔

Scanned with CamScanner

حسین جلد کا راز

اپنی جلد کو تر و تازہ اور دلکش بنانے کے لئے خصوصی پروگرام

صدف قمر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جلد جیسی انمول نعمت سے نوازا ہے۔ جس کی حیثیت ہمارے جسم میں پلاستر کی مانند ہے کیوں کہ گھر چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اگر اس کے اوپر نفاست سے پلاستر نہ کیا گیا ہو تو وہ اتنا اچھا تاثر نہیں چھوڑے گا۔ یہی حالت جلد کی بھی ہے اگر آپ کی جلد صاف ستھری ہوگی تو آپکی شخصیت میں خود بخود مقناطیسیت اور جاذبیت پیدا ہو جائے گی۔

جلد ہمارے جسم کا ایک بہت اہم عضو ہے جو کئی تہوں پر مشتمل ہے اس کی بیرونی سطح جو ہم عام آنکھ سے دیکھتے ہیں ایپی ڈرمس Epidermis کہلاتی ہے۔ یہ مکمل طور پر مردہ خلیوں کا مرکب ہوتی ہے۔ بیرونی جلد کا مقصد ان زندہ نوجوان خلیوں کی حفاظت کرنا ہوتا ہے جو کہ اس کے اندر اساسی سطح پر موجود ہوتے ہیں۔ اصل جلد یعنی ڈرمس Dermis وہ تہہ ہوتی ہے جو کہ بیرونی جلد کے نیچے ہوتی ہے اور جس میں چربی والے غدود اور پسینے کے غدود ہوتے ہیں۔ یہ غدود جلد کو نرم اور چکنا رکھتے ہیں۔ اصل جلد سخت، رابط ٹشوز سے مرکب ہوتی ہے جس کی غذائیت اس خون سے پوری ہوتی ہے جو چھوٹی وریدوں میں گردش کرتا ہے۔ آخر میں جلد کی وہ تہہ ہوتی ہے جو چکنائی پر مشتمل ہوتی ہے اور جس میں جلد کے ٹشوز اسفنج کی مانند ہوتے ہیں۔ جلد کے خلیئے جو اصل جلد سے سفر کرتے ہیں نئی خارجی جلد بنانے میں تقریباً 28 دن لگاتے ہیں لیکن یہ مدت مختلف عوامل کی بناء پر تبدیل بھی ہو سکتی ہے۔ ان عوامل میں دھوپ، عمر، جلدی امراض اور موسموں کی تبدیلی شامل ہے۔ انہی عوامل کے باعث جلد کا یہ نظام تیز رفتار یا سست ہو جاتا ہے۔ بالغوں کی جلد اندازاً 18000 مربع سینٹی میٹر رقبے کا احاطہ کرتی ہے اور اس کا وزن مردوں میں لگ بھگ 4.8 کلوگرام اور خواتین میں 3.2 کلوگرام ہوتا ہے۔

موسم گرما میں دھوپ کی تمازت کی بدولت ملازمت پیشہ افراد، طالب علم، مزدور، کاروباری افراد اور بچوں کی جلد تملما جاتی ہے اور سورج کی شعاعوں سے ان کی جلد کی خوبصورتی بھی شدید متاثر ہوتی ہے۔ جلد کی خوبصورتی کا تعلق صحت سے بھی ہوتا ہے اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کی جلد بچوں کی طرح خوبصورت اور ملائم رہے تو سب سے پہلے صحت پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ ہاضمے کی خرابیوں اور غذائی بے اعتدالیوں کے باعث بھی جلد کی ساخت سخت متاثر ہوتی ہے۔

جلد کو خوبصورت بنانے کے لئے وٹامن بی اور سی والی غذائیں استعمال کرنا ضروری ہے۔ جن میں پالک، پھول گوبھی، آلو، شلجم، چقندر، ٹماٹر، شکر قندی، سیب، سنگترہ، تمام دالیں اور ہرے پتوں والی سبزیاں شامل ہیں۔

خشک جلد:- اگر جلد خشک ہو تو سبزیوں کے رس، دودھ، دہی، مکھن، مٹر، کچی سبزیاں اور تازہ پھل استعمال کریں۔ اس کے علاوہ وٹامن اے کی حامل غذائیں بھی

خشک جلد کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔ خشک جلد کے لئے انڈے کا ماسک بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس ماسک کو بنانے کے لئے انڈے کی زردی میں وٹامن ای کے پانچ قطرے اور ایک چائے کا چمچہ گرم شہد اچھی طرح ملا کر چہرے پر لگائیں اور 15 منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔

اس کے علاوہ انڈے کی زردی اور تیل کا ماسک بھی بہت مفید رہتا ہے۔ ایک انڈے کی زردی میں بادام کا تیل یا روغن زیتون ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں اور چہرے پر لگائیں اور بیس منٹ بعد دھولیں۔ اسی طرح تھوڑا سا شہد نیم گرم کر کے چہرے پر لگانے سے جلد تروتازہ اور خوبصورت نظر آتی ہے۔

چکنی جلد:۔اگر جلد چکنی ہو تو مرغن غذاؤں کا استعمال کم سے کم کردیں۔ مٹھائیوں سے پرہیز کریں اور ان کے بجائے پھلوں کے رس پر انحصار کریں۔ (سنگترے کا رس جلد کے رنگ کو نکھارنے کے لئے خاص طور پر مؤثر ہے) چکنی جلد والی خواتین کو بغیر چھنے آٹے کی روٹی استعمال کرنی چاہیے اور ہر کھانے کے ساتھ کچی سبزیوں کے سلاد استعمال کرنے چاہئیں۔

چکنی جلد کے لئے انڈے کے ذریعے تیار کردہ ماسک بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ انڈے کی زردی میں چند قطرے لیموں یا سنگترے کا رس ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں اور یہ ماسک 20 منٹ چہرے پر لگانے کے بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔

نرم و ملائم اور چمک دار جلد:۔اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کی جلد نرم و ملائم ہو جائے تو اس کے لئے فولاد اور پوٹاشیم والی غذائیں استعمال کریں۔ ان غذاؤں کے استعمال سے جسم میں خون کی گردش باقاعدہ ہو جاتی ہے اور قبض کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

جلد کو خوبصورت، چمک دار اور نرم و ملائم بنانے کے لئے شہد کی مدد سے ایک فیس ماسک تیار کیا جاتا ہے۔ ایک چمچے میں تھوڑا سا شہد لے کر اس میں چند قطرے لیموں کا عرق ڈال کر اچھی طرح حل کریں پھر اس ماسک کو اچھی طرح چہرے پر لیپ کریں۔ تقریباً بیس منٹ بعد تھوڑی سی روئی کو گرم پانی میں بھگو کر چہرے پر لگا ہوا شہد آہستہ آہستہ اتار دیں۔

جھلسی جلد:۔دھوپ کی وجہ سے جلد جھلس جاتی ہے اس کے لئے دہی میں عرق گلاب ملا کر چہرے پر آہستہ آہستہ لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ لیپ آنکھوں پر نہ لگے۔ تقریباً 15 سے 20 منٹ بعد روئی کی مدد سے آہستہ آہستہ یہ لیپ اتار دیں۔

گھیکوار کے پتوں کا رس 15 منٹ تک چہرے پر لگانے کے بعد نیم گرم پانی سے دھولیں یہ جلد کی خوبصورتی کو مزید نکھارنے اور بچوں کی مانند نرم ملائم بنانے میں بہت معاون کردار ادا کرتا ہے۔

ملازمت پیشہ خواتین کے لئے

مفید ماسک:۔یہ ماسک شہد سے تیار ہوتا ہے اور اسے ہر قسم کی جلد کی حامل خواتین استعمال کر سکتی ہیں۔ شہد اور بیسن ہم وزن ایک برتن میں لیں اور اچھی طرح مکس کریں تاکہ یہ آمیزہ کریم کی طرح گاڑھا ہو جائے۔ اب اسے چہرے، گردن اور بازوؤں پر لگا کر بیس منٹ بعد روئی کو نیم گرم پانی میں بھگو کر آہستہ آہستہ یہ ماسک اتار دیں۔ یہ عمل ہفتے میں دو مرتبہ کریں۔

مالش:۔ہر دور میں اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ دنیا کی خوبصورت ترین خواتین مالش کو اپنے حسن کی حفاظت میں اہم مقام دیتی تھیں اور آج کا سائنٹیفک دور بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مالش جلد میں دورانِ خون اور حسیات کو اعتدال پر لا کر اس کی چمک دمک میں اضافہ کرتی ہے۔

مالش سے قبل سر کے بالوں کو اچھی طرح لپیٹ کر جوڑا بنالیں۔ مالش کے لئے روغن زیتون میں دو تین قطرے لیموں کا عرق ملا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر جلد خشک ہو تو لیموں کا عرق شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ روغن زیتون جلد کو نرمی اور نکھار دینے کے علاوہ اس کی غذائی ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

شرجیل بٹ

کچنال کا درخت

کچنال کے درخت میں ایسے کیمیائی اجزاء پائے جاتے ہیں جو نظام انہضام، جگر، معدے اور بہت سے امراض میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔

ہماری نظروں سے روزانہ مختلف انواع و اقسام کے درخت تقریباً ہر روز کسی نہ کسی جگہ گزرتے ہیں ان میں بہت سے ایسے درخت ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں واقفیت ہوتی ہے مگر ان میں کچھ ایسے خوبصورت درخت بھی ہوتے ہیں جن کا ہمیں نام تک نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا ہی ہرے پتوں، گہرے گلابی، سفید اور سبزی مائل رنگ کے پھولوں والا درخت کچنال بھی ہے۔ کچنال کا درخت بالخصوص پاکستان، بھارت اور برما میں کثیر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ درخت پندرہ سے بیس فٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ اس کے پتے کی شکل عجیب سی ہوتی ہے جنہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو حصے ہو کر پھٹ گیا ہو۔ کچنال کے درخت کی دو اقسام ہوتی ہیں ایک وہ جس کے پھول گہرے گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور دوسری قسم میں پھولوں کا رنگ سفید، پیلا اور سبزی مائل ہوتا ہے۔

سائنسی تجزیہ کے مطابق کچنال کی چھال میں کچھ گوند اور ایک قابض تیز مادہ بھی پایا جاتا ہے اس کے علاوہ اس میں شکر، پروٹین، کیلشیم، آئرن، کاربوہائیڈریٹ، نشاستہ، معدنیات اور وٹامنز بھی پائے جاتے ہیں۔

◎... کچنال کی چھال کو جوش دے کر یا پانی میں بھگو کر اس پانی سے کلیاں کی جائیں تو منہ آنے اور مسوڑھوں کے درد میں افاقہ ہو جاتا ہے۔

◎... کچنال کی لکڑی کے کوئلے کا منجن استعمال کرنے سے دانتوں کے امراض دور ہوتے ہیں اور وہ چمکدار بھی ہو جاتے ہیں۔

◎... معدے کی کارکردگی بڑھانے کے لئے کچنال کے پھول اور کلیاں پکا کر کھانے کا عموماً مشورہ دیا جاتا ہے جب کہ اس کی جڑ کا جوشاندہ ہاضمہ کو تقویت بخشتا ہے۔ اگر اس جوشاندے کو 3 گرام اجوائن کا سفوف کھا کر استعمال کیا جائے تو نظام انہضام کی کئی تکالیف دور ہو سکتی ہیں۔

◎... کچنال کی خشک کلیوں کا سفوف مصری اور مکھن کے ساتھ چاٹنے سے خونی بواسیر کو فائدہ محسوس ہوتا دیکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچنال کی چھال، موسمی کی چھال اور جامن کی چھال ہم وزن لے کر اور جوش دے کر پھر اس سے استنجا کیا جائے تو بواسیر کے مسے کمزور ہو جاتے ہیں اور خون بھی بند ہو جاتا ہے۔

◎... کچنال کے خشک پتوں کا سفوف سونف کے عرق کے ہمراہ استعمال کرنا دستوں کے لئے مفید ہے۔ علاوہ ازیں سوکھی پھلیوں کا سفوف بنا کر بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کرایا جاتا ہے۔

◎... کچنال کے پھولوں کا گل قند بنا کر کھانے سے قبض دور ہوتا ہے۔ یہ نسخہ اطباء حضرات نے بہت سے مریضوں کو تجویز کیا جس کے خاطر خواہ نتائج حاصل ہوئے۔

بقیہ: ہارٹ اٹیک

اس کے ساتھ ساتھ متوازن غذا اور مناسب ایکسر سائز سے ہارٹ اٹیک کے علاج میں کافی مدد ملتی ہے۔ ذیل میں کچھ ایسی تراکیب اور ورزشیں دی جارہی ہیں جو ہارٹ اٹیک سے محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔

♥ واکنگ ایک ایسی متوازن سرگرمی ہے جس میں جسم کے بڑے پٹھے استعمال ہوتے ہیں اس طرح کی سرگرمیوں میں تیراکی اور جوگنگ بھی شامل ہیں ہارٹ اٹیک کے مرض میں شدید قسم کی ورزشیں یا جسمانی کارکردگی مثلاً اسکوائش کھیلنا دل پر بے تحاشا دباؤ ڈالتا ہے اس لئے ان سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔

اس کے علاوہ ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے معمولات میں نظم وضبط پیدا کیا جائے اور تمام معاملات میں اعتدال سے کام لیا جائے۔ اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی سے نہ بڑھنے دیا جائے تاکہ معاشی مشکلات جو ذہنی تناؤ کا ذریعہ بنتی ہیں سے بچا جائے۔ اس کے علاوہ معاشرتی زندگی میں اسلام کے زریں اصولوں پر کاربند رہا جائے خالق کی طرف رجوع کرنے سے زندگی کی تمام تر مسرتیں حاصل ہوسکتی ہیں اور ہارٹ اٹیک سے بھی نبٹا یا بچا جاسکتا ہے۔

بقیہ: تخلیق کا دوسرا مہینہ

پوری کررہی ہیں تو یہ سرشاری ہونا لازمی امر ہے۔ اس موقع پر گھر کے دوسرے افراد کا بھی فرض ہے کہ وہ تخلیقی عمل کو عورت کے لئے ہوانہ بنائیں۔

تخلیق کے دوسرے مہینے میں بچے کے خدوخال بننا شروع ہوجاتے ہیں۔ خوبصورت، پرکشش اور توانا بچہ ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے۔ اس کے لئے ذہنی تفکرات سے نجات اور سکون اور خیالات بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ قہقہہ مارنے یا مسکرانے سے جسم میں ایک ہارمون اینڈ روفین رسنے لگتا ہے اسے افیونی ہارمون بھی کہتے ہیں اس سے ذہنی سکون میسر آتا ہے۔ سکون کے دیگر ذرائع صلوٰۃ، تلاوتِ کلام پاک، انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کے قصوں کا مطالعہ ہیں۔ ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہونے والی اولاد خوبصورت، پرکشش اور صحت مند ہو۔ اس کے اندر پیدائشی طور پر اعلیٰ صفات موجود ہوں۔ آیئے ہم آپ کو یہ تمام مقاصد حاصل کرنے کا ایک روحانی علاج بتاتے ہیں۔

صبح شام سو مرتبہ یاقدوس پڑھ کر ماں اپنے پیٹ پر دم کرلے۔ انشاء اللہ اس عمل کی برکت سے بچہ خوش اخلاق، باکردار، خوبصورت، فرمانبردار اور ایسے اوصاف کا حامل ہوگا کہ معاشرہ میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ جسم میں خون کی کمی دور کرنے کے لئے بسم اللہ شریف کے ساتھ تین مرتبہ

یاحی قبل کل شی — یا حی بعد کل شی

پڑھ کر پانی، چائے، شربت یا دودھ جو بھی مشروب پئیں اس پر دم کرکے پئیں۔ ٹیسٹ رپورٹ سے جب یہ معلوم ہوجائے کہ خون کی کمی دور ہوگئی ہے تو یہ عمل ترک کردیں۔

ہری مرچ

تیز مرچ کو کترتے ہی آپ اپنے اعصاب میں ایک سخت قسم کی جھنجھناہٹ سی محسوس کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ دماغ میں فوری طور پر انڈروفین نامی کیمیکل تیار ہونے لگتا ہے جس میں افیون کے جوہر مارفیا کی طرح درد کم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مرچ میں چونکہ میٹابو لزم کو تیز کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے، اس لئے اس سے وزن بھی کم ہوسکتا ہے۔ مرچ کھانے کے بعد پسینے کی آمد میٹابو لزم کے تیز ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ مغربی ملکوں میں اب یہ بات تسلیم کی جارہی ہے کہ مرچوں کے استعمال سے نزلہ زکام کو آرام ہوتا ہے۔ گویا جاڑوں میں کھائی جانے والی تیز نہاری اور چٹ پٹے شوربے واقعی نزلہ اور سردی کا موثر علاج ہوتے ہیں۔ مسالوں اور مرچوں سے معدے میں ہاضم رطوبتیں بھی زیادہ بنتی ہیں اور ان سے بھی میٹابو لزم کا نظام تیز ہوتا ہے اور پیٹ پھولنے کی شکایت دور ہوتی ہے۔ طب مشرق میں اصلاح ہضم اور معدے کے لئے مقوی جوارشوں اور معجونوں میں فلفل دراز، سیاہ مرچ، دار چینی اور سونٹھ وغیرہ شامل کرکے یہی کام لیا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner